يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ

فصل الخطاب

لمقدمۃ

اہل الکتاب

از افاضات

حضرت مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین فصل الخطاب حصّہ دوم

تمت

حصۂ دوم فصل الخطاب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اثبات نبوّتِ محمدؐ بن عبداللہ بن اسمٰعیل بن ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام کیلئے سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بشارات کی بحث

یاد رہے کہ کسی نبی کی نبوت اور رسول کی رسالت ثابت کرنے کے لیئے سابقہ انبیا کی کتب اور اُن کے موجودہ اور مسلمہ صحف میں بشارات کا ہونا شرط نہیں ہے۔

مگر باری تعالیٰ کی ذات بابرکات نے محض اپنے فضل و کرم سے خاتم الانبیا محمدؐ عربی کی نبوّت اور رسالت ثابت کرنے کے واسطے تمام ان وسائل کو ایک جا جمع کر دیا ہے۔ جو اور انبیاء اور رسولوں کے اثبات نبوّت اور رسالت کے لئے الگ الگ موجود ہوتے رہے۔ سچ ہے۔

ع   آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

سرِ دفتر معجزات اور مصدقات تعلیم کی عمدگی ہے۔ اور راستی کی نفس الامری معیار کامیابی اور نصرتِ الٰہیہ ہے۔ پیشینگوئیاں یا آئندہ کی ایسی خبریں جن میں باوجود فقدان قرائن اور اسباب کے الٰہی امدادوں کا تذکرہ ہو بیان کرنا۔ اور آیات بینات اور سارا قانون قدرت اور ہماری تمام طبعی قوٰی۔ اور واردات وغیرہ وغیرہ باینکہ یہ باتیں اکیلی اکیلی نبوت اور رسالت کیلئے کافی ثبوت ہیں۔ الا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی گرامی ذات کے لئے ان تمام دلایل کو باری تعالےٰ نے جمع کر کے لوگوں کو ارادی اطاعت کی طرف بُلایا۔ پادریوں نے وہم کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کوئی بشارت سابقہ انبیا نے بیان نہیں کی۔ بلکہ یہ سابقہ کتب میں

محمدؐ صاحب کے حق میں کوئی بشارت مندرج ہی نہیں۔

مَیں خدا کے فضل سے انھیں مقدسہ مروجہ کتب میں سے محمدیہ بشارات کو نکال کر دکھلانا چاہتا ہوں۔

مگر قبل اسکے کہ محمدیہ بشارات کو بیان کروں۔ مجھے مناسب معلوم ہوتا ہی کہ بشارات کی ضرورت اور عدم ضرورت اور انکا مقدسہ کتب میں ہونا یا نہونا۔ اور انکی حالت کہ آیا وہ بشارات مفصل ہوتے ہیں۔ یا مجمل بیان کرجاؤں۔ اور پھر قبل اسکے کہ محمدیہ بشارات کو لکھوں چند عیسوی بشارتوں کو لکھدوں تو کہ محمدیہ بشارات پر اعتراض کرنیوالے عیسائیوں کے پاس بیجا تعصب سے بچنے اور انصاف پر آجانے کا عمدہ ذریعہ موجود ہے۔

کچھ شک نہیں کہ ہر ایک مذہب کے پابند آدمی کو اپنا پسندیدہ مذہب بالکل بے عیب نظر آتا ہے۔ اگر بے عیب نہ سمجھے تو اور مذاہب پر اپنے مذہب کو ترجیح دیکر اسے کیوں پسند کرے۔ اور کیوں اپنے ہی مذہب کو باعثِ نجات یقین کرے۔

اور اس بات میں بھی کچھ شک نہیں کہ ہر ایک شخص کو جو کسی مذہب کا پابند ہے۔ جب اپنے مقبول مذہب پر کوئی اعتراض سُنائی دیتا ہی۔ تو اُس اعتراض کے اُٹھانے پر حتی الوسع بہت کوشش کرتا ہے۔ اور اس مذہب کے پابند شخص کا قلب اس اعتراض کے جواب دینے پر متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور نہایت اضطراب سے جواب کے ڈھونڈھنے پر عقل یا وہم سے کام لینے لگ جاتا ہے۔

پھر اگر تھوڑا سا سہارا بھی دفع اعتراضات کے لئے مل گیا۔ تو اس پابند مذہب کی سابقہ محبت اور اُلفت اپنے مذہب کے اس جواب کے ساتھ مل کر گو جواب کیسا ہی کمزور ہو اُس جواب کو قوی کر دکھلاتی ہی۔ اور دوسرے مذاہب کا حال اس پابند خاص مذہب کے سامنے اسکے برعکس ہوتا ہے۔ اس شخص کو جو ایک خاص مذہب کا پابند ہی۔ دوسرے مذاہب کی عدم اُلفت اور انکے احکام سے عادی نہ ہونے کے باعث ابتدائی تنفر اُن دوسرے مذاہب کو

پہلے ہی کمزور کر دکھلاتا ہی۔ جب اُن مذاہب پر تھوڑا سا طعن کا موقع مل گیا۔ تو وُہی عدم الفت
اور ابتدائی تنفر (یا یوں کہو) اُن دُوسرے مذاہب کی ناواقفی اُس خفیف طعن کے ساتھ ملکر
طعن کو قوی کر دکھلاتی ہی۔ یہی حالت مذاہب کی مباحث کی کتابوں کو مطالعہ کرنے سی دکھلائی
دیتی ہی۔ اور یہی شکل تقریری مناظروں میں نظر آتی ہی۔ اور منصف مزاج خداترس جزا سزا کے
قائل لوگ نرالا ڈھنگ رکھتے ہیں۔ اور انکو خداوند کریم کی خالص رضاجوئی قیامت کا
محکمۂ قضا اور ہی رنگ میں رنگین کرتا ہی۔ اور وہ صرف حق طلبی کا اصطباغ اور بپٹسما لیئے
رہتے ہیں۔ انکو رحمت اللہ کی تحقیقات پر برانگیختہ کرتی ہی۔ اسلیئے انکو بیجا تعصب اور
نامناسب حمایت حق کے قبول کرنے میں نہیں روک سکتی۔ ایسے عیسائیوں کو عیسائیت
یہ نہیں سکھلائی۔ کہ عیسوی بشارات کو بے وجہ قوی خواہ مخواہ مان لیں۔
اور محمدیہ بشارات پر سوفسطائیوں کی طرح ضرور ہی اعتراض کردیں۔ اور ایسے ہی
مسلمانوں کو اسلام ہرگز نہیں سکھلاتا کہ یہود کی طرح مسیح کی سچی اور واقعی بشارات پر
شُبہات پیدا کریں۔ اور محمدی بشارات کے لئے جھُوٹ کو ہتھکنڈہ بناویں۔ میں نے
جسقدر بشارات اور اور مضامین بحث کی ہی۔ اپنے عندیے میں نہایت انصاف سی
کی ہے۔ جاہلوں کی سی بیجا حمیّت میرے دل میں نہیں۔ وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ شَہِیْدٌ ۔
اور مجھے یقین ہی کہ وہ عادل اور رحیم اور قدوس میرا رب میری نیت کے نیک بیجوں کو اچھے
اچھے پھلوں کا مثمر درخت بنادیگا۔ او خدا تو ایسا ہی کر۔

پھر یاد رہے کہ کسی نبی یا رسول کی نبوت اور رسالت ثابت کرنے کے لئے سابقہ انبیاء
کی بشارات کا ہونا ہرگز ہرگز لازمی اور ضروری امر نہیں۔ کیونکہ اثبات نبوّت کیلیئے بشارات
کے سوا اور بہت دلائل ہوتے ہیں۔ علاوہ بریں اگر بشارت کا ہونا اثبات نبوت میں شرط ہی
تو سب انبیاء سے پہلے نبی اور رسول کیلیئے بشارات اور پیشینگوئیاں کیونکر ہونگی۔ اسلیئے کہ پہلے
نبی کی نسبت بشارت دینے والا خود نبی ہوگا۔ پس پہلا نبی پہلا نبی نہ رہا۔ دیکھو نوح اور ابراہیم

علیہما السلام کی نسبت کوئی پیشین گوئی نہیں ۔ بلکہ موسیٰ جیسے رسول کو دیکھو۔ انکے واسطے بھی کتب سابقہ میں کوئی پیشینگوئی نہیں اور کیونکر ہوسکتی ۔ عیسائیوں کے نزدیک موسیٰ سے پہلوں کی کتابیں ہی موجود نہیں ۔ ایسے ہی ایوب کی نسبت بشارات موجود نہیں ۔ اگر مان لیں کہ بشارات کا ہونا اثبات نبوت کے لئے ضروری ہے تو ہم کہتے ہیں کہ بشارات کا ہونا اس امر کا مستلزم نہیں کہ وہ بشارات سابقہ انبیا کی کتب میں موجود ہوں ۔ جائز ہے کہ وہ بشارات سینہ بسینہ چلی آتی ہوں ۔ یہ میرا خیالی اور وہمی عندیہ نہیں ۔ بلکہ نفس الامری اور واقعی ہے ۔ دیکھو متی ۲ باب ۲۳ میں کہتا ہے مسیح ناصرت میں رہا ۔ تاکہ وہ بشارت پوری ہو جو انبیا کہتے آتے تھے کہ وہ ناصری کہلاوے گا ۔

حالانکہ انبیاء کہاں ایک نبی کی بھی کتاب میں نہیں لکھا کہ وہ ناصری کہلاویگا ۔ میں یقین کرتا ہوں کہ حضرت متی اسی واسطے لکھتے ہیں کہ انبیا کہتے آتے تھے ۔ اور یہ نہیں فرماتے کہ انبیا لکھتے یا لکھواتے آتے تھے ۔ (ناظرین یاد رکھو) ضرور یاد رکھو کہ متی میں بھی انبیاء کہتے آتے تھے ۔ جمع کا صیغہ ہے ۔ یہ جمع کا صیغہ بہت سے بدزبان پادریوں کو شرمسار کرنے والا ہے ۔

اور اگر مان لیں کہ سالقہ انبیاء کی مقدسہ کتب میں اُن بشارات کا لکھا ہوا ہونا ضرور ہے تو ہم دلیری سے کہہ سکتے ہیں ۔ کل انبیا کی کتب کا موجود ہونا ضرور نہیں صاف عیاں ہے ۔ آدمؑ اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ اور یوسفؑ وغیرہ انبیاء کی کتابیں کہاں ہیں ۔ پیدائش کے پچاس باب میں یوسفؑ نے جس خدائی قسم کا جو ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ سے ہوئی ذکر کیا ہے ۔ اس کا علم یوسفؑ نے کس کتاب سے حاصل کیا ۔

اور اگر مانا جاوے کہ بشارات کا مذکور ہونا ایسی کتابوں میں ضرور ہے جو موجود ہوں ۔ تو کہا جاتا ہے کہ وہ کتب موجود تو ہیں ۔ الّا ہمارے پاس والے عیسائی انگریزوں کے نزدیک وہ کتابیں باغراض مختلفہ اور اسباب شتّی مشتبہ مقرر کی گئیں ۔ گو ہم کافی

ثبوت ان کی صحت کا رکھتے ہیں۔

اور اگر مانا جاوے کہ بشارات کا کتب موجودہ او رغیر مشتبہ میں ہونا ضروری ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ بشارات کا مفصل ہونا کہاں ضرور ہے۔ بشارات تو اکثر ایک معمّا اور چیستان اور پھیلیاں ہوتی ہیں۔ یا یُوں کہیئے کہ خواب کا سا مضمون رکھتی ہیں۔

بشارات غالباً عوام پر مُشتبہ رہتی ہیں۔ اور خواص پر کبھی قرائن سے اور کبھی اُس نبی کے ظہور پر جس کی نسبت وہ بشارتیں ہیں۔ یا اسکے اور دلائل سے ثبوت نبوت کے بعد اور اس مبشّر نبی کی تفسیر سے ظہور پاتی ہیں۔

بلکہ عیسائیوں کے مذاق پر تو کہہ سکتے ہیں کہ پیشینگوئیاں اور بشارتیں ایسی مخفی اور باریک ہوتی ہیں کہ انبیاء کو بھی اُن کا مصداق معلوم نہیں ہوتا۔ علماء بیچارے کس گنتی اور شمار میں ہیں۔ عام انبیاء کیا عیسائیوں کے طرز پر جس نبی کی بشارت ہو وہ آپ بھی اپنی بشارت کو کبھی نہیں سمجھ سکتا۔ دیکھو انجیل یوحنّا ا باب ۲۱ - یوحنّا نے اپنے ایلیا ہونے سے انکار کیا۔ حالانکہ انجیل متی ١١ باب ۱۴۔ اور ۱۷ باب ۱۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ یوحنّا ایلیا تھا۔ مسیح اور یوحنّا اور اس نبی کی بشارات اگر مفصّل ہوتیں تو کاہنوں اور لادیوں کو یوحنّا سے پُوچھنے کی کیا حاجت ہوتی۔ جیسے یوحنا ۱ باب ۲۰ و ۲۱ میں ہے۔ اگر بشارات مفصّل ہوتیں۔ تو حواریوں کو یوحنا کی نسبت کیوں شبہ پڑتا۔ متی ۱۷ باب ۱۳۔ باوجودیکہ حواری مُوسیٰ سے بھی رُتبے میں بڑے ہیں۔ اور حواریوں کا مخلص رب یُوحنّا کا شاگرد اور اسکے ہاتھ پر بپتسما پانے والا تھا۔ اور حواری کئی دفعہ یوحنّا سے ملے اور اُسے جانتے تھے۔ اور یہ بھی جانتے تھے۔ کہ ایلیا کا مسیح سے پہلے آنا ضرور ہے۔

یوحنا ا۔ باب ۳۳ میں صاف مندرج ہے کہ یُوحنّا نے مسیح کو اُسوقت تک نہیں پہچانا۔ جب تک خدا نے یوحنا کو نہ بتایا۔ کہ جسپر رُوح اُترتی تُو دیکھے وہ رُوح القدس کا بپتسما دیگا۔ معلوم ہوُا کہ تیس برس تک یوحنا سا جلیل القدر رسول (متی ١١

باب ۱۱) اپنے رب اور مخلص مالک سے بیخبر رہا۔ بلکہ متی ۱۱ باب ۲۔ اور لوقا ۷ باب ۱۹۔ سے یوحنّا کا تردد آشکارا ہے۔

کاہنوں کا وہ رئیس قیافا جسنے جناب مسیحؑ کے قتل اور کفر اور اہانت کا فتوی دیا۔ متی ۲۷۔ باب۔ حسب انجیل یوحنا ۱۱۔ باب ۵۱۔ نبی تھا۔ اگر وہ حضرت مسیح کو اچھی طرح پہچانتا۔ تو کاہیکو ایسی سخت اور خطرناک فتوے کا مفتی بنتا۔

یوحنا نے یسعیاہ کے ۴۰ باب ۳۰ سے جو پیشینگوئی اپنی نسبت فرمائی ہو کہ میں جنگل میں پکارنے والے کی آواز ہوں کہ خداوند کی راہ صاف کرو۔ دیکھو متی اور لوقا ۲ باب اور مرقس اور یوحنا ۱ باب۔ اس بشارت پر غور کرو۔ کیسی مجمل اور معمّا ہو۔ اگر جناب یوحنا اس بشارت کو اپنی نسبت بیان نہ کرتے۔ اور مصنفانِ اناجیل اس بشارت کو یوحنا کی نسبت تسلیم نہ فرماتے۔ تو کوئی بھی اس پیشینگوئی کو جناب یوحنا پر منحصر نہ خیال کرتا۔ اسلئے کہ یہ بشارت بہت سے اُن انبیاء پر بھی صادق آسکتی تھی۔ جو اشعیا کے بعد ہوئے۔ بلکہ جناب مسیح پر صادق تھی۔ جو آسمانی بادشاہت کے قرب کی منادی فرماتے تھے۔ اس تمام بحث سے یہ ثابت ہوگیا۔ کہ بشارات نبوت کا مفصل ہونا ضرور نہیں۔

اگر بشارات کا مفصل ہونا ضروری ہو تو ہر ایک عاقل اور بشارات کا واقف اور انکے مباحث پر دھیان کرنیوالا جانتا ہو کہ بشارات پر دو قسم کے اعتراضات واقع ہوتے ہیں۔ ایک وہ اعتراض جس کی بنا ضدّیت اور ہٹ دھرمی پہ ہوتی ہو۔ دُوسری وہ جنکا مدار انصاف اور راستی پہ ہو۔

پادریو! تمہارے نزدیک جن لوگوں نے مسیح کی بشارت پر اعتراض کئے ہیں وہ لوگ اُن اعتراضوں کے باعث ضدّی اور ہٹ دھرمی خیال کیئے گئے۔ کہ نہیں۔

ہاں یہ بات ضرور ہے۔ جب کوئی انسان کسی مذہب کا پابند ہو تو اُس سے دُوسرے مذاہب اور دُوسرے ادیانِ مذہب کی عظمت اور بزرگی کی جانچ میں غلطی ہو جاتی ہو۔ اور

عادت کے باعث اپنے مذہب کے سخت سے سخت عیب اور کمزور دلیل کو دوسرے مذہب کی عمدگی اور قوی دلیل سے مقابلہ کرتے وقت اُسی عیب کو ترجیح دیئے جاتا ہے۔ اور اس ترجیح میں کبھی معذور سمجھا جاتا ہے۔ مگر منصف مزاج اور خداوند خدا کی بادشاہت کے طالب اور سزا سے ڈرنے والے کو یہ مرحلہ طے کرلینا بہت ہی سہل ہے۔

مَیں نہایت جرأت اور دلیری اور راستی اور سچائی سے کہتا ہوں کہ محمدؐ رسول اللہ کی بشارات پر منصفانہ اعتراض کبھی نہیں ہوسکتا۔ اور کوئی منصف بعد غور و تامل کے ان محمدیہ بشارات کا انکار نہیں کرسکتا۔

ہٹ دھرمی اور ضدیت کا جواب خدا ہی دے۔ منصفوں اور نجات طلب تلاشیوں اور راستی سے جانچ پڑتال کرنیوالوں کے سامنے عیسویہ بشارات اور محمدیہ بشارات کو بیان کرتا ہوں۔ تاکہ انکو مقابلے اور موازنے کا موقع ملے۔ مَیں نے بشارات کے بیان میں مسیحی بشارات کو اسواسطے پہلے لکھا ہے کہ عیسائیوں کو تعصب سے بچنے اور عیسوی مذہب کے مقابلے میں محمدی بشارات پر اعتراض کرنے میں نور ایمان اور راستی ملحوظ رہے۔

محمدٌ رّسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اثبات نبوت پر قرآن ہدایت کرتا ہے اور سکھلاتا ہے کہ منکروں کو یہ جواب دو۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ۔ پارہ ۱۳۔ سورہ رعد۔ رکوع ۶۔ [1]

کیا معنی کہ محمدؐ کی رسالت اور نبوت کے ثبوت پر قانون فطرت جو خدا کا فعل ہے۔ گواہ ہے۔ کیونکہ مذہب خدا کا قول اور قانون قدرت باریتعالیٰ کا فعل ہے۔ اور لازم ہے۔ کہ باری تعالیٰ کے فعل اور قول دونوں باہم متوافق ہوں۔

---

[1] اور کہتے ہیں منکر لوگ کہ تو رسول نہیں تو کہدے میری نبوت پر خدائی ثبوت کافی ہے۔ اور وہ ثبوت جو الہامی کتاب کے علماء کے پاس ہے ۱۲۔

اور کتاب سابق کا عالم بھی کافی گواہ ہے۔ سابق کتب کے علماء دو طرح گواہ ہیں۔ اول اس طرح کہ ان سے کتب سابقہ کو سیکھ کر ہم خود محمدی بشارات کو کتب سابقہ سے نکالیں۔

دوم اس طرح پر کہ جس طرح وہ اپنے انبیاء اور رُسل کی نبوت اور رسالت کو ثابت کریں اسی طرز پر ہم بھی نبوت اور رسالت محمد عربی کو ثابت کریں۔ جسقدر اور انبیاء کی نبوت کے ثبوت دُنیا میں لوگوں کے پاس ہیں۔ اس کی نظیر کے کل ثبوت اور قانون قدرت سے موافقت کا بھاری ثبوت محمدؐ عربی کی نبوت اور رسالت کے واسطے موجود ہے۔ ایک لطیف امر یاد رکھنے کے قابل ہی کہ اسماء کا ترجمہ مضامین کو سخت دِقت میں ڈالتا ہی۔ اور اہل کتاب کی عام عادت ہے کہ اسماء کا ترجمہ کر دیتے ہیں۔ ایسا ہی تفسیر کو متن سے ملا دینا بڑا عیب ہے۔ کیونکہ تفسیر مفسر کا خیال ہوتا ہے۔ جس میں صحت اور غلطی دونوں کا احتمال قوی ہے۔ بشارات میں یہ نقص نہایت مضر ہؤا۔ محمدی بشارت جیسے سلیمان کی غزل الغزلات میں ہے۔ اگر اُس میں لفظ محمدیم کا ترجمہ نہ کیا جاتا۔ تو کیسی صاف تھی۔

اور نمونہ ۸۔ باب ۳۔ اشعیا۔ مہر شالال حشفبز نام بنہ۔ اور عربی ترجمہ ۱۸۲۵ء میں ہے۔ ادع اسمہ اغنم بسرعة وانھب عاجلا۔

مسیح کی پہلی بشارات

رصین اور فقح نے باہمی اتفاق سے احاذ پر چڑھائی کی۔ احاذ نے گھبرا کر اشعیا سے تسلی چاہی تب اشعیا نے کہا کہ ایک علمہ (جوان یا کنواری) کو حمل ہوگا۔ اور وہ عمانوئیل نام بیٹا جنے گی۔ ابھی وہ ہوشیار نہ ہوگا کہ تیرا ڈر دور ہوگا۔ اشعیاء باب ۱۴۔

پھر اشعیا کے آٹھویں اور نویں باب میں ہی کہ وہ لڑکا پیدا ہؤا اور اسکا نام ماہر شالال ہاشبنر رکھا گیا۔ جب لڑکا اکیس ۲۱ برس کا ہؤا۔ فقح کا ملک خراب ہوگیا۔ اور احاذ کا ڈر جاتا رہا۔ بنسن کہتا ہے۔ یہ عورت اشعیا کی بی بی تھی۔ بااین متی نے کہدیا۔ یہ بشارت مسیح کے حق

میں ہے۔ جو کنواری سے پیدا ہوا ہے۔ متی ۱۔ باب ۱۸۔ ۲۳۔

اول غور تو کرو متی نے کیا کہدیا۔ یہ بشارت کب اور کس مطلب پر کی گئی ہے۔ اور کہاں لگائی گئی۔ دوم پھر علمہ کا ترجمہ کنواری کیا۔ سلیمان کی امثال بنسن میں یہی لفظ ہے اور وہاں اس کے معنی ایسی جوان کے ہیں۔ جو بیاہی ہو۔

فری نی ڈکشنری میں۔ اور یونانی ترجموں ایکو ئلا۔ اور تہوڈوشن اور سمیکس میں جوان کے معنی ہیں۔ تہذیب الاخلاق۔

سوم مسیح کا نام کسی نے بھی عمانوئیل نہیں رکھا۔ نہ آپنے نہ آپکی ماں نے اور نہ باپ نے۔ بلکہ فرشتے نے بھی یہی کہا۔ کہ اسکا نام یسوع رکھنا۔

چہارم اگر علمہ کے معنی کنواری لیں تو بھی مسیح پر چسپاں نہیں۔ مسیح حسب اقوال اناجیل ابن یوسف ہیں۔ متی ۱۳ باب ۵۵۔ یوحنا ۶ باب ۴۲ و ۱۔ باب ۴۵۔ لوقا ۲۔ باب ۲۷۔ و ۴۱۔ ۴۲۔ و ۴۸۔

پس اناجیل سے صاف واضح ہے کہ مسیح ابن انسان تھے۔ متی میں خود نسب نامے میں مسیح کو ابن داؤد کہا ہے۔ اگر یہ عذر تراشا جاوے کہ نسب نامہ بلحاظ صدیقہ مریم کے ہے۔ تو اسپر یہ اعتراض ہے کہ یہودی شرع میں نسل کا سلسلہ عورت کیطرف سے قائم نہیں ہو سکتا۔ اور نسب نامے میں مریم کا نام بھی نہیں۔ اور یوسف نے کبھی باپ ہونے سے انکار نہیں کیا۔ یہ کلام صرف انجیلی مذاق پر ہے۔

خلاصہ متی نے اشعیا کی کتاب سے ایک بشارت مسیح کے حق میں نکالی۔ حالانکہ وہ واقعہ کنواری یا جوان کے پیٹ سے عمانوئیل کے جمنے کا واقعہ مسیح سے پہلے اشعیا کے زمانے میں گذر چکا۔ یہ کلام متی کا بالکل الہامی نہیں۔ والّا ایسا غلط نہ ہوتا۔

دوسری پیشگوئی بہ نسبت مسیح علیہ السلام

میکاہ نبی نے بہت سے واقعات آئیندہ کو اشارات اور کنایات میں بیان فرمایا اور انہیں

میں کہا۔ اے بیت لحم افراتاہ اگرچہ تو یہوداہ کے ہزاروں میں چھوٹا ہے۔ لاکن میرے لئے ایک شخص جو بنی اسرائیل میں سلطنت کریگا۔ اور اُسکا ہونا بہت قدیم زمانے سے مقرر ہوچکا ہے۔ تجھ میں سے نکلیگا۔ میکاہ ۵ باب ۲۔

متی نے ۲ باب ۳-۶ میں کہا۔ یہ بشارت مسیح کے حق میں ہے۔ حالانکہ اول تو مسیح نے بنی اسرائیل پر سلطنت ہی نہیں کی۔ سلطنت حضرت کو کہاں نصیب ہوتی۔ بنی اسرائیل سے وہ مصائب اُٹھائے جنکے سُننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ یہود نے طمانچے مارے۔ ہاتھ پاؤں چھیدے۔ کانٹوں کا تاج پہنایا۔ لکڑی پر باندھا۔ خود حضرت ایسے گھبرائے کہ ایلی ایلی لما سبقتنی کہہ اُٹھے۔

دوم متی کی عبارت میکاہ کی عبارت سے موافق نہیں۔ ھارن کہتے ہیں میکاہ کی عبارت محرف ہے۔ بھلا عیسائی مفسر کہہ سکتا ہے کہ متی نے غلط ترجمہ کیا۔ یاد رہے۔ یہاں رُوحانی سلطنت مراد نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ مسیح کی رُوحانی سلطنت کو بنی اسرائیل سے خصوصیت نہیں۔ مسیح کی رُوحانی بادشاہت عام ہے۔

سوم یواقیم نے جب باروخ کا لکھا ہوا۔ ارمیا کا صحیفہ جلادیا۔ تو خدا نے فرمایا یواقیم کی نسل سے داؤد کی کُرسی پر کوئی نہ بیٹھے گا۔ یرمیاہ ۳۶ باب ۳۰ اور مسیح یواقیم کی اولاد ہیں متی ۱۔ باب ۱۱۔

تیسری بشارت

جبکہ اسرائیل بچّا تھا۔ اُس کو مَیں پیار کرتا تھا۔ اور اپنے بیٹے کو مَیں نے مصر سے بُلایا۔ ہوشیع ۱۱۔ باب ۱۔

متی کہتا ہے۔ ہیرود نے مسیح کو مار ڈالنا چاہا۔ تو فرشتے نے یوسف سے کہا کہ مسیح کو مصر لیجا۔ جب ہیرود مرگیا۔ تو مسیح مصر سے واپس آگئے۔ پس یہ بشارت مسیح کی ہوئی۔ سنو سنو سنو خروج ۴ باب ۲۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں یہودی لوگ جب پست حالت میں تھے۔ تو اُن کو

موسیٰ کی معرفت خدا مصر سے لایا۔ بنی اسرائیل اپنی پستی کے باعث بچپن کی حالت میں تھے۔ اور بنی اسرائیل کا بیٹا ہونا ہوشیع ۱۱۔ باب ۱۔ رومی ۹ باب ۴۔ استثنا ۱۴ باب ۱ و ۳۲۔ باب ۱۹۔ سے ثابت ہے۔ اِسی احسان کو خدا ہمیشہ بنی اسرائیل پر مسیح سے آگے ظاہر کرتا رہا۔ دوم اس آیت میں مسیح کی خصوصیت نہیں۔ اور مسیح نہ اسرائیل۔ نہ اسرائیل کی نسل۔ کیونکہ عورت سے یہود میں نسل نہیں چلتی۔

سوم یہ دُوسرا باب متی کا لوقا کے دوسرے باب سے متفق نہیں۔ اگر تاویل سے موافق کرنا ہو۔ تو بشارات محمدیہ میں تاویلات سے کیونکر انکار ممکن ہے۔ چہارم۔ ہوشیع کی کتاب مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں ہے۔ اِنّ[1] اسرائیل منذ کان طفلا انا احببتہ و من مصر دعوت اولادہ۔ اور ۱۸۴۴ء میں اولاد کی لفظ کو جو جمع تھی مفرد کر دیا گیا۔ اور غائب کی ضمیر کے بدلے میں متکلّم کی ضمیر رکھدی۔

پنجم یہ قصّہ اور اس کے مصداق وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے بتعلیم بُت کی قربانی کی اور بُت پرست تھے۔ اور مسیح بُت پرست نہیں تھے۔

چوتھی بشارت مسیح کے حق میں

راماہ میں دھاریں مار کر رونے اور نالہ کرنے کی آواز سُنائی دیتی ہے کہ راحیل اپنے بیٹوں کیلئے روتی ہے اور تسلّی نہیں پاتی۔ کیونکہ وہ نہیں ہیں۔ یرمیا ۳۱ باب ۱۵۔ حضرت متی اس کو مسیحؑ کی بشارت یقین کرتے ہیں اور کہتے ہیں مسیح پیدا ہوئے۔ تو ہیرود نے اس شبہے پر کہ کون بچا ہے جو عیسےٰ ہوگا۔ بیت لحم اور اُسکی سرحد کے لڑکوں کو قتل کرایا۔ متی ۲۔ باب ۱۶۔

فکر

اوّل ہیرود کا یہ ظلم عیسائیوں کے سوا کسی مؤرخ نے بیان نہیں کیا۔ یوسفیس اور یہودی مؤرخ جو ہیرود کے معائب لکھنے میں دلیر ہیں۔ اس قصّے سے ساکت ہیں۔ دوم بیت لحم یروشلم

---

[1] اسرائیل کو بچپن سے مَیں نے پیار کیا۔ اور مصر سے اُس کی اولاد کو بلایا۔ ۱۲

کے پاس ہے اور ہیرود کے زیرِ حکم تھا۔ آسان طور سے ہیرود تحقیق کر سکتا تھا کہ مجوس کس گھر میں اُترے اور کس لڑکی کے آگے نذر گذرانی۔ سوم یرمیاہ کی آیت کا ماقبل اور مابعد دیکھو صاف صاف یہ اس حادثے کا بیان ہے۔ جو بخت نصر کے وقت بنی اسرائیل پر ارمیا کے زمانے میں نازل ہوا۔ اور ہزاروں اسرائیلی اس میں قتل ہوئے۔ ہزاروں اسیر ہوئے اور بابل کی طرف جلاوطن ہوئے۔ اور ان میں اکثر راحل کی اولاد تھے۔

یاد رہے۔ ارمیا کی آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ مرے ہوئے لوگوں کو برزخ میں اپنے اقارب کے دُنیوی حالات پر اطلاع رہتی ہے اور انکے صدمات سے اموات کو صدمہ پہنچتا ہے اور یہ بات پروٹسٹنٹ عقاید کے خلاف ہے۔

مسیح کی پانچویں بشارت

تنگی کی ظلمت جس میں زمین مبتلا ہوئی ہے باقی نہ رہیگی جس طرح اگلے زمانے میں زبولونکی زمین اور نفتالی کی زمین کو حقیر کر کر۔ آخر اسی طرح دریا کیطرف (اردن و فرات) کے کنارے جلیل میں بڑے بڑے قبیلے ہونگے۔ جو قوم کے اندھیرے میں چلتی ہو نور عظیم دیکھیں گی۔ اور موت کے سائے کی زمین کے رہنے والوں پر ایک نور چمکے گا۔ اشعیا ۹۔ باب ۱ و ۲۔ اشعیا نبی نے یہ بیان کرتے کرتے کہ اب بیت المقدس (یروشلم) میں تکلیف نہ رہیگی یہ بات فرمائی۔

متی کہتے ہیں۔ یہ بشارت مسیح کے حق میں ہے۔ کیونکہ جب مسیح نے سُنا یحییٰ گرفتار ہوا۔ تو آپ جلیل کو چلے گئے اور ناصرہ کو چھوڑ کفرناحوم میں دریا کے کنارے زبولوں اور نفتالی کی حدود میں جا رہے۔ متی ۴۔ باب ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵۔

فکر کرو

اوّل متی نے صرف اتنے لگاؤ پر کہ مسیح دریا کے کنارے پر جا رہے اشعیا کا قول بشارت بنالیا دوم اشعیا کی آیات کو متی کی آیات سے مقابلہ کریں تو دونوں ایک معلوم نہیں ہوتیں۔ سوم اشعیا

کی کتاب میں گذشتہ زمانہ کا حال معلوم ہوتا ہے۔ اگر آئندہ زمانہ لیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ محمدی لوگوں اور اُن کی تعلیم کا اشارہ ہے۔ جن کی بدولت اس ملک میں کامل توحید پھیلی۔ اور اقسام بُت پرستی کا استیصال ہوا۔ اور مسیح بھی جیسے تھے۔ ویسے مانے گئے۔

مسیح کی چھٹی بشارت

اَب مَیں اپنے رسول کو بھیجوں گا۔ میری برابر راہ کو طیار کریگا۔ اور جس خداوند کی تلاش میں ہو۔ یعنی رسول عہد کی اور اُس سے خوش ہو۔ یکایک اُسی ہیکل میں آجاوے گا۔ لشکروں کا خداوند فرماتا ہے کہ اب وہ آتا ہے۔ ملاکی ۳۔ باب ۱۔

یہ بات ملاکی نبی نے بنی اسرائیل کو خدا کی عدول حکمی پر ملامت کرتے کرتے فرمائی۔ اور اشعیا نبی نے بنی اسرائیل کو اور یروشلم کو تسلی دیتے فرمایا۔

پکارنیوالا پکارتا ہی۔ بیابان میں خداوند کیلئے ایک راہ طیار کرو۔ اور جنگل میں ایک شاہراہ میری خدا کے لئے درست کرو۔ اشعیا ۴۰۔ باب ۳۔ متی مرک لوک۔ تینوں متفق اللفظ کہتے۔ کہ یہ دونوں بشارتیں مسیح کے حق میں ہیں۔ کیونکہ یوحنا کا اصطباغ دینا مسیح کیلئے راہ بنانا ہے۔ اور یوحنا کا کہنا کہ میرے پیچھے اور آتا ہے پکارنے والے کی آواز ہوگی۔ متی ۳ باب۔ مرک ۱۔ باب۔ لوک۔ ۳۔ باب۔

غور کرو۔ یہود بخلاف اسلام یحییٰ کو نبی نہیں مانتے۔ پُرانے عہد میں صاف طور پر انکا ذکر نہیں۔ یحییٰ کی کوئی کتاب موجود نہیں۔ اناجیل میں جو اقوال ہیں۔ وہ زبانی روایات ہیں۔ راویوں کا نام مندرج نہیں۔ عیسائی یقین کرتے ہیں کہ یہ کتابیں روح القدس کے وسیلے سے مرقوم ہوئیں۔ الا مسلمان لوگ جس طرح اپنے جناب[1] کے حواریوں کی سند مانگتے ہیں۔ اسی طرح

---

[1] نوٹ۔ عیسائی لوگ کبھی خوش نہیں ہوتے کہ مسلمان احادیث صحیحہ سے اُن کے سامنے کوئی مستند امر پیش کریں۔ بلکہ اسپر سخت جھنجھلاتے ہیں۔ افسوس ان مسکینوں کو علم حدیث سے مطلق واقفیت نہیں کہ اہل

مسیح کے حواریوں کی سند پوچھتے ہیں۔

بشارات احمد مصطفےٰ محمد مجتبیٰ رحمت عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم

پہلی پیشینگوئی۔ حضرت ابراہیم اپنے بیٹے جناب اسمٰعیل اور انکے مسکن کیلئے دعا کرتے ہیں۔

چونکہ توراۃ میں ابراہیمی واقعات اور تعلیمات کا بہت مفصل ذکر نہیں۔ اور اسمٰعیلی معاملات کا اور بھی کم ذکر ہے۔ اسلیئے توراۃ میں اس دعا کا ذکر اجمالی ہے۔ اور قرآن میں تفصیلی۔ اور نتیجہ دعا اور اسکی قبولیت کا بیان چونکہ پیشین گوئی میں نہایت مطلوب تھا۔ اسلیئے وہ نتیجہ توریت میں مجمل اور قرآن میں مفصل بیان ہوا۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط[1]۔ سیپارہ ۱۔ سورۂ بقر۔ رکوع ۱۵۔

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ[2]۔ پارہ ۱۔ سورۂ بقر۔ رکوع ۱۵۔

---

[1] اور جب کہا ابراہیم نے اے رب کر اس شہر کو امن کا اور روزی دے اسکے لوگوں کو میوے۔ جو کوئی ان میں یقین لاوے اللہ پر اور پچھلے دن پر ۱۲

[2] اور جب اٹھانے لگا ابراہیم بنیادیں اس گھر کی اور اسمٰعیل۔ اے رب ہمارے قبول کر ہم سے تو ہی ہے اصل سنتا جانتا۔ اے رب ہمارے اور کر ہمکو حکم بردار اپنا اور ہماری اولاد میں بھی ایک امت حکم بردار اپنی۔ اور بتا ہمکو دستور حج کرنیکے اور ہمکو معاف کر تو ہی ہے اصل معاف کرنیوالا مہربان ۱۲

بقیہ حاشیہ۔ اسلام نے کس قدر احتیاط علم کے اخذ میں کی ہے۔ دنیا میں اگر کوئی تاریخ۔ کوئی بڑی جلیل الشان کتاب۔ کوئی معتبر قوی روایت اعتبار کے قابل ہو سکتی ہے تو حدیث صحیح بطریق اولیٰ قابل وثوق و وقعت ہو سکتی ہے۔ کس خوبی سے ہر ایک امر کا سراغ ہادی اقدس علیہ الصلوٰۃ تک لگایا گیا ہے کہ خود محققین یورپ نے عقلاً اسکے معجزہ ہونے کا اقرار کیا ہے۔ اناجیل اربعہ جو بعد زمانہ دراز مسیح کے مجہول الاسم والرسم لوگوں نے تحریر کیں حدیث صحیح سے کچھ مناسبت نہیں رکھ سکتیں۔ ہمارے پاس قاطع دلائل اس امر کے ثبوت کے ہیں کہ کتابۃً جمع الاحادیث کا کام آنحضرت کے عین حیات ہی میں آغاز اور تابعین کے عہد میں تو کمال کو پہنچا ۱۲

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ پارۂ ۱۔ سورہ بقر۔ رکوع ۱۵۔

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ۔ پارہ ۱۳۔ سورۂ ابراھیم۔ رکوع ۶۔

نکتہ۔ اس آیت میں لوگوں کے دلوں کو اُن کی طرف جھکایا۔ عجیب قابل غور کلام ہے اور اُس معزز گھر یعنی مکہ معظمہ کا ابراہیم کے زمانے سے عموماً اور آنحضرت کے زمانے سے خصوصاً لاکھوں قسم کی مخلوقات کا مرجع و مرکز ہونا۔ وعدۂ الٰہی کے ثبوت کی بڑی بھاری دلیل ہے۔

اب ان آیات قرآنی کو آیات توریت سے تطبیق دیجاتی ہے۔ توریت میں لکھا ہے حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے آپ کے پلوٹھے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کی نسبت وعدہ فرمایا۔

"میں نے تیری دُعا اسمٰعیل کے حق میں قبول کی۔ دیکھ میں اُسے برکت دُوں گا۔ اور اُسے برومند کرونگا۔ اور اُسے بہت بڑھاؤنگا۔ اور اُس سے بارہ سردار پیدا ہونگے۔ اور اُس سے بڑی قوم بناؤں گا۔"

کتب سابقہ کے ناظرین اور الہامی مضامین میں گہری نگاہ کرنیوالے اگر انصاف سے

لہ اے رب ہمارے اور اُٹھا اُن میں ایک رسول اُنہیں میں کا۔ پڑھے اُن پر تیری آیتیں۔ اور سکھا دے اُن کو کتاب اور پکی باتیں۔ اور اُن کو سنوارے۔ تو ہی ہے زبردست حکمت والا ۱۲

لہ اے رب میں نے بسائی ہے ایک اولاد اپنی میدان میں جہاں کھیتی نہیں۔ تیرے ادب والے گھر پاس۔ اے رب ہمارے تا قائم رکھیں نماز۔ سو رکھ بعضے لوگوں کے دل جھکتے اُن کی طرف اور روزی دے اُن کو میووں سے شاید وہ شکر کریں ۱۲

دیکھیں تو یہ پیشگوئی صاف محمدؐ بن عبداللہ بن اسمٰعیل بن ابراہیم کے حق میں ہے۔ اس بشارت میں کئی امور غور طلب ہیں۔ اوّل "برکت دونگا۔ برومند کرونگا۔ بہت بڑھاؤنگا" نہایت انصاف سے دیکھنے کو مجبور کرتے ہیں اور بڑی بلند آواز سے کہتے ہیں کہ اسمٰعیلی وعدوں کو جسمانی مت کہو۔ صرف جسمانی وعدے میں برکت اور فضیلت نہیں بلکہ بالکل نہیں۔ وہ تو موت کے گہرے کنوئیں میں رہنے کا باعث ہے" منصفو کیا۔ اگر ابراہیم کی اولاد بت پرست۔ رہزن چور۔ جاہل۔ بدتہذیب۔ قمار باز۔ زانی۔ مکار۔ بدکار ہی رہتی۔ تو حضرت اسمٰعیل کو کوئی عاقل کہہ سکتا کہ تو برومند ہوا۔ تجھے برکت ملی۔ تجھے فضل عطا ہوا۔ تجھ سے بڑی قوم بنی۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انکی اولاد میں ایک بڑا زبردست رسول پیدا ہوا جس نے اُس متفرق گروہ کو ایک قوم بنایا۔ اسی کے وسیلے سے وہ قوم برومند ہوئی اور اُسے یہانتک بڑھایا۔ کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ کہکر ابدالآباد تک ہر ملک اور ہر جنس کی آیندہ آنیوالی نسلوں کو اُنکی ترقی کا ضمیمہ بنایا۔ فِدَاہُ اَبِیْ وَ اُمِّیْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

دوم۔ جو بشارات عہد جدید میں حواریوں اور اناجیل کے مصنفوں نے مسیحؑ کی نسبت خیال کرکے مندرج کی ہیں۔ وہ سب کی سب ادنیٰ لگاؤ اور ابہام سے بڑھ کر کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ یہاں نہ صرف لگاؤ ہی لگاؤ بلکہ تصریح و توضیح موجود ہے۔ کہ بنی اسمٰعیل (قوم عرب) فضیلت والے۔ برکت والے۔ برومند۔ امام۔ قوم مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے عہد برکتِ مہد میں ہوئے۔

سوم۔ فضیلت اُسی وقت پوری فضیلت ہوتی ہے جب اپنے اقران و امثال پر ہو۔ اور تمام عالم شاہد ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب اور حجاز والوں نے بنی اسرائیل پر کبھی کوئی علو حاصل نہیں کیا۔ متعصب عیسائی نبیؐ عرب کی بشارات پر ہمیشہ اعتراض کرتے رہے ہیں۔ جو یہودیوں کے اُن اعتراضوں سے کہ بشارات مسیح پر انہوں نے کئے ہیں۔ زیادہ زور آور نہیں ہیں۔ چنانچہ اس بشارت پر یہ اعتراض کیا ہے۔

"اسحاق کی نسبت رُوحانی وعدہ ہے اور اسمٰعیل کی نسبت جسمانی" اگرچہ اس کا جواب ابھی ہو چکا ہے الا مزید توضیح کے لئے کسی قدر تفصیل کی جاتی ہے۔

ہم اسمٰعیلی اور اسحاقی وعدوں کو بمقابلہ یکدگر تورات سے جمع کر کے ناظرین باانصاف کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور ان کے نور ایمان اور انصاف سے پوچھتے ہیں کہ کس طرح سے وہی وعدہ اسمٰعیل کے حق میں تو جسمانی اور اسحاق کے حق میں روحانی ہوسکتا ہے۔ اور چونکہ باریتعالیٰ کے وعدے ابراہیم کے ساتھ دو طرح کے ہیں۔ ایک عام طور پر ابراہیم کی اولاد کے لئے۔ اور ایک خاص طور پر اسمٰعیل اور اسحاق کے لئے۔ اسلیئے قبل از مقابلہ ہم مشترکہ وعدے بیان کرینگے۔ کیونکہ وہ وعدے جیسے اسحاق کے حق میں ہیں۔ ویسے ہی اسمٰعیل کے حق میں بھی ہیں۔ اگر اُن سے اسحاق کو ترجیح ہوسکے تو انھیں سے اسمٰعیل کو بھی ہوسکتی ہے۔ اگر یہ وعدے رُوحانی ہیں۔ تو اسحاق اور اسمٰعیل دونوں کے لئے۔ اور اگر جسمانی ہیں۔ تو بھی دونوں کے لئے۔ اور اگر عام ہیں رُوحانی ہوں یا جسمانی تو بھی دونوں کے لئے۔

مشترکہ وعدے

(۱) جب ابراہیم کنعان میں پہنچا۔ تو خدا نے کہا۔ یہ زمین میں تیری اولاد کو دُوں گا۔ پیدایش ۱۲۔ باب ۷۔

(۲) جب ابراہیم لوط سے جُدا ہوئے۔ خُدا نے کہا۔ آنکھیں کھول چاروں طرف کی زمین تیری اولاد کو دُونگا۔ ۱۳ پیدایش باب ۱۴ تا ۱۶۔

(۳) مصر سے فرات تک کی زمین میں تیری اولاد کو دُونگا۔ پیدایس باب ۱۵۔ ۱۸

(۴) تیری اولاد کو وسیع اور بے شمار کرونگا۔ پیدایش باب ۱۵۔ ۵۔

(۵) جب ابراہیم ننانوے ۹۹ برس کے ہوئے۔ خدا نے وعدہ کیا کہ تجھے زیادہ سے زیادہ کرونگا۔ تجھ سے قومیں پیدا ہونگی۔ اور بادشاہ ہونگے۔ اور کنعان کی زمین بوراثت دائمی

تجھ کو دُونگا۔ پیدائش ۱۷۔ باب ۶ تا ۸۔

یہ وہ وعدے ہیں۔ جو ابراہیم کی اولاد کے لئے مشترکہ ہیں۔ اور یہ خدا کے سچے وعدے دونوں بھائیوں اسمٰعیل اور اسحاق کے حق میں ظاہر ہوئے۔ کنعان کا ملک ایک زمانے تک بنی اسحاق کے قبضے میں رہا۔ پھر تیرہ سو برس سے آجتک بنی اسمٰعیل یا انکے خادموں کے قبضے میں ہے۔ ایسا ہی وہ ملک جو لوط کے جُدا ہوتے وقت ابراہیم نے دیکھا۔ اور ایسے ہی مصر سے فرات تک کا ملک دونوں صاحبوں کو ملا۔ اسمٰعیل اور اسحاقؑ سے ابراہیم کی اولاد بہت بڑھی۔ اُن سے قومیں پیدا ہوئیں۔ بادشاہ نکلے۔ کنعان کے مالک ہوئے۔ کوئی تخصیص بنی اسحاق کے لئے اس میں نہیں۔ بلکہ زبور ۱۰۵۔ ۹ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسحاق سے جسمانی وعدہ تھا۔ کیونکہ لکھا ہے کہ "وہ عہد جو ابراہیم سے ہوُا اور اسحاق سے اُس کی قسم کھائی۔ اور بنی اسرائیل سے دائمی باندھا گیا۔ اور یعقوبؑ سے بطور قانون کے مقرر ہوُا۔ وہ کنعان کی زمین دینے کا وعدہ تھا"

خاص خاص مگر ہم معنی وعدوں کا بیان

تکوین۔ باب ۱۶۔ ۱۷۔ خاتون سارہ آپ کی اولاد بے شمار ہوگی۔

〃 باب ۱۶۔ ۱۵۔ خاتون ہاجرہ آپ کی اولاد بے شمار ہوگی۔

〃 باب ۲۵۔ ۱۱۔ آپ کے فرزند اسحاق کو برکت دی اللہ تعالےٰ نے۔

〃 باب ۱۷۔ ۲۰۔ آپ کے فرزند اسمٰعیل کو برکت دی اللہ تعالےٰ نے۔

〃 باب ۲۱۔ ۱۔ آپ کے درد و غم کو سُنا اللہ نے۔

〃 باب ۱۶۔ ۱۱۔ آپ کے درد و غم کو سُنا اللہ نے۔

〃 باب ۲۶۔ ۲۴۔ آپ کے فرزند کے ساتھ خدا تھا۔

〃 باب ۲۱۔ ۲۰۔ آپ کے فرزند کے ساتھ خدا تھا۔

پیدائش ۔۱۰ باب ۲۵۔ یہ تقسیم اللہ تعالیٰ نے زمانۂ یقطان میں کردی تھی۔
" باب ۱۷۔ ۸۔ آپ کی اولاد کو زمین کنعان دی گئی۔
" باب ۱۵۔ ۱۸۔ آپ کی اولاد کو زمین عرب عنایت ہوئی۔
" باب ۱۷۔ ۱۹۔ آپ کے فرزند کا اللہ تعالےٰ نے نام رکھا۔
" باب ۱۷۔ ۱۱۔ آپ کے فرزند کا اللہ تعالیٰ نے نام رکھا۔
" باب ۱۷۔ ۱۶۔ آپ کا فرزند بادشاہوں اور قوموں کا باپ ہوا۔
" باب ۱۷۔ ۲۰۔ ۲۵۔ ۲۶۔ آپ کا فرزند بادشاہوں اور قوموں کا باپ ہوا۔
" باب ۱۵۔ ۴۔ آپکا فرزند پہلوٹا اور وعدۂ وراثت اور تسلی کا پہلا مصداق تھا۔

سارہ   ہاجرہ

" باب ۱۶۔ ۱۲۔ آپ کو برکت دی گئی اور فرزند کی بشارت دی گئی۔ اور آپ کو بتایا گیا کہ وہ عربی ہوگا۔

نکتہ۔ اُردو ترجموں میں لفظ وحشی اور جنگلی لکھا ہے۔ جو ٹھیک لفظ عربی یا اُمّی کا مرادف ہے۔ (دیکھیں تو اہل کتاب اسے کیونکر گوارا کرسکتے ہیں) پیدائش ۱۷ باب ۱۵۔ آپکے فرزند کے باعث آپ سرے سے سرہ ہوئیں۔ پیدائش ۱۷ باب ۱۵۔ آپکے فرزند کے باعث آپ کے شوہر کا نام ابرام سے ابرہام ہوا۔

بشارت ۲ دوم۔ مثلیت موسیٰ۔ موسیٰ کی پانچویں کتاب استثناء باب ۱۸۔ ۱۷ تا ۲۲ ملاحظہ کرو۔ اور خداوند نے مجھے کہا کہ اُنہوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا۔

مَیں اُن کے لئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا۔ اور اپنا کلام اُس کے مُنہ میں ڈالونگا۔ اور جو کچھ مَیں اُسے کہونگا۔ وہ سب اُن سے کہیگا۔ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہیگا۔ نہ سُنے گا۔ تو مَیں اُسکا حساب اُس سے لونگا۔ لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جسکے کہنے کا مَیں نے اُسے

حکم نہیں دیا۔ یا اور معبودوں کے نام سے کہے۔ تو وہ نبی قتل کیا جاویگا۔ اور اگر تو اپنے دل میں کہے میں کیونکر جانوں کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں۔ تو جان رکھ کہ جب نبی کچھ خداوند کے نام سے کہے۔ اور وہ جو اُس نے کہا ہے۔ پورا نہ ہو۔ یا واقع نہ ہو۔ تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی۔ بلکہ اُس نبی نے گستاخی سے کہی ہے۔ تو اس سے مت ڈر۔

اس بشارت کا بیان دو حصوں میں منقسم کیا جاتا ہے۔ اول حصے میں اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ بشارت خاص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے۔ اور دوسرے حصے میں یہ بیان کریں گے۔ کہ جن لوگوں نے اسکو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نہیں مانا۔ اُن کے اعتراض صرف دھوکا ہیں۔

حصہ اول اس پیشینگوئی میں موسیٰ نے بڑا بسط کیا ہے۔ اور جہانتک ممکن تھا۔ اُس نبی کا نشان ظاہر کیا۔

اول اُس نبی کی قوم کو بتایا۔ کہ وہ بنی اسرائیل کے بھائیوں سے ہوگا۔

دوم۔ وہ نبی مجھ سا ہوگا۔ (تشبیہ محل تامل ہے کہ کس امر میں موسیٰ سا ہوگا۔)

سوم۔ خدا کا کلام اُس کے مُنہ میں ہوگا۔

چہارم۔ جو کچھ باری تعالیٰ اُس سے فرمائے گا۔ وہ سب کچھ کہدیگا۔

پنجم۔ جو کوئی اُس کی مخالفت کریگا۔ اور کہا نہ سُنے گا۔ وہ سزایاب ہوگا۔

ششم۔ اگر وہ نبی بدوں حکم باری تعالیٰ کے کچھ کہے۔ تو وہ مارا جائے گا۔

ہفتم۔ وہ نبی توحید کا واعظ۔ غیر معبودوں کی پرستش کا مانع ہوگا۔ اگر غیر معبودوں کے نام سے کچھ کہیگا۔ تو مارا جائے گا۔

ہشتم۔ اسکی پیشینگوئیاں پوری ہونگی۔ اور جھوٹے نبی کی کوئی پیشینگوئی پوری نہ ہوگی۔ کچھ کے لفظ پر غور کرو۔ جو بشارت کے اِس فقرے میں ہے۔ (جب نبی کچھ خداوند کے نام سے کہے)

نہم۔ سچا اس قابل ہے کہ تو اُس سے ڈرے۔ الا جھوٹا نبی چونکہ جلد ہلاک ہو جاویگا۔ تو

اُس سے مت ڈر۔

یہی چند باتیں اس پیشینگوئی میں ہیں۔ جن پر ناظرین کو غور چاہیئے۔
موسیٰ نے اپنی مثلیت کے لئے اپنی کوئی خاص صفت اُن امور کے سوا بیان نہیں
کی۔ گو موسیٰ میں ہزاروں اور صفات ہوں۔ اِلّا یہ امر کہ وہ نبی مجھ سا کن صفات میں ہوگا۔ سوائے
امور مذکورہ پیشینگوئی کے بیان نہیں فرمایا۔ پس ہم یقین کرتے ہیں۔ اور ہر منصف تسلیم کریگا۔
انہیں امور میں تشبیہ اور مثلیت موسیٰ کو مقصود تھی۔ علاوہ بریں جب کسی چیز کو کسی چیز کا مثل
کہا جاتا ہے۔ تو صرف چند امور محققہ میں تشبیہ مطلوب ہوتی ہے۔ اب ہم دکھلاتے ہیں کہ قرآن
نے اس پیشینگوئی کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ثابت ہونے کا صرف دعویٰ ہی
نہیں کیا۔ بلکہ کل مدارج طے کر کے سچا کر دکھایا۔ اور تمام امور مندرجۂ پیشینگوئی کو تسلیم کر کے
بڑے دعوے سے کہا کہ آنحضرتؐ کے سوا اور کوئی اس کا مصداق ممکن نہیں۔

امرِ اول۔ بنی اسمٰعیل بنی اسرائیل کے بھائی ہیں۔ دیکھو قرآن میں آنحضرتؐ کو حکم ہوا
وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۔ [۱] پارہ ۱۹۔ سورۂ شعراء۔ رکوع ۱۱۔ اسپر آنحضرتؐ اپنی قوم
کو حکم دیتے ہیں۔

(۱) وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ
مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ۔ [۲] پارہ ۱۷۔ سورہ حج۔ رکوع ۱۰
(۲) رَبَّنَآ اِنِّىْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ [۳]
پارہ ۱۳۔ سورۂ ابراھیم۔ رکوع ۶۔

---

[۱] اور ڈر سنا دے اپنے نزدیک کے ناتے والوں کو ۱۲۔

[۲] اور محنت کرو اللہ کے واسطے جو چاہیئے اُسکی محنت اُس نے تم کو پسند کیا اور نہیں رکھی دین میں تم پر
کچھ مشکل۔ دین تمہارے باپ ابراہیم کا اُس نے نام رکھا تمہارا مسلمان حکم بردار پہلے سے ۱۲

[۳] اے رب میں نے بسائی ہے ایک اولاد اپنی میدان میں جہاں کھیتی نہیں ہے تیرے ادب والے گھر کے پاس ۱۲

دیکھو قرآن نے صاف بتایا۔ قرآن نے صریح کہا۔ قریش لوگو! تم اپنے باپ براہیمؑ کے مذہب کو اختیار کرو۔

امر دوم۔ وہ نبی موسیٰ کا سا ہوگا۔ اور قرآن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لکھا ہے۔

(۱) اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا۔ پارہ ۲۹۔ سورۂ مزمل۔ رکوع ۱۔

(۲) قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ۔ پارہ ۲۶۔ سورۂ احقاف۔ رکوع ۱۔

شَاهِدٌ کی تنوین واسطے تفخیم و تعظیم کے ہے۔ اور لفظ مِثْلِهٖ قابل غور ہے۔

(۳) قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ پارہ ۲۶۔ سورہ احقاف۔ رکوع ۴۔

نوٹ۔ حضرت موسیٰ کا قصہ بتکرار و کثرت قرآن میں مذکور ہونا اس امر کا اشارہ اور اظہار کرتا ہے کہ قرآن اپنے رسول عربی کو مثیلِ موسیٰ ثابت کرتا ہے۔

امر سوم کی نسبت فرماتا ہے۔

(۱) وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ پارہ ۲۷۔ سورہ نجم۔ رکوع ۱۔

---

[۱] ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول بتلانے والا تمہارا۔ جیسے بھیجا فرعون کے پاس رسول ۱۲

[۲] تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر یہ ہو اللہ کے یہاں سے اور تم نے اسکو نہیں مانا۔ اور گواہی دے چکا ایک گواہ بنی اسرائیل کا ایک ایسی کتاب کی پھر وہ یقین لایا۔

[۳] بولے اے قوم ہماری ہم نے سنی ایک کتاب جو اُتری ہے موسیٰ کے پیچھے سچا کرتی سب اگلوں کو سمجھاتی سچا دین اور راہ سیدھی ۱۲

[۴] اور نہیں بولتا ہے اپنے چاؤ سے یہ تو حکم ہے جو بھیجتا ہے ۱۲

(۲) لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ - پارہ ۲۹ - سورۂ قیامۃ - رکوع ۱ -

(۳) وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ - پارہ ۱ - سورہ بقر - رکوع ۳ -

نوٹ - کلام مُنہ میں ڈالنا یا دل میں ڈالنا - اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ کلام اُس نبی کے قلب نبوّت پر لفظاً یا معناً بہمیں ترتیب بلا تقدم و تاخر خدا کی طرف سے ڈالا گیا ہے - آیت دوم میں خداوند خدا قرآن کا جامع اور قاری اپنی ذات مقدس کو ٹھیراتا ہے - اور آنحضرتؐ کو صرف پڑھ سُنانے والا مقرر فرماتا ہے - یہ بڑا بھاری اشارہ پیشینگوئی کے امر سوم کی طرف ہے کہ میں اپنا کلام اُس کے مُنہ میں دُونگا -

امر چہارم - **حجۃ الوداع** یعنی آخری حج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا - چنانچہ چند الفاظ اُس طویل خطبے کے آخر سے نقل کئے جاتے ہیں - اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ فَقَالَ النَّاسُ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ۱۲

(۱) اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا - پارہ ۶ - سورۂ مائدہ - رکوع ۱ -

---

[۱] نہ چلا تو اُس کے پڑھنے پر اپنی زبان کہ شتاب اُس کو سیکھ لے - وہ تو ہمارا ذمہ ہے اُس کو سمیٹ رکھنا اور پڑھانا - پھر جب ہم پڑھنے لگیں تو ساتھ رہ تو اُس کے پڑھنے کے پھر مقرر ہمارا ذمہ ہے اُسکو کھول بتانا ۱۲

[۲] اور اگر تم شک میں ہو - اُس کلام سے جو اُتارا ہم نے اپنے بندے پر تو لاؤ ایک سورت اس قسم کی اور بلاؤ جن کو حاضر کرتے ہو اللہ کے سوائے اگر تم سچے ہو ۱۲ [۳] اے میرے پروردگار کیا میں نے سب کچھ پہنچا دیا - لوگوں نے کہا ہاں - تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - اے اللہ میرے تو گواہ رہ ۱۲

[۴] آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور پورا کیا میں نے تم پر احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے دین مسلمانی ۱۲ -

نوٹ - یہ آیت اور وہ حدیث باظہارِ حق و باقرارِ عباد گواہی دیتی ہے کہ آنحضرت ؐ نے سب کچھ بتلایا۔

امرِ پنجم - تمام مکہ اور حجاز کے گھر گھر کو دیکھو تمام مخالفوں اور اسکا کہا نہ ماننے والوں کا نام و نشان نہ رہا۔ اور دیکھو کہ آیت اِنَّ[1] شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ کی پیشینگوئی کیسی پوری ہوئی اہلِ حجاز پر ہی کیا منحصر ہے تمام عرب اور بلادِ شام پر غور کرو۔ جو خدا کی خاص چھاؤنی اور کل انبیائے بنی اسرائیل کا ہیڈ کوارٹر اور کالج ہے۔ دیکھو اسی پیشینگوئی کے مطابق قرآن فرماتا ہے۔

(۱) اِنَّآ[2] اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا - پارہ ۲۹ - سورۂ مزمل - رکوع ۱ -

(۲) يٰقَوْمَنَآ[3] اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ پارہ ۲۶ - سورہ احقاف - رکوع ۴ -

امرِ ششم[4] - قرآن فرماتا ہے۔

(۱) وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝ پارہ ۲۹ - سورہ حاقہ - رکوع ۲ -

---

[1] بیشک جو بیری ہے تیرا وُہی رہا پیچھا کٹا۔ [2] ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول بتانے والا تمہارا جیسے بھیجا فرعون کے پاس رسول۔ پھر کہا نہ مانا فرعون نے رسول کا۔ پھر پکڑا ہم نے اُس کو پکڑ وبال کی ۱۲

[3] اے قوم ہماری مانو اللہ کے بلانے والے کو اور اُسپر یقین لاؤ۔ کہ بخشے تم کو تمہارے گناہ اور بچاوے تم کو ایک دُکھ کی مار سے اور جو کوئی نہ مانے گا اللہ کے بلانے والے کو تو وہ نہ تھکا سکیگا بھاگ کر زمین میں اور کوئی نہیں اُس کو اُس کے سوا مددگار۔ اور وہ لوگ بھٹکے ہیں صریح ۱۲ [4] اور اگر یہ بنا لاتا ہم پر کوئی بات تو ہم پکڑتے اس کا داہنا ہاتھ۔ پھر کاٹ ڈالتے اس کی ناڑ۔ پھر تم میں کوئی نہیں اس سے روکنے والا۔ ۱۲

(۲) اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىهُ ؕ قُلۡ اِنِ افۡتَرَيۡتُهٗ فَلَا تَمۡلِكُوۡنَ لِىۡ مِنَ اللّٰهِ شَيۡـئًا ؕ

پارہ ۲۶ - سورۂ احقاف - رکوع ۱ -

(۳) يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ؕ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسٰلَـتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ - پارہ ۶ - سورۂ مائدہ - رکوع ۱۰ -

نوٹ - پہلی اور تیسری آیت کی محل تفسیر دیکھو مضمون قرآن کی پیشینگوئیاں -

اثر سفتم کی نسبت تمام قرآن مالا مال ہی - فروگذاشت کے خوف سے چند آیات مرقوم ہیں -

ایات منع شرک

(۱) قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشۡرِكَ بِهٖ شَيۡـئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ پارہ ۳ - سورۂ عمران - رکوع ۷

(۲) قُلۡ تَعَالَوۡا اَتۡلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمۡ عَلَيۡكُمۡ اَلَّا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـئًا وَّبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا ۚ سیپارہ ۸ - سورۂ انعام - رکوع ۱۹ -

(۳) قُلۡ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّىَ الۡفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ وَالۡاِثۡمَ وَالۡبَغۡىَ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ وَاَنۡ تُشۡرِكُوۡا بِاللّٰهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهٖ سُلۡطٰنًا وَّاَنۡ تَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ - سیپارہ ۸

۱؎ کیا کہتے ہیں یہ بنا لایا - تو کہہ اگر میں بنا لایا ہوں تو تم میرا بھلا نہیں کر سکتے اللہ کے سامنے کچھ ۱۲

۲؎ اے رسول پہنچا جو اترا تیرے رب کی طرف سے اور اگر یہ نہ کیا تو تو نے کچھ نہ پہنچایا اُس کا پیغام اور اللہ تجھ کو بچا لے گا لوگوں سے ۱۲ ۳؎ تو کہہ اے کتاب والو آؤ - ایک سیدھی بات پر ہمارے تمہارے درمیان کی کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کو اور شریک نہ ٹھہراویں اُس کا کسی چیز کو - اور نہ پکڑیں آپس میں ایک ایک کو رب سوائے اللہ کے ۱۲

۴؎ تو کہہ آؤ میں سنا دوں جو حرام کیا ہے تم پر تمہارے رب نے کہ نہ شریک کرو اُسکے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ سے نیکی ۱۲ ۵؎ تو کہہ میرے رب نے منع کیا بیحیائی کے کام کو جو کھلے ہیں ان میں اور جو چھپے ہیں اور گناہ اور زیادتی ناحق کی اور یہ کہ شریک کرو اللہ کا جس کی اُس نے سند نہیں اُتاری - اور یہ کہ جھوٹ بولو اللہ پر جو تم کو معلوم نہیں ۱۲

سورۂ اعراف - رکوع ۴ -

(۴) وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا[1] سیپارہ ۵ - سورۂ نساء - رکوع ۶ -

(۵) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا[2] - سیپارہ ۵ - سورہ نساء - رکوع ۷ -

(۶) وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا[3] - سیپارہ ۱۸ - سورۂ فرقان رکوع ۱ -

(۷) وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۭ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا[4] - سیپارہ ۱۹ - سورۂ فرقان - رکوع ۴ -

امر ہشتم - اسپر ہم نے برہانِ نبوّت کے واسطے ایک علیحدہ باب قائم کیا ہے - اور مفصّل مضمون لکھا ہے - دیکھو مضمون قرآن کی پیشین گوئیاں - مگر اس جگہ مختصراً اُس مضمون کی تجدید کی جاتی ہے -

---

[1] اور بزرگی کرو اللہ کی اور ملاؤ مت اُس کے ساتھ کسی کو ۱۲ -

[2] تحقیق اللہ نہیں بخشتا ہے یہ کہ اُس کا شریک پکڑے - اور بخشتا ہے اُس سے نیچے جس کو چاہے - اور جس نے ٹھہرایا شریک اللہ کا اُس نے بڑا طوفان باندھا - ۱۲

[3] اور لوگوں نے پکڑے ہیں اُس سے ورے کتنے حاکم جو نہیں بناتے کچھ چیز اور آپ بنے ہیں - اور نہیں مالک اپنے حق میں ہیں بُرے کے نہ بھلے کے اور نہیں مالک مرنے کے نہ جینے کے اور نہ جی اٹھنے کے ۱۲

[4] اور جہاں تجھ کو دیکھا کچھ کام نہیں تجھ سے - مگر ٹھٹھے کرنے کیا یہی ہے جس کو بھیجا اللہ نے پیغام دے کر یہ تو لگا ہی تھا کہ بچلا دے ہم کو ہمارے ٹھاکروں سے - کبھی ہم نہ ثابت رہتے اُن پر - اور آگے جائیں گے جسوقت دیکھیں گے عذاب کون بچلا ہے راہ سے ۱۲

اوّل اوّل آنحضرتؐ نے مکّے میں موسٰی کی مثلیت کا دعویٰ کیا۔ اور آپنے[1] مخالفین کو آنے والے عذاب سے مخالفت کے باعث ڈرایا۔ اسپر کفّار مکّہ نے کہا کہ اگر تو سچّا ہو تو اُس کا نشان ہمیں دکھا کہ ہم پر عذاب آوے۔ چنانچہ قرآن مجید اس معاملے کی اسطرح خبر دیتا ہو۔

فَقَدْ کَذَّبُوْا[2] بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَ اَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْهِمْ مِّدْرَارًا وَّ جَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ۔ سیپارہ ۷۔ سورہ انعام رکوع ۱۔

اس آیت میں بدوں میعاد معینہ کے مطلق تکذیب پر ہلاکت کی خبر دی۔ پھر فرمایا۔

---

[1] اس مقام پر آنحضرت کا خط جو اُنہوں نے خیبر کے یہود کو لکھا نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہو۔ اس سے غرض یہ ہو کہ آپ بڑے استقلال اور قوی یقین سے مثلیت کا دعوی کرتے تھے۔ اور آپکے مخاطبین تعصب اور حسد کے سوا انکار کی کوئی وجہ نہیں دیکھتے تھے۔ ابن ہشام۔ من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب موسٰی و اخیہ و المصدق لما جاء بہ موسٰی۔ الا ان اللہ قد قال لکم یا معشر اھل التوراۃ وانکم لتجدون ذٰلک فی کتابکم محمد رسول اللہ۔ وانی انشدکم باللہ الا اخبرتمونی ھل تجدون فیما انزل اللہ علیکم ان تؤمنوا بمحمد فان کنتم لا تجدون ذٰلک فی کتابکم فلا اکرہ علیکم قد تبین الرشد من الغی۔

ترجمہ۔ محمد رسول اللہ کیطرف سے جو موسٰی کا مثیل اور اسکا بھائی اور اُسکی تعلیمات کو سچا کرنیوالا ہو۔ اے گروہ اہل تورات دیکھو اللہ تعالیٰ نے تمہیں فرمایا اور تم اس بات کو اپنی کتاب میں پاتے ہو "محمد اللہ کا رسول ہو" اور میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں بتاؤ تو سہی جو کچھ اللہ نے تمپر اُتارا تم اسمیں یہ نہیں لکھا پاتے کہ تم لوگ محمد پر ایمان لاؤ۔ اگر تم اپنی کتاب میں نہیں پاتے ہو تو میں تمہیں مجبور نہیں کرتا۔ ضلالت اور ہدایت ممتاز ہو چکی ہو۔ ابن ہشام جلد ا صفحہ ۱۹۶

[2] جھٹلا چکے حق بات کو جب اُن تک پہنچی اب آگے آویگا اُن پر حق اس بات کا جسپر ہنستے تھے۔ کیا دیکھتے نہیں کتنی ہلاک کیں ہمنے پہلے اُن سے سنگتیں اُنکو جمایا تھا ہمنے ملک میں جتنا تمکو جمایا۔ اور چھوڑ دیا ہمنے اُنپر آسمان برستا اور بنا دیں نہریں بہتی اُنکے نیچے پھر ہلاک کیا اُنکو اُنکے گناہوں پر۔ اور کھڑی کی اُنکے پیچھے اور سنگت ۱۲

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ؕ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۔ سیپارہ ۷۔ سورۂ انعام رکوع ۸۔

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔ سیپارہ ۹۔ سورۂ انفال۔ رکوع ۴۔

اس آیت میں یہ بات بتائی۔ کہ تیرے یہاں ہوتے ہوئے۔ یعنی مکّے میں وہ عذاب نہیں آئیگا۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ؕ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ؕ سیپارہ ۲۰۔ سورہ نمل۔ رکوع ۶۔

اس میں بتایا کہ یہ عذاب کچھ حصّہ اُس عذاب موعود کا ہوگا۔ اور تمہاری تباہی اور استیصال کا شروع ہوگا۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ؕ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ؕ سیپارہ ۲۲۔ سورہ سبا۔ رکوع ۳۔

نوٹ۔ نبوّت کا دن ایک برس کا ہوتا ہے۔ جیسے دن جو ساتھ صبح اور شام کے نبوّت میں لکھا ہو یا شام یا صبح سے شروع کرے۔ تو چوبیس گھنٹے کا شمار ہوتا ہے۔ ورنہ ایک سال کا۔

دیکھو اندرونہ بائیبل صفحہ ۳۱۳۔

۱؎ اور تیری قوم نے اُسے جھٹلایا حالانکہ یہ حق ہے تو کہدے اے محمد میں تم پر وکیل نہیں ہوں۔ ہر ایک خبر کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ پس عنقریب تم جان لوگے ۱۲

۲؎ اور جب کہنے لگے کہ یا اللہ اگر یہی دین حق ہے تیرے پاس سے تو ہم پر برسا آسمان سے پتھر یا لا ہم پر دُکھ کی مار اور اللہ ہرگز عذاب نہ کرتا اُن کو جب تک تو تھا اُن میں ۱۲

۳؎ اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو تو کہہ شاید تمہاری پیٹھ پر پہنچی ہو بعض چیز جس کی شتابی کرتے ہو ۱۲

۴؎ اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ۔ اگر تم سچے ہو۔ تو کہہ تم کو وعدہ ہے ایک دن کا۔ نہ دیر کروگے اُس سے ایک گھڑی نہ شتابی ۱۲ ۔

پادری صاحبان غور کرو قرآن نے کیسا معجزہ دکھلایا۔ کہ اُن کے زوال کا وقت بھی بتادیا۔ اور یہ وعدہ جنگ بدر میں پورا ہوا۔ کیونکہ بدر کی لڑائی ٹھیک ایک برس بعد ہجرت کے واقع ہوئی۔ یعنی ۱۵ جولائی ۶۲۲ء کو آنحضرت مکے سے ہجرت کرکے مدینے تشریف لے گئے۔ اور ۶۲۳ء میں قریش سے جنگ بدر ہوئی[۱] اور اس بدر کی لڑائی کو قرآن نے آیت یعنی بڑا نشان ٹھیرایا جو کامیابی اسلام کا گویا آغاز ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

[۲] قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ۔ سیپارہ ۳۔ سورۂ عمران۔ رکوع ۲۔

[۳] وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ سیپارہ ۴۔ سورۂ عمران۔ رکوع ۱۳۔

یہاں وُہ پیشینگوئی جو یسعیاہ باب ۲۱ درس ۱۳ سے شروع ہوتی ہے پوری ہوئی "عرب کی بابت الہامی کلام۔ عرب کے صحرا میں تم رات کو کاٹوگے۔ اے دوانیوں کے قافلو۔ پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرتے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو۔ روٹی لے کے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو۔ کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھنچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔ کیونکہ خداوند نے مجھکو یوں فرمایا۔ ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ٹھیک ایک برس قیدار کی ساری حشمت جاتی رہیگی۔ اور تیراندازوں کی جو باقی رہی قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائینگے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا"۔

---

[۱] دیکھو سنین اسلام جلد اول۔ مصنفہ ڈاکٹر لیٹنر صفحہ ۲۷۔ مطبوعہ انجمن پنجاب لاہور۔

[۲] ابھی ہو چکا ہے تم کو ایک نمونہ دو فوجوں میں جو بھڑی تھیں ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے اللہ کی راہ میں اور دوسری منکر ہے یہ انکو دیکھتے ہے اپنے دو برابر صریح آنکھوں سے اور اللہ زور دیتا ہے اپنی مدد کا جسکو چاہے اسی میں خبردار ہو جاویں جنکو آنکھ ہے ۱۲

[۳] اور تمہاری مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم بے مقدور تھے۔ سو ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم احسان مانو ۱۲

اس لڑائی میں قیدار کے اکثر سردار مارے گئے۔ اور وہ کامیابی جو سچائی کا معیار ہوتی ہے ظاہر ہوگئی۔ اور یہ بدر کی فتح اسلام کے حق میں ایسی ہی اکسیر اعظم ہوئی۔ جیسی جنگ ملوین[1] برج کی فتح دین عیسوی کے حق میں۔

نویں[9] امر کی نسبت قرآن فرماتا ہے۔

وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ[2] فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔ سیپارہ ۲۸۔ سورۂ حشر۔ رکوع ۱۔

توریت میں بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ سچے نبی سے ڈریں لیکن اُن لوگوں نے کفّار مکّہ کی طرح نبی برحق کی مخالفت کی۔ وعید الٰہی سے نڈر ہوگئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بنی نضیر (بنی اسرائیل) ویران اور تباہ ہوکر مدینے سے نکل گئے۔

بعض عیسائی کہتے ہیں کہ یہ بشارت مسیح کے حق میں ہے۔ پر یہ دعویٰ اُن کا صحیح نہیں کیونکہ مسیح اور موسیٰ کے حالات میں کسی قسم کی مماثلت جو پیشینگوئی میں مندرج ہے ہرگز نہیں پائی جاتی۔

وجہ اوّل[1] یہ ہے کہ مسیح صاحب شریعت نہ تھے بلکہ شریعت موسوی کے پیرو تھے۔ چنانچہ اُن کے بپتسما لینے۔ ختنہ کرانے۔ یروشلم میں آنے سے ظاہر ہے۔

دوئم[2]۔ مسیح نے خود بھی تو دعویٰ نہیں کیا۔ کہ بشارت مثلیت میرے حق میں ہے اور نہ اُنکے حواریوں نے اس بشارت کو اُنکی طرف منسوب کیا۔ بلکہ اعمال باب ۳۔ ۱۹ سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح اس کا مصداق نہیں "پس توبہ کرو اور متوجہ ہو کہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں۔ تاکہ خداوند کے حضور سے تازگی بخش ایام آویں اور یسوع مسیح کو پھر بھیجے جس کی منادی تم لوگوں کے درمیان آگے سے ہوئی۔ ضرور ہے کہ آسمان اُسے لئے رہے۔ اُسوقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر اپنے

---

[1] یہ لڑائی ۳۱۲ء میں قسطنطین اعظم اور میکزینشن قیصر میں ہوئی تھی اور قیصر مذکور کو جو اس میں شکست ہوئی اسکو عیسائی فتح مبین اپنے دین کی سمجھتے ہیں ۱۲

[2] اور ڈالی اُنکے دلوں میں دُھاک اُجاڑنے لگے اپنے گھر اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں سو دہشت مانو اے آنکھ والو ۱۲

سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا۔ اپنی حالت پر آویں۔ کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا۔ کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی میرے مانند اُٹھائیگا۔ جو کچھ وہ تمہیں کہے اُس کی سب سنو۔ اور ایسا ہوگا۔ کہ ہر نفس جو اُس نبی کی نہ سُنے۔ وہ قوم سے نیست کیا جاویگا۔ بلکہ سب نبیوں نے سموئیل سے لے کر پچھلوں تک جتنوں نے کلام کیا اُن دنوں کی خبر دی ہے۔ تم نبیوں کی اولاد اور اس عہد کے ہو۔ کہ خدا نے باپ دادوں سے باندھا ہے۔ جب ابرہام سے کہا کہ تیری اولاد سے دُنیا کے سارے گھرانے برکت پاوینگے۔ تمہارے خُدا نے اپنے بیٹے یسوع کو اُٹھا کے پہلے بھیجا۔ کہ تم میں سے ہر ایک کو اُسکی بدیوں سے پھیر کے برکت دے۔" اِس سے کئی باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

اوّل۔ مسیح کی آمد اوّل کے بعد اور آمد ثانی سے پہلے اس پیشین گوئی کا پورا ہونا ضروری ہے۔

دوم۔ موسیٰ ؑ کے بعد یوشع اور اسکے بعد کے انبیاء اور سموئیل سے لیکر پچھلوں تک کوئی بھی اس کا مصداق نہیں ہوا۔

سوم۔ حضرت ابراہیم کی دُعا کو سوائے ارسال اُن انبیا کے جو بنی اسرائیل میں سے مُرسل ہوئے۔ کوئی خاص خصوصیّت اُس نبی سے ہے۔

چہارم۔ مسیح اُس نبی سے پہلے آیا۔ اب اُس دُوسرے کی ضرورت ہوئی۔

پنجم۔ حواری کے قول سے صاف ظاہر ہے کہ اس بشارت کا مصداق نبی مسیح سے پہلے نہیں گذرا۔ اور خود مسیح بھی نہیں۔ اِس لئے کہ اُس نبی کے آنے تک ضرور ہے۔ کہ آسمان مسیح کو لئے رہے۔

سوال۔ اگر کوئی شخص کہے کہ بنی عیسو اور بنی قطورا کیوں اُسکے مصداق نہیں ہوسکتے۔

جواب۔ اوّل اُن میں سے کسی نے اِس پیشینگوئی کو اپنے حق میں ثابت نہیں کر دکھایا۔

دوم۔ پولوس نامۂ رومیاں ۹ باب۔ درس ۱۲ میں فرماتا ہے۔ خداوند نے یعقوب ؑ سے

محبّت کی۔ اور عیسو سے عداوت۔

سوم۔ عیسو نے مسور کی دال پر اپنی نبوّت بیچدی۔ پیدایش ۲۵ باب ۳۲-۳۳۔

چہارم۔ یعقوب نے فریب سے نبوّت کا ورثہ اُس سے لے لیا۔ پیدایش ۲۷ باب ۳۵۔

بنو ابنائے قطورا زندگی ہی میں خارج ہو چکے تھے۔ مرتے وقت صرف اسمٰعیل اور

اسحاق پاس تھے۔ پیدایش ۲۵۔ باب لغایت ۹۔

حل الاشکال میں اس پیشین گوئی پر اعتراض کیا کہ بشارت میں تجھ میں سے کا لفظ وارد ہے

جواب (۱) خدا کے اس کلام میں جو موسیٰ نے نقل کیا یہ لفظ نہیں۔

(۲) یہ لفظ تجھ میں سے۔ اعمال باب ۳۔ ۲۲۔ میں نہیں۔

(۳) یونانی ترجمے میں نہیں۔

دُوسرا اعتراض۔ مسیحؑ نے اس بشارت کو اپنی طرف نسبت کیا۔

جواب (۱) چونکہ مسیح بقول آپ کے مصلوب و مقتول ہوئے تو اسکے مصداق نہ رہے۔

(۲) اس بشارت کو مسیحؑ نے بالتخصیص اپنی طرف نسبت نہیں کیا۔ دیکھو۔ یوحنا باب ۵

۴۶ تخصیص بشارت کا پتا ہی نہیں دیا۔ اور یونہی گول مول رہنے دیا۔

(۳) صاحب حل الاشکال نے میزان میں۔ فصل ۳۔ باب ۲ میں لکھا ہو کہ پیدایش

باب ۲۔ ۱۵۔ میں مسیح کی بشارت ہے۔ پھر یہی یوحنا۔ باب ۵۔ ۴۶۔ میں کیوں نہیں۔

(۴) یوحنا باب ۱۔ ۲۰۔ ۲۵۔ اور اُس نے اقرار کیا۔ اور انکار نہ کیا۔ بلکہ اقرار کیا۔ کہ

میں مسیح نہیں۔ تب اُنہوں نے اُس سے پُوچھا۔ کہ تو اور کون کیا تو الیاس ہو۔ اُس نے کہا۔

مَیں نہیں ہوں۔ پس آیا تو وہ نبی ہے۔ اُس نے جواب دیا نہیں۔

یوحنا انجیلی۔ یُوحنا بپتسما دینے والے کی شہادت میں لکھتا ہے کہ نہ وہ مسیح ہے

نہ ایلیا۔ نہ وہ نبی۔ اور ریفرنس میں وہ نبی کا نشان استثنا باب ۱۸۔ ۱۵۔ و ۱۸ دیا ہے

یعنی موسیٰؑ کے مثل نبی۔ اور وہ صرف نبی عربی ہے۔

پادری عماد الدین نے تحقیق الایمان میں اور پادری ٹھاکر داس نے عدم ضرورت قرآن میں مماثلت پر گفتگو کی ہی۔ اور بہت ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔ جسے دیکھکر اُن کی ناکامیاب کوششوں پر سخت افسوس آتا ہے۔ پادری عماد الدین نے بچوں کا قتل۔ چالیس دن کا روزہ۔ معجزات اور شریعت رُوحانی (معدوم الوجود) بمقابلۂ شریعت موسوی کے وجہ مماثلت ٹھہرائی ہے۔

تعجّب کی بات ہے۔ کیونکہ مُوسیٰؑ کے وقت بچوں کا قتل ہُوا ہی نہیں۔ بلکہ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے پہلے بنی اسرائیل کی کثرت کے خوف سے یہ کارروائی کی تھی۔ اور چالیس دن کا روزہ تو ایلیا نے بھی رکھا۔ دیکھو اوّل سلاطین ۱۹ باب درس ۸ - رہے معجزات ایلیا نے بھی مُردے زندہ کئے۔ دیکھو اوّل سلاطین ۱۷ باب ۲۲ و ۲۳ - و دوم سلاطین۔ باب ۴ - ۳۵ - ایلیا نے دریا کے دو حصّے کرکے زمین خشک نکالی۔ اور دریا پار ہوُا۔ دیکھو دوم سلاطین باب ۲ - ۸ - ایلیا نے دُوسروں کو معجزات کے لائق بنایا۔ دوم سلاطین باب ۲ - ۱۰ - ایلیا جسم سے آسمان پر چلا گیا۔ دوم سلاطین باب ۲ - ۱۱ - ایلیا نے تیل کو بڑھایا۔ دوم سلاطین باب ۴ - ۳ - ایلیا کی رُوح سے الیشع نے کوڑھ اچھا کیا۔ دوم سلاطین باب ۵ - ۱۰ و ۱۴ -

تیسری بشارت

خدا سیناؔ سے نکلا اور سعیرؔ سے چمکا۔ اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوُا۔ اُسکے داہنے ہاتھ میں شریعت ہی۔ ساتھ لشکر ملائکہ کے آیا۔ توریت کتاب ۵ - باب ۳۳ - ۲

آئے گا اللہ جنوب سے اور قدوس فاران کے پہاڑ سے آسمان کو جلال سے چھپا دیا۔ اُس کی ستائش سے زمین بھر گئی۔ حبقوق۔ باب ۳ - ۳ - سینا سے موسیٰ جیسا بادشاہ صاحبِ شریعت ظاہر و باطن نکلا۔ سعیر سے جسکے پاس بیت لحم اور ناصرہ ہے۔

مسیح ظاہر ہوا۔

قرآن نے اس پیشینگوئی کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بیان کیا ہے۔ دیکھو۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝

قسم انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی اور اس شہر امن والے کی ۱۲۔

ان تین مقامات کی خصوصیت نہایت غور کے قابل ہے۔ عہد عتیق میں اس تخصیص کی وجہ مفصل مذکور رہوئی تھی۔ قرآن کا طرز ہی کہ جس بات کی تفصیل عہد عتیق وجدید میں نہ ہو۔ اُسکی تفصیل کرتا ہی۔ اور جسکا بیان وہاں مفصل ہو۔ اُسکی طرف مجمل اشارہ کرتا ہی۔ اب دیکھو قرآن نے مسیح کے مبدائے ظہور کو تین اور زیتون سے تعبیر فرمایا۔ اسکی وجہ یہ ہی کہ زیتون کے پہاڑ کے پاس مسیح نے ایک گدھے کا بچہ منگوایا۔ اور اسکے ذریعے سے اپنی نسبت ایک بڑی پیشینگوئی کو ثابت کیا۔ دیکھو لوقا۔ باب ۱۹۔ ۳۰۔ متی۔ باب ۲۱۔ ۱ مرقس باب ۱۱۔ ۱

تین کے درخت کے پاس ایک معجزہ ظاہر کیا۔

دیکھو مرقس باب ۱۱۔ ۱۴۔ اور انجیر کا نشان دینے پر ایک شخص ایمان لایا۔ یوحنا باب ۱۔ ۴۸۔ وادی فاران اور دشتِ فاران کی تفسیر قرآن نے یہ فرمائی ہی کہ فاران سے شہر مکہ مراد ہے۔ جہاں مسیح جیسا بشیر اور موسے جیسا بشیر و نذیر نکلا۔ جسکی شریعت کی نسبت کہا گیا۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا[1]۔ سیپارہ ۶۔ سورۂ مآئدہ رکوع ۱۔

(۱) فاران کے پہاڑ سے ایسا ظاہر ہوا کہ تمام دُنیا اُس کا لوہا مان گئی۔ اُسکے داہنے ہاتھ میں شریعت روشن ہے۔ اُس کا لشکر ملائکہ کا لشکر ہے۔ اُسکے سبب خدا جنوب سے آیا۔ اُس کی ستائش سے زمین بھر گئی۔ موافق اور مخالف نے محمد محمد یا احمد احمد پکارا۔

[1] آج میں نے پورا کر دیا تمہارے لئے دین کو تمہارے اور پوری کر چکا میں اوپر تمہارے نعمت کو اپنی اور پسند کیا میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو ۱۲

اِس سے زیادہ زمین اور ستایش سے اور کیا بھرتی۔ دشمن بھی محمدؐ کے نام سے پکارتے ہیں۔ پُرانے عربی ترجموں میں "اُس کی ستایش سے زمین بھر گئی" کے بجائے یہ لفظ لکھے ہیں وَامْتَلَاءَ الْاَرْضُ مِنْ تَحْمِیْدِ اَحْمَدَ[1]۔

نوٹ۔ محمدؐ بمعنی ستایش کیا گیا۔ اور احمدؐ بڑا ستایش کیا گیا۔ کیونکہ صیغہ افعل مبالغہ فاعل اور مفعول دونوں کے لیئے آتا ہے۔

(۲) سینا کی جنوبی حد سے فاران شروع ہوتا ہے۔ مکّہ۔ مدینہ اور تمام حجاز فاران میں ہے کون دُنیا کی ابتدا سے سوائے نبی عربی صاحب شریعت ستایش کیا گیا۔ یعنی محمدؐ یا احمدؐ کے فاران میں پیدا ہوا۔

(۳) وادی[2] فاطمہ میں گل جذمیہ یعنی پنجۂ مریم بیچنے والوں سے پوچھو۔ کہ وہ پھول کہاں سے لاتے ہیں۔ تو لڑکے اور بچے بھی یہی کہینگے۔ کہ مِنْ بَرِیَّۃِ فَارَان یعنی دشتِ فاران سے۔

(۴) وہ کونسا فاران ہے۔ جس میں سے خدا ظاہر ہوا۔ جہاں سے مسیح کے بعد رسول نکلا۔ اور اسپر روشن شریعت نازل ہوئی۔ وہ کونسا مذہب ہے جو فاران سے نکل کر تمام دُنیا کے مشرق و مغرب میں پھیل گیا۔

(۵) اسمٰعیلؑ کی اولاد کو برکت کا وعدہ تھا۔ وہ اولادِ اسمٰعیل کی عرب میں آباد ہوئی تھی اور اُن میں سے موسٰی کا سا نبی ظاہر ہوتا تھا۔

(۶) فاراؔن کے معنی وادی غیر ذی زرع کے ہیں۔ اور یہی مکّے کی صفت قرآن میں بیان ہوئی۔ اِس مضمون کے شروع میں دیکھ لو۔

---

[1] اور بھر گئی زمین ستایش سے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ۱۲۔

[2] وادی فاطمہ مکّے اور مدینے کے درمیان ایک بڑا دُرّہ ہے۔ ملکی زبانی روایتوں کے رُو سے جو تواریخ قدیمہ کی جزو اعظم خیال کی جاتی ہیں یہ ثبوت بھی عجیب ثبوت ہے ۱۲۔

(۷) یسعیا ۲۱ باب ۱۶ میں دیکھ - قیداریوں کا عرب میں ہونا ثابت ہی۔ اور وہ اسمٰعیل کا بیٹا ہے - دیکھو توریت باب لشکر ملائکہ کے ثبوت کے لئے - دیکھو یہوداکا عام خط - باب ۱ ۱۴ - دیکھ خداوند اپنے لاکھوں مقدسوں کے ساتھ آتا ہی - تاکہ سبھوں کی عدالت کرے -

عیسائیوں نے اس بشارت پر بڑی کوششوں سے اعتراض جمائے ہیں - قبل اسکے کہ اُنکے اعتراض اور تردیدوں کا بیان کیا جائے - حضرت ہاجرہ والدۂ اسمٰعیلؑ اور اسمٰعیلؑ کا قصہ مختصراً بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ اعتراضات اور جوابات میں امتیاز رہے -

(۱) حضرت ابراہیمؑ جب بہت بوڑھے ہوئے - چاہا کہ اپنے غلاموں سے کسی کو وارث بناویں - خدائے تعالیٰ نے فرمایا - تیرا بیٹا ہی تیرا وارث ہوگا - پیدایش باب ۱۵ - ۴ -

(۲) حضرت ابراہیم کی پہلی بیبی حضرت سارہ بہت بوڑھی ہوگئی تھیں - اسلئے اُنھوں نے حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم کے نکاح میں دیدیا - پیدایش باب ۱۶ - ۳ -

(۳) حضرت ہاجرہ سے سارہ کو جیسی کہ عادۃً سَوتوں میں ایک رنجش پیدا ہوجاتی ہے - کچھ کشیدگی سی ہوگئی - اسلئے حضرت ہاجرہ تنگ آکر وہاں سے نکلیں راستے میں فرشتے نے کہا واپس جا - اللہ تجھے برکت دیگا - تیری اولاد وسیع اور بے شمار ہوگی - تیرے ایک لڑکا ہوگا - اُس کا نام اسمٰعیلؑ رکھنا - وہ عربی ہوگا - اُس کا ہاتھ سب پر ہوگا - پیدایش ۱۶ - باب ۷ - ۱۱ -

نوٹ - حال کے ترجموں میں " اُس کا ہاتھ سب کی ضد میں " لکھا ہے - اگرچہ اس ترجمے کو تسلّی اور برکت کا لفظ باطل کرتا ہے - الّا پھر بھی ایک عجیب بات اسکے سچ ماننے پر ہمیں مائل کرتی ہے - وہ یہ ہے کہ اہلِ کتاب کو ہمیشہ سے حضرت اسمٰعیلؑ اور بنی اسمٰعیل سے ضد رہتی تھی - یہ ایک قدرتی ثبوت ہی جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ اُن کے دل میں حضرت اسمٰعیلؑ کی حقیقت کھٹکتی چلی آتی ہے -

اور وہ بمقابلے اپنے بھائیوں کے سکونت کریگا - پیدایش ۱۶ باب ۱۲ -

(۴) حضرت ہاجرہ حاملہ ہوئیں اور لڑکا جنیں۔ اور اس کا نام اسمٰعیلؑ ہوا۔ پیدایش باب ۱۶-۱۵-

(۵) پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم سے کہا کہ اب تیرا نام ابرام نہ پکارا جاویگا۔ بلکہ ابراہام۔ کیونکہ تجھ سے بہت سی قومیں پیدا ہونگی۔ اور سب کا باپ کہلائیگا۔ پیدایش ۱۷-۱- باب ۵-

(۶) پھر ابراہیمؑ نے اسمٰعیلؑ کے لئے دُعا کی۔ خدا نے کہا۔ مَیں نے تیری دُعا اسمٰعیلؑ کے حق میں سُنی۔ بیشک مَیں اُسے برکت دُونگا۔ اور برومند کرونگا۔ اُسکی اولاد بکثرت ہوگی۔ اور اُس کی پُشت سے بارہ امام یا شاہزادے پیدا ہونگے۔ اور مَیں اُن کو ایک قوم عظیم اور ممتاز کرونگا۔ پیدایش باب ۱۷- ۲۰-

(۷) اسمٰعیل کے لئے برکت اور عہد دونوں ہیں۔ پیدایش باب ۱۷- ۷-

(۸) حضرت اسمٰعیلؑ جب تیرہ برس کے ہوئے اُنکا ختنہ ہوا۔ اور کہیں اسحاقؑ پیدا ہوئے۔ سارہ اسپر ناراض ہوئیں اور کہا ہاجرہ کو مع اُسکے فرزند کے نکال دے۔ اسلئے کہ یہ بشمول اسحاق وارثلے نہ ہو۔ خدائے تعالےٰ نے ابراہیمؑ سے فرمایا رنجیدہ مت ہو۔ جیسے سارہ کہتی ہے ویسے ہی کر۔ اسحاق تیری اولاد ہے۔ مگر مجھے ہاجرہ کے فرزند سے ایک قوم بنانا ہے۔ کیونکہ وہ تیرا نطفہ ہے۔ علی الصّباح ابراہیم نے ہاجرہ اور اسمٰعیل کو روٹی اور پانی دے کر نکالدیا۔ اور انہوں نے بیرشبع پر راستہ گم کیا۔ قصّہ مختصر خشک بیابان میں تکلیف اُٹھاتے اُٹھاتے ایک دفعہ پانی سے ناچار ہوگئیں اور درخت کے نیچے بچے کو کوڈال دیا۔ اور آپ دُور جابیٹھیں۔ تاکہ اُس کی پیاس کی موت کو نہ دیکھیں۔ اور آسمان

لے سارہ کا یہ کلام رنجش اور کمزوری کے سبب سے ہے۔ خدا کی طرف سے الہام نہیں کہ اس سے استدلال کیا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے دل سارہ کی طرف سے بھرے ہوئے ہیں۔ جو اسمٰعیل کی نسبت اُن کے دل صاف نہیں ہوتے ۱۲-

کی طرف منہ کرکے روئیں۔ تب فرشتے نے آواز دی۔ کیا تو بیمار ہے۔ خوف مت کر خداوند نے تیرے بچے کی آواز سن لی۔ اے ہاجرہ اٹھ اور بچے کو اٹھا۔ اسواسطے کہ میں اسے قوم کا بزرگ بناؤنگا۔ اور خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں۔ تب انہوں نے ایک چشمہ پایا۔ (وہی جسے مسلمان چاہ زمزم کہتے ہیں) اسمٰعیل بڑھے اور تیرانداز ہوئے۔

حضرت اسمٰعیل کی والدہ ہاجرہ نے پھرتے پھرتے آخر کہاں مقام فرمایا اور کس جگہ سکونت اختیار کی۔ تحقیق طلب بات ہے۔ لیکن ہم دعوٰی کرتے ہیں کہ فاران میدان میں بمقام بیت اللہ مکۂ معظمہ میں وہ ٹھہریں۔ اور اس امر کے ثبوت کے لئے وجوہات ذیل ہیں۔

(۱) تواتر۔ اور یہ وہ دلیل ہے کہ اگر اسپر وثوق نہ رہے۔ تو پھر تواریخ قدیمیہ کے اثبات کا کوئی طریقہ باقی نہیں رہتا۔ تورات کو موسیٰؑ کی کتاب مانا تو تواتر سے۔ مسیح کو ناصری یا ابن داؤد مانا تو تواتر سے۔

(۲) ملکی اور قومی روایات اور مشہورہ حکایات سے جنکا ذکر تواریخ میں اور لوگوں کی زبانوں پر غیر متبدل اور مستحکم چلا آتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی اس قصے کی تصدیق ضروری اور لابدی امر ہے۔ کیونکہ کسی تاریخی واقعے کی تکذیب کر دینا باوجودیکہ وہ عقل کے مخالف نہ ہوں سخت غلطی ہے۔

پس جبکہ ملکی روایات اور مشہورہ حکایات اور تواریخ قدیمیہ متفقاً ثابت کرتے ہیں کہ حضرت ہاجرہ نے وادی مکہ میں سکونت کی اور ملک حجاز۔ وہی دشتِ فاران ہے۔ تو کونسی بات ان امور کے قبول کرنے سے ہمیں مانع ہے۔ کیا کوئی قانون قدرت اسے محال بتلاتا ہے۔ یا عقل اس کو باور کرنے سے کتراتی ہے۔

(۳) پرانے جغرافیوں اور قدیم کھنڈرات کی تحقیقات کرنی چاہیئے کہ اسمٰعیلؑ کہاں آباد ہوئے جہاں وہ مقام ملے وہی انکی سکونت کا مقام ہوگا۔ اور وہی مقام وادی فاران ہے۔

حضرت اسمٰعیلؑ کے بارہ بیٹے تھے۔ پہلا بنایوث عرب کے شمال مغربی حصے میں آباد ہوا۔ ریورنڈ کانزری پی کاری ایم اے نے اپنے نقشے میں اُس کا نشان ۲۸ و ۳۰ درجہ عرض شمالی اور ۳۶ و ۳۸ درجہ طول مشرقی کے درمیان میں لگایا ہے۔ ریورنڈ مسٹر فاسٹر کہتے ہیں کہ بنایوث کی اولاد عربیا پیٹرا سے مشرق کی طرف عربیا دیزرٹا تک اور جنوب کی طرف خلیج الامتک و حجاز تک پھیل گئی تھی۔

اسٹریبر کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ بنایوث کی اولاد نے اس سے بھی زیادہ ملک گھیر لیا تھا۔ اور مدینے تک اور بندر حُورا اور بندر ینبُو تک جو بحر قلزم کے کنارے پر ہے۔ اور مدینے سے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ اُن کی عملداری ہوگئی۔ ریورنڈ مسٹر فاسٹر کہتے ہیں کہ اس مختصر بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنایوث کی اولاد صرف پتھریلے میدانوں ہی میں نہیں پڑی رہی۔ بلکہ حجاز اور نجد کے بڑے بڑے ضلعوں میں پھیل گئی۔

ممکن ہے کہ رفتہ رفتہ بنایوث کی اولاد عرب کے بہت بڑے حصّے میں پھیل گئی ہو۔ الّا یہ بات کہ بنایوث کی سکونت اور اسکی اولاد کی سکونت عرب ہی میں تھی۔ بخوبی ثابت ہے۔

دوسرا بیٹا قیدار[1]۔ بنایوث کے پاس جنوب کیطرف حجاز میں آباد ہوا۔

ریورنڈ مسٹر فاسٹر لکھتے ہیں کہ اشعیا نبی کی کتاب سے بھی صاف صاف قیدار کا مسکن حجاز ثابت ہوتا ہے۔ جس میں مکّہ اور مدینہ بھی شامل ہے۔ اور زیادہ ثبوت اسکا حال کے جغرافیے میں شہر الحذر اور بنت سے پایا جاتا ہے۔ جو اصل میں القیدار اور بنایوث ہیں۔ یورتیس اور بطلیموس اور پلینے اعظم کے زمانوں میں یہ قومیں حجاز کی باشندہ تھیں۔ کیڈری یعنی قیڈری۔ دری مخفف قیدری۔ اور

---

[1] معنی لفظ قیدار صاحب الابل۔ ابن خلدون جلد دوم صفحہ ۳۳۱ لفظ قیدار کے معنی ہیں۔ اُونٹوں والا۔ معلوم ہوا کہ قیدار ہی حضرت اسمٰعیلؑ کے ولیعہد اور معتنی بہ شخص تھے۔ آپکا نام بھی عرب اور اس کے خصوصیات سے عجیب مناسبت رکھتا ہے ۱۲۔

گڈرونائینی یعنی قیداری ۔ کدربتی یعنی قیڈری ۔ دیکھو ہسٹری جغرافیہ جلد اول صفحہ ۲۴۸ ۔ پس بخوبی ثابت ہے کہ قیدار حجاز میں آباد تھا ۔ کارٹر پی کاری نے اپنے نقشے میں قیدار کی آبادی کا نشان ۲۶ و ۲۷ درجہ عرض شمالی ۔ ۳۷ و ۳۸ درجہ طول شرقی کے درمیان میں لگایا ۔

تیسرا۳ بیٹا ادبیل ہے ۔ بموجب سند جوزیفس کے ادبیل بھی اپنے اُن دونوں بھائیوں کے ہمسائے میں آباد ہوا ۔

چوتھا۴ بیٹا مبسام ہے ۔ مگر اُس کی سکونت کے مقام کا پتا نہیں ملتا ۔

پانچواں بیٹا مشماع ہے ۔ مسٹر فاسٹر کا یہ قیاس صحیح ہے کہ عبرانی میں جس کو مشماع لکھا ہے ۔ اُسی کو یونانی ترجمہ سبٹوا الجینٹ میں مشما ۔ اور جوزیفس نے مسماس اور بطلیموس نے مسمیز لکھا ہے ۔ اور عرب میں اُسی کی اولاد بنی مسما کہلاتی ہے ۔ پس کچھ شبہ نہیں کہ یہ بیٹا اولاً قریب نجد کے آباد ہوا ۔

چھٹا۶ بیٹا دوماہ تھا ۔ مشرقی اور مغربی جغرافیہ دان قبول کرتے ہیں کہ یہ بیٹا تہامہ میں آباد ہوا تھا ۔ معجم البلدان میں لکھا ہے کہ دومۃ الجندل کا نام واقدی کی حدیث میں دوماۃ الجندل آیا ۔ اور ابن نُقیفہ نے اُس کو اعمال مدینہ میں گنا ہے ۔ اس کا نام دوم ابن اسمٰعیل ابن ابراہیم کے نام پر ہوا ۔ اور زجاجی کہتا ہے کہ اسمٰعیل کے بیٹے کا نام دومان ہے ۔ بعضے کہتے ہیں کہ اُس کا نام دمہ تھا ۔ ابن کلبی کہتا ہے کہ دوماہ اسمٰعیل کا بیٹا تھا ۔ جب تہامہ میں حضرت اسمٰعیل کی بہت اولاد ہوگئی ۔ تو دوماہ وہاں سے نکلا اور بمقام دومہ قیام کیا ۔ اور وہاں ایک قلعہ بنایا اور اُس کا نام دوماہ اپنے نام پر رکھا ۔ اور ابوعبید سکونی کا قول ہے کہ دومۃ جندل قلعہ اور گاؤں شام اور مدینے کے درمیان میں ہیں ۔ قریب جبل طی کے اور دومہ وادی قریٰ کے گاؤں میں سے ہے ۔ مسٹر فاسٹر بھی اسکو تسلیم کرتے ہیں ۔ اور ابتک یہ ایک مشہور جگہ عرب میں موجود ہے ۔

ساتواں بیٹا مسّا تھا۔ یہ بیٹا حجاز سے نکلکر یمن میں آباد ہؤا۔ اور یمن کے کھنڈرات میں ابتک مسّا کا نام قائم ہے۔ کاتری پی کاری نے اپنے نقشے میں اس مقام کا نشان ۱۳ درجے اور ۳۰ دقیقے عرض شمالی۔ اور ۴۳ درجے اور ۳۰ دقیقے طول شرقی میں قائم کیا ہے۔ اسمٰعیل اور انکی تمام اولاد حجاز میں تھی۔ بلاشبہ جب اولاد جوان ہوئی اور کثرت ہوگئی۔ تب مختلف مقاموں میں جاکر سکونت اختیار کی۔ مگر عمدہ بات قابل غور یہ ہے کہ سب کا پتہ عرب ہی میں یا حجاز میں یا حجاز کے آس پاس پایا جاتا ہے۔

آٹھواں بیٹا حدد۔ اسکو عہد عتیق میں حداد بھی لکھا ہے۔ یمن میں شہر جدیدہ ابتک اُسی کا مقام بتلا رہا ہے۔ اور قوم جدیدہ جو یمن کی ایک قوم ہے اُسی کے نام کو یاد دلاتی ہے۔ زہیری مؤرخ کا بھی یہی قول ہے اور مسٹر فاسٹر بھی اسی کو تسلیم کرتا ہے۔

نواں بیٹا تیما تھا۔ اس کی سکونت کا مقام نجد ہے۔ اور بعد کو رفتہ رفتہ خلیج فارس تک پہنچ گیا۔

دسواں بیٹا یطور ہے۔ مسٹر فاسٹر بیان کرتے ہیں کہ اُس کا مسکن جدور میں تھا۔ جو جبل کسیونی کے جنوب اور جبل الشیخ کے مشرق میں واقع ہے۔

گیارھواں بیٹا نافلیش تھا۔ مسٹر فاسٹر جوزیفس اور توریت کی سند سے لکھتے ہیں کہ عربیبیا ڈیزرٹا میں اُن کی نسل کے نام سے آباد تھے۔

بارھواں بیٹا قیدماہ۔ انہوں نے بھی یمن میں سکونت اختیار کی۔ مؤرخ مسعودی نے لکھا ہے کہ اصحاب الرس اسمٰعیل کی اولاد میں سے تھے۔ اور وہ دو قبیلے تھے۔ ایک کو قدمان اور دوسرے کو یامین کہتے تھے۔ اور بعضوں کے نزدیک رعویل اور یہ یمن میں تھے۔

اب اس تحقیقات سے جو جغرافیے کے رو سے نہایت اطمینان کے قابل ہر دو باتیں ثابت ہوگئیں۔ ایک یہ کہ حضرت اسمٰعیل اور اُن کی تمام اولاد عرب میں آباد ہوئی۔ اور

دوسرے یہ کہ مرکز اس خاندان کی آبادی کا حجاز تھا۔ جہاں اسمٰعیل کی مقدم اولاد کا مسکن ہوا تھا۔ اور پھر اُس مرکز سے اور طرف عرب میں پھیلے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت اسمٰعیل نے حجاز میں سکونت اختیار کی تھی۔ اور اُسی کا قدیم نام فاران ہے۔ جو حضرت موسٰی اور حضرت حبقوق نے اپنی اپنی بشارتوں میں بتایا۔

عیسائیوں کے اعتراض

اگرچہ یہ بات نہایت صفائی سے ظاہر ہے کہ وادی حجاز اور وادی فاران دونوں ایک ہیں۔ اور اسمٰعیل کی اولاد کے ٹوٹے پھوٹے کھنڈر اُس کی گواہی دے رہے ہیں۔ مگر باایہمہ عیسائی اُس کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور موقع فاران کی نسبت مفصلہ ذیل تین رائیں قرار دیتے ہیں۔

(۱) یہ کہ وہ اُس وسیع میدان کو جو بیر شبع کی شمالی حد سے کوہ سینا تک پھیلا ہوا ہے۔ فاران کہتے ہیں۔

(۲) قادیش جہاں ابراہیم نے (بیر شبع) کھودا اور فاران ایک ہیں۔

(۳) فاران اسی وادی کا نام ہے جو سینا سے غربی نشیب پر ہے۔ جہاں قبریں عمارتیں اب ملی ہیں۔

جواب

(۱) بتاؤ یہاں اسمٰعیل اور اس کی صلبی اولاد کب آباد ہوئی۔

(۲) گنتی ۱۳-۲۵ و ۲۶ وہ سردار کنعان کو دیکھکر پھرے تو بیابان فاران میں سے قادیش میں پہنچے (قادیش شمالی حد فاران کی ہے) یاد رہے اس آیت کی اصل عبری عبارت یہ ہے۔ اِلْ مِدْبَرْ فَارَانَ قَادَشِیْئَہْ۔ لفظی ترجمہ طرف وادی فاران کے بہ نیل مرام۔ قادیش کے معنی ہائل کے بھی ہیں۔ دیکھو ترجمۂ القلس۔

فاران تین ہیں۔ ایک حجاز میں۔ دوسرا طور یا سینا کے پاس۔ تیسرا سمرقند میں۔

سمرقند والا فاران بحث سے خارج ہے۔ اور جو فاران طور یا سینا کے قرب میں واقع ہے۔ وہ فاران نہیں جو ابراہیم کے وقت تھا۔ وہ نہیں جس کا توراۃ میں ذکر ہے۔ وہ نہیں جہاں ہاجرہ نے اسمٰعیل کے ہمراہ بیر شبع میں راستہ گم کرکے اقامت کی۔ اور وہ نہیں جہاں ابتداءً اسمٰعیل کی اولاد آباد ہوئی۔ وہ نہیں جہاں سے بعد سعیر خدا نے ظہور کیا۔

ہاں بلاشبہ زمانے کے دور میں اسمٰعیل کی اولاد حجاز سے نکلکر تمام عرب میں خلیج فارس تک پھیل گئی۔ پس اگر حجاز کے سوا اور جگہ سے پرانے ایسے کھنڈرات ملے ہوں۔ جو بنی اسمٰعیل کے ناموں کے مشابہ ہوں۔ یا مطابق تو وہ اس نفس الامری بات کو اٹھا سکتے ہیں کہ اسمٰعیل حجاز میں آباد ہوا۔ جو فاران سینا کے مغرب میں ہے۔ اور جس کے آثار ملے ہیں۔ وہ توریت کا فاران نہیں۔ موسیٰ کے زمانے میں اس کا وجود نہ تھا۔ موسیٰ مصر سے نکلے۔ اور بحر احمر سے پار ہوئے۔ تو شور میں پہنچکر سن کو طے کرکے افیدیم میں ٹھیرے۔ وہاں کتاب ۲۔ ۷ لغایت ۸ میں ہے۔ عمالیق آکر اترے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ عمالیق افیدیم کی نہ تھی۔ یہاں یاد رکھو کہ افیدیم کوہ سینا کے مغرب اور مصر کے شرق میں ہے۔ پھر افیدیم سے موسیٰ مشرق کیطرف سینا کو چلے اور سینا میں پہنچے۔ اس سینا کے غربی فاران کا ذکر موسیٰ نے نہیں کیا۔ پھر سینا سے آگے بڑھے اور شمال مشرق کو چلے۔ اس راہ میں حضرت موسیٰ کہتے ہیں۔ بنی اسرائیل بیابان سے نکلے اور بادل بیابانِ فاران میں ٹھہر گیا۔ کتاب ۴۔ ۱۰۔ ۱۲۔

اس تقریر سے ثابت ہوگیا۔ کہ حضرت موسیٰ کے وقت فاران کوہ سینا کے شمال مشرق میں قادیش کے قریب واقع تھا۔ اور وہی حجاز کا بیابان ہے۔ نہ غربی نشیب سینا کا۔ البتہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ عرب کی ایک قوم جو فاران بن حمیر کی اولاد میں سے تھی۔ اور بنی فاران کہلاتی تھی کسی زمانے میں سینا کے مغرب میں آباد ہوئی۔ اور اس سبب سے وہ مقام فاران مشہور ہوگیا۔ یہ وہ فاران نہیں جس کا ذکر توراۃ میں ہے۔

(خطبات الاحمدیہ بتبدیلِ یسیرٍ)

چوتھی بشارت

میرا دوست نورانی۔ گندم گوں۔ ہزاروں میں سردار ہے۔ اس کا سر ہیرے کا سا چمکدار ہے۔ اس کی زُلفیں مسلسل مثل کوّے کے کالی ہیں۔ اس کی آنکھیں ایسی ہیں جیسے پانی کے کُنڈل پر کبوتر۔ دُودھ میں دُھلے ہُوئے نگینے کے مانند جڑی ہیں خانے میں۔ اسکے رخسارے ایسے ہیں جیسے ٹٹی پر خوشبودار بیل چھائی ہوئی۔ اور چکلی پر خوشبو گڑی ہوئی۔ اسکے ہونٹ پھول کی پنکھڑیاں جن سے خوشبو ٹپکتی ہے۔ اسکے ہاتھ ہیں سونے کے ڈھلے ہوئے۔ جواہر سے جڑے ہوئے۔ اس کا پیٹ جیسے ہاتھی دانت کی تختی۔ جواہر سے لپی ہوئی۔ اسکی پنڈلیاں ہیں جیسے سنگِ موسیٰ کے ستون۔ سونے کے بیٹھکے پر جڑے ہوئے۔ اس کا چہرہ مانند ماہتاب کے۔ جوان مانند صنوبر کے۔ اس کا گلا نہایت شیریں اور وہ بالکل مُحَمَّدٌ یعنی تعریف کیا گیا ہے۔ یہ ہی میرا دوست اور میرا محبوب۔ (بیٹیو یروشلم کی) کتاب غزل الغزلات سلیمان باب ۵ آیت ۱۰ لغایت ۱۶) اگرچہ اس مقام پر حضرت سلیمان نے خدا کی تسبیح میں گیت گایا ہے۔ اور ایسی مناجات کی ہے۔ مگر ضرور وہ ایک کسی بڑے شخص قابلِ تعظیم و ادب کے آنے کے متوقع ہیں۔ اور اس کی بشارت دیتے ہیں۔ اور اسی کو اپنا محبوب بتاتے ہیں۔ اور اپنے اُس محبوب کی شاعرانہ تعریف کرتے ہیں۔ اور پھر صاف بتاتے ہیں کہ وہ میرا محبوب مُحَمَّدٌ ہے۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ۔ محمدؐ کے معنی تعریف کئے گئے کے ہیں۔ پس حضرت سلیمان نے اپنی مناجات میں اپنے محبوب کی تعریف کرتے کرتے اس کا نام ہی لے لیا۔ کہ اگر اسکے معنی لو تو وہ بھی ایک لفظ تعریف ہے۔ ورنہ وہ صاف صاف نام ہی تو ہے۔ یہ مقام ایسا ہے جس میں صاف نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بتا دیا گیا ہے۔ مگر ہمارے خطبے کے پڑھنے والوں کے دلوں میں شبہ جاویگا۔ کہ اگر نام بتانا تھا۔ تو محمدؐ کہا ہوتا محمدیم کیوں کہا۔ مگر یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ عبرانی زبان میں ی اور م علامت جمع کی ہے۔

اور جب کوئی بڑی قدر کا شخص اور عظیم الشان ہوتا ہے۔ تو اُس کے اسم کو بھی جمع بنا لیتے ہیں۔ جیساکہ خدا کا نام الوہ ہے۔ اُس کی جمع الوهیم بنائی ہے۔ اور اسی طرح بعل جو ایک بُت کا نام تھا۔ جس کو نہایت عظیم الشان سمجھتے تھے۔ اُس کی جمع بعلیم بنائی تھی۔ اور یہی قاعدہ اسم اسورث کا لگایا گیا ہے۔ جو دوسرے بُت کا نام ہے۔ پس اسی طرح اس مقام پر بھی حضرت سلیمان نے بسبب ذی قدر اور عظیم الشان ہونے اپنے محبوب کے اُسکے نام کو بھی صیغۂ جمع کی صورت میں بیان کیا ہے۔ اور سچ ہے کہ محمدؐ سے زیادہ کون شخص محمدیم کہلانے کا مستحق ہے۔ پس یہ ایسی بشارت ہے، جس میں صاف صاف نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بتایا گیا ہے۔ خطبات الاحمدیہ۔

پانچویں بشارت

سب قوموں کو ہلا دُونگا۔ اور حمد سب قوموں کا آویگا۔ اور اُس گھر کو بزرگی سے بھر دونگا۔ کہا خداوند خلائق نے۔ کتاب حجی نبی۔ باب ۱۱۔ آیت ۷۔ اِس آیت میں لفظ حمدث جو آیا ہے۔ اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتے ہیں کہ ہر قسم کی پاک چیزوں کے لیئے بولا جاتا ہے۔ اسی مادے سے محمد اور احمد اور حامد اور محمود ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نکلے ہیں۔ اور اس بشارت میں لفظ حمدث کے کہنے سے صاف اشارہ ہے کہ جس شخص کے مبعوث ہونے کی اس میں بشارت ہے وہ شخص ایسا ہے۔ کہ اُس کا نام حمد کے مادے سے مشتق ہے۔ اور وہ کوئی نہیں سوائے محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ عیسائی مذہب کے پادری خیال کرتے ہیں کہ یہ بشارت حضرت عیسےٰؑ کے مبعوث ہونے کی ہے۔ مگر یہ خیال دو وجہ سے صحیح نہیں۔ اوّل اسلیئے کہ حضرت متی نے جسقدر بشارتیں عہد عتیق میں حضرت عیسےٰؑ کی بیان کی ہیں۔ اُن سب کو بالتفصیل آپنے انجیل میں لکھا ہے۔ کیونکہ وہ انجیل عبرانی زبان میں یہودیوں کی ہدایت کے لیئے لکھی گئی تھی۔ اور اسی سبب سے تمام بشارتیں جو توریت و انجیل و زبور و صحف انبیا میں تھیں۔ حضرت

متی نے لکھی تھیں۔ مگر اس بشارت کا ذکر حضرت متی نے نہیں کیا۔ اگر یہ بشارت حضرت عیسےٰ سے متعلق ہوتی۔ تو ضرور حضرت متی اُس کا ذکر کرتے۔ دوسرے یہ کہ حمد کے مادے سے حضرت عیسےٰ کے نام پر کسی طرح اشارہ نہیں ہوسکتا۔ بلکہ یہ اشارہ خاص اُسی شخص کے نام کا ہے۔ جس کا نام اسی مادے سے مشتق ہوا ہے۔ اور اسی لئے یہ بشارت حضرت عیسیٰ کی نہیں ہے۔ بلکہ اُس کی بشارت ہے جس کی نسبت حضرت عیسےٰ نے بشارت دی تھی۔ کہ یَأْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ اِسْمُهٗ اَحْمَدُ۔ گاڈفری ہیگنٹس نے بھی اپنی کتاب میں باستدلال قول ریورنڈ بارک ہرسٹ صاحب کے لکھا ہے۔ کہ یہ بشارت حضرت عیسےٰ کی نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اُس شخص کی ہے جس کے آنے کی بشارت خود حضرت عیسےٰؑ نے دی تھی۔
"آویگا میرے بعد اسکا نام احمد ہے"

خطبات احمدیہ۔

چھٹی بشارت

اور ایک جوڑی سواروں کی دیکھی۔ ایک سوار گدھے کا۔ اور ایک سوار اُونٹ کا۔ او خوب متوجہ ہوا۔ کتاب اشعیا نبی۔ ۲۱۔ باب ۷۔ اس آیت میں حضرت اشعیا نبیؑ نے دو شخصوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو خدا کی سچی پرستش کو ازسرنو قایم کرینگے۔ اُن میں سے ایک کو گدھے کی سواری کے نشان سے بتلایا ہے۔ اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس سے حضرت عیسیٰ کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ جناب ممدوح گدھے پر سوار ہو کر یروشلم بیت المقدس میں داخل ہوئے تھے۔ اور بلاشبہ حضرت عیسےٰؑ نے خدا کی سچی پرستش قایم کی اور یہودیوں نے جو مکاری اور دغابازی سے شریعت کے صرف ظاہری احکام کی ریاکاری سے پابندی اختیار کی تھی۔ اور دلی نیکی اور رُوحانی پاکیزگی کو بالکل چھوڑ دیا تھا۔ اُس کو بتایا۔ اور سچی پرستش خدا کی قایم کی۔ دوسرے شخص کو اُونٹ کی سواری کے نشان سے بتلایا۔ اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے جو عرب کی خاص سواری ہے بچے سے بوڑھے تک اور عالم سے

جاہل تک جس سے چاہو پوچھو۔ اُونٹ کا نام لیتے ہی عرب کا اشارہ سمجھ جاویگا۔ اور جب رسُولِ خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مکّے میں داخل ہوئے۔ تو اُونٹ پر سوار تھے اور بلاشبہ محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائے واحد کی پرستش قائم کی۔ حضرت عیسےٰ کے بعد جو لوگوں نے حضرت عیسےٰ کو خدا کا بیٹا مانا۔ اور تین خدا قائم کرکے پھر تین سے ایک خدا بنایا تھا۔ اور خدائے واحد کی پرستش میں خلل آگیا تھا۔ اُسکو مٹایا۔ پھر نئے سر سے خدا کی سچی پرستش قائم کی اور یُوں فرمایا۔

يٰٓاَهْلَ[1] الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ ۔ سیپارہ ۳۔ سورۂ آل عمران۔ رکوع ۷۔ خطبات الاحمدیہ۔

ساتویں بشارت دانیالیہ حجریہ

وہ پتھر جسے معماروں نے ردّ کیا۔ وُہی کونے کا سرا ہوُا۔ یہ خداوند سے ہے اور ہماری نظروں میں عجیب۔ اسلیئے مَیں تم سے کہتا ہوں خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی۔ اور ایک قوم کو جو اسکے پھل لاوے دیجاوے گی۔ جو اس پتھر پر گرے گا۔ چور چور ہو جائے گا۔ پرجسپر وہ گرے گا۔ اُسے پیس ڈالے گا۔ متی ۲۱ باب ۴۲ تا ۴۴۔

یہ بشارت خاص نبی عرب محمدؐ مصطفےٰ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے کسی دوسرے نبی پر ہرگز ہرگز صادق نہیں آتی۔

اوّل کچھ شک نہیں کہ یہاں معمار بنی اسرائیل ہیں جنکو اسی ۲۱ باب کی ۳۳ آیت میں باغبان کہا۔ اور کچھ شبہ نہیں کہ بنی اسرائیل نے بنی اسمٰعیل کو اسحاق سے لیکر آجتک علی العموم ردّ کیا۔ اور آنحضرت صلعم کے زمانے سے آجتک یہود و عیسائی آنحضرت صلعم کو ردّ کیا کرتے ہیں۔ الّا خدا کے فضل سے وہی نبی عرب کونے کے سرے کے پتھر ہوئے۔ اور بنی اسرائیل کی نظروں میں یہ بات عجیب ہوئی۔

[1] اے کتاب والو آؤ ایک سیدھی بات پر ہمارے تمہارے درمیان کی کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کی ۱۲۔

دوم بنی اسرائیل سے - ہاں جنہوں نے مسیح کو مارا اور پیٹا۔ اُن سے بادشاہت لی گئی۔ اور دوسری قوم بنی اسمٰعیل کو دی گئی - یہ بادشاہت چاہے رُوحانی لو اور چاہے جسمانی لو۔ دونوں طرح نبی عرب پر صادق ہے - پاک زمین کی سلطنت اور اس باغ کی باغبانی جسکے بدلے میں بنی اسرائیل موقوف ہوئے - جیسا مسیح فرماتے ہیں۔ متی ۲۱ - باب ۳۲ - آجتک اسی کے قبضے میں ہے - خادم الحرمین اُسکے خدام اور اس جگہ کے بادشاہ ہیں -

سوم جو اسلامیوں پر گرا چُور ہوا - اور جسپر وہ گرے وہ پس گیا - پہلی بات دیکھنی ہو تو غزوہ بدر وغیرہ دیکھ لو - اور دوسری بات کے واسطے بابل وغیرہ بلاد کی سیر کر لو - وہ زناکار بابل وہ کفرستان کن لوگوں کی طفیل پس گیا -

چہارم - یسعیاہ نبی اس پیشینگوئی اور بشارت کی ابتدا میں کہتا ہے - دیکھو یسعیاہ ۲۸ باب ۱۳ - حکم پر حکم حکم پر حکم قانون پر قانون قانون پر قانون ہوتا جاتا - تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں - تاکہ وے چلے جاویں - اور پچھاڑی گرے اور شکست کھاویں - اور دام میں پھنسیں اور گرفتار ہوویں - اور یہ باتیں صاف صاف قرآن پر صادق آتی ہیں - جو کہ مکے اور کعبے اور مدینے میں اُترا - اور جس کی مخالفت میں بنو نضیر بنی اسرائیل کا گروہ جلا وطن ہوا - اور جسکے عناد پر بنو قریظہ جیسے شریر مقتول ہوئے -

پنجم - اس بشارت کی مفصل تصدیق دانیال کی کتاب سے ہوتی ہے - اور صاف صاف اس میں غور و فکر کرنے سے اس بشارت کا مصداق (فِدَاہُ اُمِّیْ وَاَبِیْ) ظاہر ہوتا ہے - اور وقتِ ظہور صاف طور پر کھل جاتا ہے -

قربان ہوں اُنپر ماں باپ ہمارے ۱۲

اسلیئے میں دانیال کی کتاب کا ضروری عمدہ اور خلاصہ مع تفسیر ناظرین کو سُناتا ہوں -

دانیال نے خواب میں ایک مورت دیکھی جسکا سر سونے کا - بازو چاندی کے - رانیں تانبے کی - ٹانگیں لوہے کی - اور دس اُنگلیاں لوہے اور مٹی کی ہیں - ۲ باب ۳۲ - ۳۵ - دانیال -

(۱) سونے کا سر بابل کا بادشاہ ہے - ۲ - باب ۳۷ - دانیال -

(۲) چاندی کے بازو سے فارسی اور مادی مجموعۂ سلطنت مراد ہے۔ کیونکہ دارا مادی تھا۔
۵ باب ۳۱۔ اور خور سے فارسی۔ ۶ باب ۲۸۔
(۳) رانیں تانبے کی۔ ایشیا اور یورپ کا بادشاہ سکندر۔ ۸۔ باب ۲۱۔ اور اسی کو ۷ باب میں تندوا چار سر والا کہا۔ اور یہی سکندر رومی ہے ۸۔ باب ۲۱۔ ذوالقرن نہ قرآن والا ذوالقرنین۔
(۴) ٹانگیں لوہے کی۔ ۲ باب۔ اور اسی بادشاہت کو ہولناک دس سنگہ والا کہا۔ دیکھو ۷ باب۔ غربی اور شرقی رومی سلطنت ہے۔ جو آخر دس سلطنتوں میں منقسم ہوئی۔ اس سلطنت کو کہا ہے زمین کو نگلے گی۔ ۷ باب ۲۳۔
زمین سے زمین شام مراد ہے۔ یروشلم والی زمین۔ عبری میں عربی کے مانند معرفے اور نکرے کا امتیاز رہتا ہے۔ بخلاف اُردو کے۔ یاد رہے لوہے اور مٹی کی دس اُنگلیاں وُہی دس سلطنتیں ہیں۔ جو بعض قوی اور بعض ضعیف تھیں۔ اس رومی سلطنت کی آخری گیارہویں شاخ ہرقل ہے۔
اسی کی نسبت کہا حق تعالےٰ کے مخالف باتیں کرتا ہوگا۔ ۷ باب۔ ۲۵۔ اور یہ اسلیئے کہ ہرقل مسیح کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتا۔ اور مریم و مسیح کی پرستش کرتا تھا۔
اب اُس شاخ بازدہم کے حق میں کرسیاں رکھی گئیں۔ اور قدیم الایام بیٹھ گیا۔ اس کا لباس برف سا سفید تھا۔ اور اسکے سر کا بال صاف و ستھرا اون کی مانند اُس کا تخت آگ کے شعلے کے مانند تھا۔ اور اُسکے پیّے جلتی آگ کے مثل تھے۔ عدالت ہو رہی تھی۔ کتابیں کھُلی تھیں۔ اور وہ گیارہویں شاخ ماری گئی۔ ۷ باب ۹۔ آیت ۱۳ میں ہے۔
ایک شخص آدم زاد کے مانند آسمان کے بادلوں کے ساتھ آیا۔ اور قدیم الایام تک پہونچا۔ وے اُسے اس کے آگے لائے۔ اور تسلّط اور حشمت اور سلطنت اُسے دی گئی۔ کہ سب قومیں اور اُمتیں اور مختلف زبان بولنے والے اسکی خدمت گذاری کریں۔ اُس کی سلطنت

ابدی سلطنت ہے جو جاتی نہ رہے گی۔ اور اسکی مملکت ایسی ہے جو زائل نہ ہوگی۔

اس مقدس آدم زاد اور تسلط اور حشمت والے سلطان کے مخالف کے حق میں دانیال کے ۷ باب ۲۵ میں ہے۔ وہ حق تعالیٰ کے مخالف باتیں کریگا۔ اور حق تعالیٰ کے مقدسوں کو تصدیعہ دیگا۔ اور چاہیگا وقتوں اور شریعتوں کو بدل ڈالے۔ اور وے اسکے قبضے میں دیجائینگی۔ یہاں تک کہ ایک مدت اور مدتیں اور آدھی مدت گذر جائیگی۔ پھر عدالت بیٹھے گی۔ اور اسکی سلطنت اس سے لے لینگے۔ کہ اُسے ہمیشہ کیلئے نیست و نابود کریں۔ اور تمام آسمان تلے وہ سارے ملکوں کی سلطنت اور مملکت اور سلطنت کی حشمت حق تعالیٰ کے مقدس لوگوں کو بخشی جائے گی۔ اس کی سلطنت ابدی سلطنت ہے اور ساری مملکتیں اس کی بندگی کرینگی۔ اور فرمانبردار ہوں گی۔

اس سارے دانیال کے مضمون پر غور کرو۔ ھرقل گیارہویں شاخ کب ہوا۔ نبی عرب کے وقت نبی عرب کا وجود باجود ظاہر ہوا۔ نبی عرب کی سلطنت بلادِ شام اور عرب میں ابدی ہوئی۔ ھرقل حق تعالیٰ کی مخالف باتیں کرنے والا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مدت ایک سال اور ابوبکرؓ کے ایامِ خلافت میں دو سال اور عمرؓ کی خلافت میں چھ ماہ تک باہمہ شرارت پاک زمین کے سارے ملکوں اور اُس زمین کے تمام آسمانوں کے تلے رہا۔ پھر عدالت بیٹھی۔ یعنی عمرؓ فاروق کے عہد عدالت مہد میں برباد ہوا۔ اور اسی عدالت کے وقت وہ بات پوری ہوئی۔ جو دانیال ۲۔ باب ۳۴ میں ہے۔ کہ ایک پتھر بغیر اسکے کہ کوئی ہاتھ سے کاٹ کے نکالے آپ سے نکلا۔ جو اس شکل کے پاؤں پر جو لوہے اور مٹی کے تھے لگا۔ اور انہیں ٹکڑے کیا۔ تب لوہا۔ اور مٹی۔ اور تانبا۔ اور چاندی۔ اور سونا۔ ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے۔ یہانتک کہ اُن کا پتہ نہ ملا۔ اور وہ پتھر جس نے اس مورت کو مارا پہاڑ بن گیا۔ اور تمام زمین کو بھر دیا۔ دانیال ۲۔ باب ۵۔

غور کرو وہ پتھر چھوٹا سا کیسا پہاڑ بن گیا۔

وہ پتھر جس سے فارسی بادشاہت اور بابل اور پاک زمین سے رُوم تک تباہ ہوئی۔ بتاؤ کون ہے۔ کیا وہ مسیح ہے جس نے یروشلم میں مار کھائی۔ کیا عیسائی مذہب ہے۔ مسیح خود کہتا ہے باغبان جب بیٹے کو سزا دینگے۔ تب وہ پتھر نکلے گا۔ متی ۲۱ باب ۴۳ سے ۴۵۔

غور کرو۔ هَلَكَ كِسْرٰی فَلَا كِسْرٰی بَعْدَهٗ وَهَلَكَ قَيْصَرُ (ہلاک ہوا کسریٰ پھر بعد اسکے کسریٰ نہیں ہے۔ اور ہلاک ہوا قیصر) کی تصدیق پاک سرزمین کب ہوئی۔ وہی ھم قتل کے وقت

دانیال کی کتاب سے اور طور پر بھی وقت کا پتا مل سکتا ہے۔ دیکھو دانیال ۹ باب ۲۴ ستّر ہفتے کے بعد شرارت ختم ہوگی۔ اور اس نبوت پر مہر ہوگی۔ اور اسپر جو سب سے زیادہ قدوس ہے مسیح کیا جاوے۔ انتہیٰ۔

یاد رکھو ایک دن نبوت کا ایک سال ہے۔ پس ستّر ہفتے کے ۴۹۰ سال ہوئے۔ اس چار سو نوے سال کو آخر زمانہ ختم شرارت کا بتایا۔ مگر ابتدائے زمانہ معلوم نہ ہوا۔ اس لئے آیت ۲۵ سے دانیال نے ابتدائی وقت ظاہر کیا۔ اور مسیح بادشاہزادے تک کی مدتیں بتائیں (حضرت مسیح چونکہ داؤد کی اولاد ہیں اور داؤد بادشاہ تھے۔ پس مسیح بادشاہزادے ہوئے) اور یہ بھی بتایا کہ وہ قتل کیا جاویگا۔ مگر مکاشفات ۵ باب ۶ میں گویا ذبح کیا گیا۔ یعنی اصلی ذبح نہیں۔ ان کے زعم میں ذبح کیا گیا سخت ستایا گیا۔

پھر دانیال ۹ باب ۲۷ میں یروشلم کے غارت کو ذکر کیا۔ اور یہ بھی بتایا گیا۔ کہ غارت کرنے والے کی ہلاکت اور یروشلم کی غارت ایک وقت میں ہوگی۔ یہاں ۱۳ باب یوحنا کے مکاشفات کا قابل غور ہے۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ مسیح کے بعد یروشلم کا غارت کنندہ ۸۰ء میں مرگیا۔ اب ۸۰ کو ۴۹۰ کے ساتھ جمع کیا تو ۵۷۰ء ہوئے۔ اور یہی سال پیدائش نبی عرب احمد مجتبےٰ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

عیسائی مؤرّخ کہتے ہیں کہ یروشلم کی غارت ۷۰ء میں ہوئی۔ عیسائی

مؤرخ دانیال پر نظر نہیں کرتے۔ دانیال صاف لکھتا ہے کہ یروشلم اور اس کا برباد کنندہ اکٹھے فنا ہونگے۔

ششم۔ زبور ۱۱۸۔ اور اشعیا ۲۸ باب۔ اور متی ۲۱ باب ۴۲ کی بشارت وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا۔ کونے کا سرا ہوا۔ یہ خداوند سے ہے اور ہماری نظروں میں عجیب۔ ضرور۔ ہاں ضرور محمد عربی کے حق میں ہے۔ اسلیئے قدیم زمانے میں تصویری تحریر کا عام رواج تھا۔ محسوسات کے اشکال پر اشارات اور کنایات سے گفتگو کرنا مروج تھا۔ عیسائی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ بہمیں اعتبار یہودیوں میں پولا ہلانے کی رسم کو مسیح کا جی اٹھنا خیال کرتے ہیں۔ یوشع کا یردن سے بارہ[۱۲] پتھر اٹھانا بارہ حواریوں کا اشارہ بناتے ہیں۔ اور مینڈھے کی قربانی کرنا حقیقی برے کی قربانی خیال کرتے ہیں۔ خصوصًا ان پڑھ قوم کے لئے یہ تصویری زبان نہایت ضروری تھی۔ اسی واسطے قدیم زمانے سے نبیؐ عرب سے پہلے خاص مکے میں مکے کے کونے پر ایک بن گھڑا پتھر جسے حجر اسود کہتے ہیں رکھا ہوا تھا۔ اور اس کو ہاتھ لگانا اور اسے چھونا اور اس سے ہاتھ ملانا۔ حج میں ضروری رسم تھی۔ اور اس پتھر کو يَدُ الرَّحْمٰنِ فِى الْاَرْضِ (خدا کا ہاتھ زمین میں ۱۲) کہتے تھے۔ یہ پتھر رسول عربی کے شہر میں گویا رسول خدا کی بشارت تصویری زبان میں تھی۔ آپؐ رحمة للعالمین اور مظہر اسم رحمٰن تھے۔ آپ کی بیعت رحمٰن سے بیعت تھی۔ قرآن کلام الٰہی بشارت حجریہ کی نسبت عجیب کنائے اور رمز سے اس پیشین گوئی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ۔ (جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے وے ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے ۱۲)

اور حدیث میں ہے۔ دیکھو بخاری اور مسلم۔

مَثَلِىْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ قَصْرٍ اَحْسَنَ بُنْيَانُهٗ تُرِكَ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ

اِلٰی اَنْ قَالَ فَکُنْتُ اَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَۃِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَاَنَا تِلْکَ اللَّبِنَۃُ۔ ترجمہ۔ یعنی (میری اور دوسرے نبیوں کی مثال ایک عظیم البنیان محل کی مثال ہے کہ ایک اینٹ کی جگہ اس میں چھوڑ دیگئی۔ پس مَیں نے اُس اینٹ کی جگہ کو پورا کر دیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مَیں ہی وہ اینٹ ہوں۔)

اِس آیت اور حدیث سے صاف واضح ہے کہ اس پتھر کی بیعت گو یا رحمٰن کی بیعت تھی۔ ایسے ہی رسول کی بیعت بھی رحمٰن کی بیعت ہے۔ اور رسول خدا ایک اینٹ اسی محل سرا کی ہیں۔ جو انبیاء کی ذات بابرکات سے طیار ہوئی۔

عرب کے لوگ رحمٰن کے نام سے اسی واسطے چونک اُٹھتے ہیں۔ اور جب اُنپر اُسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ پڑھا جاتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَھُمْ نُفُوْرًا (ترجمہ) کیا سجدہ کریں ہم جسکو حکم کرے تو اور زیادہ کرتا ہے اُن کو بھاگنا)

ہاں محمدؐ عربی کے بعد حَجَرِ اَسْوَدْ کی بیعت ضروری نہ رہی۔ جب اصل آگیا تو مجاز اُٹھ گیا۔ بیشک اس کونے کے سر والے پتھر کا نتیجہ بہت بڑا ہوُا۔ اور اسکے چھوُنے سے انبیا کی کتب سابقہ کی تصدیق ہوئی۔ اسلیئے وہ یادگاری کا پتھر بیشک ہمیشہ کے لئے کسی ایسے نشان کا مستحق ہے۔ جو آجتک مسلمان اُسکی نسبت قایم رکھتے ہیں۔ والّا یہ پتھر وہی ہے جسکی نسبت عمرؓ نے کہا۔ اِنَّکَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ۔[1] تو تو ایک پتھر ہے جو نفع اور نقصان کچھ بھی پہنچا نہیں سکتا۔ بن گھڑا پتھر اسلیئے رکھا کہ بُت پرستوں کا کام بن گھڑے پتھر سے نہیں تھا۔ بلکہ گھڑے ہوئے سے۔ اِس بات کو مفصّل حج کے اسرار میں لکھیں گے۔ یہاں اتنا یاد رہے کہ یشوع نے یاردن سے بارہ پتھر لئے اور اُنکا نشان بنایا۔ ابراہیم اور یعقوب جہاں خدا کو دیکھتے وہاں بن گھڑا پتھر اُس بات کی یادگار میں کھڑا کر دیتے۔ یشوع ۴ باب ۶۔ پیدایش ۲۸ باب ۱۸۔ پیدایش ۱۲ باب ۷۔

---

[1] اللہ اللہ کمال توحید اسے کہتے ہیں کون عاقل اس صادق قول کو پڑھکر مسلمانوں جیسی موحد قوم کی نسبت بُت پرستی کا وہم بھی کر سکتا ہے

اٹھویں بشارت

تو بنی آدم میں سے از حد حسین ہے۔ اے پہلوان تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمایل کر کے اپنی ران پر لٹکا۔ امانت اور حلم اور عدالت پر اپنی بزرگواری اور اقبال مندی پر سوار ہو۔

تیرا دہنا ہاتھ تجھے ہیبت ناک کام دکھائے گا۔ ۴۵ زبور۔ ۲ و ۴۔

یہ بشارت صاف صاف نبیؐ عرب کے حق میں ہے۔ عیسائیوں نے بھی اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ انبیائے سابقہ میں سے تو کسی کے حق میں نہیں۔ اب تصفیہ طلب بات صرف اسقدر ہے کہ عیسائی اس زبور کو مسیح کے حق میں کہتے ہیں۔ اور ہم مسلمان کہتے ہیں کہ صرف ذات پاک نبی عربی اسکی مصداق ہے۔ اس بات کے فیصلے کیلئے امور ذیل قابل غور ہیں۔

(۱) تو بنی آدم میں سے از حد حسین و جمیل ہے۔

سیرت و تواریخ کے جاننے والے اس بات سے ناواقف نہیں ہیں کہ آنحضرتؐ کے حسن و جمال کی تعریف سے تمام کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ آپ کے معاصرین عرب عربا نے جسقدر اس مادے میں حقیقت و معنی کی داد دی ہے۔ دنیا میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ اور واقعی حقیقی بلاشائبہ مبالغہ آپ کا حلیۂ مبارک قلم بند کیا ہے۔ میں اس وقت برخلاف اپنے دلی ارادے کے اپنے قلم کو اس بات سے روکتا ہوں۔ کہ وہ سچا فوٹو کھینچنے والے اشعار آپ کے حسن و جمال کے وصف کے تحریر کروں۔ جو صحابہ نے کمال دلوزی قلبی سے اس ہادی برحق کی نعت میں کہے ہیں۔ کیونکہ وہ اس قدر دائر و سائر اور شائع ہیں کہ انکار کی گنجایش نہیں۔ ہاں ایک شعر لکھے بغیر تو میں بھی ہرگز نہیں رہ سکتا۔ جو ایک صحابی جلیل الشان کا کہا ہوا ہے۔ اور کس دلی سچی ارادت سے کہا ہے۔ ؎

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ　　كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ[1]

میں صرف اُسی شہادت پر اکتفا کرنا چاہتا ہوں جو یورپین فضلا نے طوعًا و کرہًا اس بارے میں دی ہے۔ گو بقول ع۔ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب * وہ نبی مداحوں کی مدح اور معترفوں کی تعریف سے مستغنی ہے۔ مگر بقول اَلثَّنَاءُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ۔ غیر قوم کی گواہی اور پھر ثقہ لوگوں کی اہلِ عالم کے طبائع کو مرغوب ہوتی ہے۔

ڈاکٹر ویٹ صاحب لکھتے ہیں " محمدؐ عرب کے نہایت عمدہ خاندان اور معزز قوم میں سے تھے۔ صورت میں شکیل۔ اور طور میں رسیلے۔ اور بے تکلف تھے" ترجمہ اپالوجی گاڈفری ہینگسن صفحہ ۸ دفعہ ۱۰ مطبوعہ بریلی ۱۸۷۳ء۔

جان ڈیون پورٹ لکھتا ہے " نبیؐ عرب۔ آپ کی شکل شاہانہ تھی۔ خد و خال باقاعدہ اور دلپسند تھے۔ آنکھیں سیاہ اور رسیلی تھیں۔ بینی ذرا اُٹھی ہوئی۔ دہن خوبصورت تھا۔ دانت موتی کی طرح چمکتے تھے۔ رخسار سُرخ تھے۔ اور اُن کی تندرستی عیاں تھی۔ آپ کا دل آویز تبسم عمدہ اور رسیلی آواز۔ مؤید الاسلام۔

ایڈورڈ گبن صاحب بڑے مشہور مؤرخ لکھتے ہیں۔ آنحضرتؐ حسن میں شہرہ آفاق تھے۔ اور یہ نعمت صرف اُنہیں لوگوں کو بُری معلوم ہوتی ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا نہیں ہوئی۔ پیشتر اس کے کہ آپ کوئی بات فرماویں۔ آپ کسی خاص آدمی یا گروہ کو اپنی طرف متوجہ کر لیا کرتے تھے۔ لوگ آنحضرتؐ کی شاہانہ شکل۔ اور رسیلی آنکھوں۔ اور وضعدار تبسم۔ اور بکھری ہوئی ڈاڑھی۔ اور ایسا چہرہ جو دل کے ہر ایک جذبے کی تصویر کھینچ دے اور ایسی حرکت اعضا جو زبان کا کام دے دیکھ کر تعریف کیا کرتے تھے۔ مویدالاسلام۔ صفحہ ۱۸۔

(۲) اے پہلوان تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمائل کر کے ران پر لٹکا۔

---

[1] تو ہر قسم کے عیب سے بری اور پاک پیدا کیا گیا۔ گویا جیسا تو چاہتا تھا۔ ویسا ہی پیدا کیا گیا۔

کل دُنیا مخالف و موافق پر آشکار ہے کہ احکام الٰہی اور اپنی رسالت کی تبلیغ میں جو ثبات و استقلال جو جلادت و جلال آپ نے ظاہر کیا ہے۔ تاریخ عالم اُسکی نظیر سے ساکت ہے۔ اور جس پہلوانی اور شجاعت سے اُن بڑے بڑے موانعات کا جو عرب کی تند خو عربدہ جو گرم مزاج وحشی قوم نے آپ کی رسالت کی راہ میں ڈالے۔ آپ نے مقابلہ کیا۔ حقیقت میں آپ کی صداقت کی بڑی دلیل ہے۔ قطع نظر اُن بڑے بڑے واقعات کے جن سے کتب سیر مشحون ہیں۔ ایک دو باتوں پر غور کرنے کے لئے ناظرین کی توجہ کی درخواست کیجاتی ہے۔ کیونکہ تطویل مضامین ہمارا مقصود نہیں ہے۔

اس خطرناک فطرت انسانی کو سخت امتحان میں ڈالنے والے ایک غیر صادق اور جعلساز آدمی کو جگہ سے ہلا دینے والے واقعے پر دھیان کرو۔ اور سوچو اور ذری واردات فطرت انسانی کی تصویر اپنی آنکھوں کے سامنے کھینچ لو۔

جسوقت مکّے کے بڑے بڑے سرداروں اور رئیسوں نے متفق ہوکر حضرت کے چچا اور گارڈین ابوطالب سے درخواست کی کہ وہ آنحضرتؐ کے اس نئے دین کی وعظ سے روکدے یا اُسکی حفاظت سے دستکش ہوجاوے۔ اور ابوطالب نے بھی جسنے نہ چاہا کہ اپنی قوم کو اس شدت اور غیظ کی حالت میں دیکھے حضرتؐ سے اُن کی درخواست منظور کرلینے کو کہا۔ تو کیسی آپ کی صداقت ظاہر ہوئی۔ اور کیسی آپ کی پہلوانی ثابت ہوئی۔ خُوب کُھل گیا کہ وہ سچا اولوالعزم نبی جعل اور بناوٹ سے بالکل مبرّا ہے۔ اِسلئے کہ نبی کا نوشتہ پُورا ہونا ضرور تھا۔ ہاں آپ نے جواب کیا دیا۔

اے چچا اگر یہ لوگ آفتاب کو میرے داہنے ہاتھ میں اور مہتاب کو میرے بائیں ہاتھ میں رکھدیں۔ اور مجھے اس کام کے ترک کرنے کو کہیں یقیناً یقیناً میں باز نہ ہونگا جب تک خدا کا دین ظاہر نہ ہو۔ یا میں اسی

کوشش میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔

ایک اور واقعے پر نظر کرو۔ ایک روز آپ مسجد کے حجرے میں بیٹھے ہوئے تھے، اور اس سے تھوڑی دُور ایک بڑا بھاری گروہ صنادید قریش کا تھا۔ اُن میں سے عُتْبَہ بن رَبِیْعَہ نے (یہ شخص آپ کا بڑا بھاری دشمن ہُوا ہے) آپ کے قریب آکر عرض کیا۔ کہ اے پسر برادر۔ تو صاحبِ اوصافِ حمیدہ اور عالی خاندان ہے۔ مگر اب تو نے ہماری قوم میں تخمِ نفاق بویا ہے۔ اور ہمارے قبائل میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ تو ہمارے دیوتاؤں اور دیبیوں کی مذمت کرتا ہے اور ہمارے آبا و اجداد کو کافر اور بُت پرست بناتا ہے۔ اب ہم ایک بات تجھ سے کہتے ہیں خوب سوچکر جواب دے کہ اس کا قبول کرنا تیرے حق میں بہتر ہوگا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے ابو الولید کیا کہتا ہے۔ مَیں تیری بات کو خُوب سُنونگا۔ عُتْبَہ نے کہا اے پسر برادر اگر تو اس ادعائے رسالت سے مال و دولت حاصل کرنا چاہتا ہے تو ہم تجھ کو اتنی دولت جمع کر دینگے کہ ہم میں سے کسی کے پاس نہیں۔ اور اگر تجھ کو عزّت و وقار حاصل کرنا منظور ہے۔ تو ہم تجھ کو اپنا سردار اور رئیس بنا لینگے۔ اور کوئی بات بے تیرے نہ کرینگے۔ اگر تجھ کو بادشاہت منظور ہے۔ تو ہم تجھ کو اپنا بادشاہ بنائیں گے۔ اور اگر جنون تجھ پر غالب آگیا ہے تو ہم اطبا کو بُلائینگے اور اُن کو مال دیکر تیرا علاج کرائینگے۔ جب عتبہ کی یہ تقریر ختم ہوئی۔ تو آپ نے پُوچھا۔ یا ابا الولید تیرا کلام تمام ہُوا۔ اُسنے کہا ہاں یا محمدؐ آپ نے فرمایا اب میری سُن۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ حٰمٓ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّ

---

[1] رحمٰن و رحیم کی جانب سے اُترا ہوا۔ یہ کتاب ہے جسکی آیتیں کھلی کھلی ہیں قرآن عربی جاننے والے لوگوں کیواسطے بشیر و نذیر ہے پس اکثر لوگوں نے منہ پھیرا اور وہ سُنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں تیری اُس بات کی طرف سے

مِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ہ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ۔ (سیپارہ ۲۴ سورہ حٰمٓ السجدہ ع)

یاد رہے کہ یہ سب ماجرے ایسے وقت ہوئے۔ جب آپ نے ابتداءً پیغام الٰہی پہنچانا شروع کیا ہے۔

مُشرکین کی درخواست کا مضمون فقرۃً فقرۃً اور آنحضرت صلعم کا جو ملکوت السمٰوٰت کے خارق تھے۔ اُس لطیف درخواست پر دستِ رد مارنا نصاریٰ کے بڑے بڑے مخالفانہ اعتراضوں کا حقیقی اور واقعی جواب ہے۔ "جسکی آنکھیں دیکھنے کی ہوں دیکھے" مگر مجھے نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے فصیح اور پاکیزہ جواب کو بھی لکھدوں۔ جو آیات قرآنی کے پڑھنے سے قبل آپ نے دیا ہے۔ وھوھٰذا۔

فقال لهم[1] رسول الله صلی الله علیه وسلم مابی ما تقولون ماجئت بما جئتکم به اطلب اموالکم ولا الشرف فیکم ولا الملك علیکم ولکن الله بعثنی

بقیہ حاشیہ جدھر تو ہمیں بلاتا ہے اور ہمارے کان بوجھل ہو رہے ہیں اور تیرے اور ہمارے درمیان اوٹ ہے تو اپنے کام میں لگا رہ ہم اپنے کام میں تو کہدے (اے محمد صلعم) میں ایک تمہیں سا بشر ہوں میری طرف خدا کا پیغام آتا ہے کہ تمہارا معبود واحد ہے اسی کی راہ پر سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور اُس سے بخشش مانگو۔ ہلاکت اُن مشرکین کیواسطے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہیں۔ بیشک ایماندار وں اور نیکوکاروں کے لئے غیر منقطع اجر ہے ۱۲۔

[1] آپ نے فرمایا جو کچھ تم نے کہا اس میں سے مجھے کچھ بھی نہیں۔ میں تمہارے پاس دین حق اسلئے نہیں لایا کہ تم سے مال مانگوں اور نہ میں تمپر کچھ بڑائی اور بادشاہت چاہتا ہوں۔ لیکن مجھے اللہ نے تمہارے پاس بھیجا رسول کر کے۔ اور مجھ پر ایک کتاب اتاری ہے اور مجھے امر کیا ہے کہ میں تمہیں بشارت اور ڈر سُنا دوں۔ پس میں نے اپنے رب کے پیغام تمہیں پہنچا دیئے اور تمہیں خیر خواہی کی باتیں سُنا دیں جو کچھ مَیں لایا ہوں۔ اگر تم نے مان لیا تو دُنیا اور آخرت میں تمہاری سعادت ہے۔ اور اگر تم نے اُسے رد کیا تو مَیں صبر کرونگا جبتک تمہارے اور میرے درمیان فیصلہ کرے اللہ ۱۲

الیکم رسولا و انزل علیّ کتابا و امرنی ان اکون لکم بشیرًا و نذیرًا فبلغتکم رسالات ربی ونصحت لکم فان تقبلوا منی ما جئتکم به فهو حظکم فی الدنیا والاٰخرة وان تردوہ علیکم اصبر حتی یحکم اللہ بینی و بینکم۔ سیرت ابن ہشام مطبوعہ مصر جزو اول صفحہ ۱۰۰

ناظرین غور کیجئے اور سررشتہ انصاف کو ہاتھ سے نہ دیجئے۔ کس عظمت و شان کا یہ جواب ہے۔ فامنوا باللہ ورسولہ تفوزوا۔

(۱) ایک اور واقعہ سنو جب آنحضرتؐ دوسری بار مکّے سے طائف کو جاتے تھے اور آپکے ساتھ مومنین کی جمعیت تھی تو یک بیک ایک پہاڑی پر سے بنی ھوازن نے تیر چلانے شروع کر دیئے۔ اہل اسلام جو بفراغ خاطر جا رہے تھے۔ جیسا ایسے موقعوں پر ہونا ممکن ہے، مضطرب ہوگئے۔ آنحضرتؐ نے بنی ھوازن کو للکار کر فرمایا۔ انا النبی لا کذب و انا ابن عبد المطلب۔ مَیں ہی وہ نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں ہے۔ مَیں ابن عبد المطلب ہوں۔ اِس موقع پر ایک لطیف مضمون جس کا لکھنا شاید بے وجہ نہ ہوگا۔ گو سیاق مضمون روال سے نسبت بعید کیوں نہ رکھتا ہو۔ لکھا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ۔

آنحضرتؐ ہر موسم میں وعظ سنانے کو نکلا کرتے تھے۔ گھر گھر اور قبیلے قبیلے کو پیغام الٰہی پہنچاتے۔ مثلاً قبائل بنی عامر بن صعصعہ و محارب و فزارہ و غسان و مرہ و حنیفہ و سلیم و نضر وغیرہ کے ہر ایک شریف سے صرف اتنا ہی فرمایا۔ لا[1] اکرہ احدا منکم علیٰ شیٔ بل ارید ان تمنعوا من یوذینی حتی ابلغ رسالات ربی۔ ربیعہ بن عباد کہتا ہے مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بازار ذی المجاز میں دیکھا کہ لوگوں کے پیچھے پیچھے اُنکے ڈیروں میں جاتے تھے۔ جابرؓ کہتا ہے آنحضرتؐ لوگوں سے کہتے تھے۔ (زرقانی شرح مواہب جلد ا صفحہ ۳۷۳) ھل[2] من رجل یحملنی الی قومہ فان قریشا منعونی ان ابلغ کلام ربی۔

---

[1] مَیں کسی کو تم میں سے کسی بات پر مجبور نہیں کرتا میرا مقصد اتنا منشاء ہے کہ تم لوگ مجھے ایذا پہنچانے والوں کو روک دو تاکہ میں رب کے پیغام پہنچا دوں ۱۲

[2] کوئی ہے جو مجھے اپنی قوم میں لیجائے۔ کیونکہ قریش نے مجھے میرے رب کا کلام پہنچانے سے روک دیا ۱۲

ایک روز قبیلۂ بنی صعصعہ کے ایک شخص بحیرہ بن فراس نام نے آپکو دیکھا اور فرایزدی اور جلال کبریائی سے جو آپ کے بشرۂ مبارک سے عیاں تھا متاثر ہوکر کہہ اُٹھا۔

واللہ[1] لو انی اخذت ھذا الفتیٰ من قریش لا کلت العرب۔

پھر آنحضرت صلعم سے مخاطب ہو کر گذارش کی

أرأیت[2] ان نحن تابعناك علیٰ امرك ثم اظھرك اللہ علیٰ من خالفك ایکون لنا الامر من بعدك۔

آنحضرت صلعم نے اس کے جواب میں فرمایا۔

الامر[3] الی اللہ یضعه حیث یشآء۔ (ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۴۵)

اس بات کو سنکر وہ شخص کہنے لگا۔

افنھدف[4] نحورنا للعرب دونك فاذا اظھرك اللہ کان الامر لغیرنا لاحاجة لنا بامرك۔

اس ذکر کے ایراد سے ہماری صرف یہ غرض ہے کہ آنحضرت صلعم کے مشن کی صداقت اور آپکا صرف اعلائے کلمۃ اللہ کو مدنظر رکھنا دُنیا پر آشکار ہو۔ اور اُس نُورِ نبوّت سے چشم پوشی کرنے والے سوچیں کہ کیسی مصیبت اور کسقدر نازک وقت تھا جبکہ امداد کی سخت ضرورت تھی۔ عالم تنہائی اور امر رسالت بیشک رفقاء و معاونین کے وجود کا خواستگار تھا۔

---

[1] بخدا اگر یہ قریش کا جوان میرے بس میں ہوتا تو اسکے ذریعے سے سارے عرب کو قابو میں کر لیتا ۱۲۔

[2] بھلا یہ تو بتلائیے اگر ہم نے آپکا امر مان بھی لیا اور خدا نے آپکو مخالفوں پر غالب بھی کر دیا تو آپ کے پیچھے زمامِ حکومت ہمارے ہاتھ میں ہوگی؟ ۱۲۔

[3] سب امور اللہ کے دستِ قدرت میں ہیں جہاں حکمت سمجھتا ہے وہیں دیتا ہے ۱۲۔

[4] کیا ہم آپکی خاطر عرب کے مقابل میں اپنے سینوں کو نشانہ بنا دیں اور پھر جب آپ کامیاب ہوں تو امر دُوسروں کے سپرد ہو۔ ہمیں آپ کے امر کی کچھ حاجت نہیں ۱۲۔

ایک بڑی قوم ذرا سے اشارے اور آیندہ کے وعدے پر ساتھ دینے کو طیار اور جان دینے کو موجود۔ مگر اللہ اللہ صداقت اور صفائی دیکھو کہ آپ نے کوئی موہوم اور استقبالی دھوکا دینا پسند نہیں کیا۔ ورنہ کیا تھا۔ ذرا سا آسمان کی کنجیوں کے دینے کا لالچ دیدیتے کون مرے کون دیکھے (متی ۱۶ باب ۱۸) اور خیالی تختوں کے وعدے سے دل لبھا لیتے (متی ۱۹ باب ۲۸) ہم روزمرہ کے تجربے سے اہل عالم کی کارروائی سے مشاہدہ کر رہے ہیں کہ کسی شخص کو جب اپنی کار براری مقصود ہوتی ہے تو کیسے کیسے حیلوں اور دھوکوں اور کیسے کیسے بالفعل دل خوش کن وعدوں کو ہتھکنڈا بناتا ہے۔ زمانہ گزشتہ کے سلاطین کو جانے دو۔ حال کے مہذب یورپین سلطنتوں ہی کو دیکھ لو کہ معاملات ملکی میں کن کن خدلعیتوں اور ملمع چالاکیوں سے کام نکالتے ہیں۔ یہی قدرتی حالات اور نسبتی واقعات ہیں جنکو ایک باایمان منصف پڑھکر یقیناً کہہ سکتا ہے کہ بیشک یہ رسولؐ صادق و مصدوق ہے۔

امانت

(۲) عجیب اور فی الحقیقت بے نظیر بات ہے کہ آپ اپنی قوم میں ابتدا ہی میں امین اور مامون کے نام سے پکارے جاتے۔ کل قوم آپکی طرف ایسی عزت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھتی تھی کہ عرب کے تاریخ دان اُسے پڑھکر اچنبے میں رہ جاتے ہیں۔ اپنی قوم میں ممتاز اور مشار الیہ ہونا اور اپنے ہمعصروں میں صفات فاضلہ کے لحاظ سے یگانہ سمجھا جانا۔ خصوصاً ایسی قوم میں جسکا پیشہ ہی مثالب شماری اور عیوب گیری ہو۔ اور بچپن ہی سے بڑے بڑے بزرگان قوم اور زعیمانِ ملت میں فوق العادہ تعظیم سے یاد کیا جانا طوعاً و کرہاً اس بات کے یقین کر لینے پر اہل انصاف کو مجبور کرتا ہے کہ قدرت خداوندی کا نمونہ اور شانِ ایزدی اُنکے اقوال و افعال کے چہرے سے نمودار تھی۔ بعثت کا نمونہ ابھی دُور ہے۔ خدائے جلال کے ساتھ تبلیغ رسالت کرنا ابھی مرحلوں پرے ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس نادر انسان ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب کے کیا مدارج ہونے ہیں۔

اور صادق و مصدوق امین و مامون ابھی سے خطاب دیا جا رہا ہے۔ بڑی صاف بات ہے کہ ایک ایسی قوم میں جسکو شخصی کارناموں - ذاتی حسن و قبح اور حسبی نسبی امتیازات پر نظر ہو۔ ضرور تھا کہ خدا ایسے شخص کو مبعوث کرتا جسکے دامن حال پر اوہ ور متعارفہ قوم میں سے کسی ایک امر کا دھبا نہ لگ سکے فطرت کا ناقابل انفسلاخ قاعدہ ہے کہ مصلح کی وجاہت و وقعت یعنی اُس کا حسب و نسب میں ممتاز ہونا اصلاح قوم میں دخل کلی رکھتا ہے اور خواہی نخواہی ارادت انگیز اثر اور جذب ملت کا دلوں میں ڈالتا ہے۔ کل دنیا کے ریفارمروں اور مصلحوں کی لائف اسکی شہادت دیتی ہے۔ بنی اسرائیل کس امید میں شب و روز بیکل ہو رہے تھے۔ ان کے دیدۂ انتظار کدھر لگے ہوئے تھے۔ وہ تباہی اور ذلت اور مغلوبیت کی حالت میں کس امید بستہ سے غم غلط کر رہے تھے کہ ایک ذی شان رفیع المکان صاحب امتیازات ہادی ان میں پیدا ہونے والا ہے۔ جسکی شوکت صلابت اور وجاہت اُنکے لئے بڑی قوتِ بازو ہوگی۔ اب وہ امید بستہ تو پوری ہوئی مگر ایسی دُھندلی اور تاریک شکل میں کہ دیدۂ سفید منتظرکان باوجود انتظار بھی اُسے پہچان نہ سکے کہ انکی عروسِ مراد یہی ہے۔ وہ شخص موعود جیسا کہا جاتا ہے ...... سامان امیرانہ ایسا کہ بعد از وضع چرنی میں رکھا گیا۔ گمنام نشو و نما پایا۔ عالم معاملہ میں قدم رکھا تو ابن نجار کہلایا۔ اور طبعاً قوم کی جانب سے استحقار کی آنکھ سے دیکھا گیا۔ اور یوں بڑا عظیم فائدہ مفقود و نابود ہوگیا۔ مگر مبارکی ہو ہاں مرحبا ہو اُس مولود مسعود کو جسکو قوم نے تمام صفات مختص القوم کا مجموعہ مانا۔ اسکے عین عالم شباب میں بڑے بڑے پیران قوم کا مرکز و مرجع ہوا۔

مکے میں عام دستور تھا کہ جس شخص کے پاس کوئی عجیب اور بیش قیمت چیز ہوتی۔ جسے وہ اپنے پاس محفوظ نہ رکھ سکتا وہ آنحضرتؐ کے پاس امانت رکھتا اور اس بات کی یہاں تک شہرت ہوگئی کہ قوم کے پیر و جوان کی زبان پر الامین المامون کے سوا آپکی نسبت اور کوئی لفظ ہی نہ آتا۔ بلکہ عرب کی ایک بڑی مالدار اور بزرگ عورت خدیجہؓ

نے صرف آپکی امانت اور صداقت کی صفت سُنکر اپنے مال و تجارت کا محافظ آپؐ کو مقرر کیا۔ جس صفت کو کامل طور پر پرکھکر بالآخر وہ برگزیدہ عورت شرفِ اسلام و رابطۂ زوجیت جنابؐ سے مشرف ہوئی۔

اب مَیں اس امر کے ثبوت کے لئے کہ آپ موافق و مخالف میں **الامین والمامون** کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ چند اشعار کفار مکہ کے نقل کرتا ہوں۔ جس سے علاوہ امر مبحوث عنہ کے ایک لطیف فائدہ یہ حاصل ہوگا کہ کفار و مخالفین باوجود عناد قلبی مذہبی کے آپکی ذاتی وجاہت اور قدوسیت کے کیسے قائل ہیں۔ کعب بن زہیر بن ابی سلمیٰ سخت دشمن آپکا تھا۔ ہمیشہ وہ آپکی ہجو میں اشعار کہکر قوم کو آپ سے منحرف کرتا۔ جب اُس نے سُنا کہ اُس کا حقیقی بھائی بُحَیر مسلمان ہوکر خادمانِ نبویؐ میں داخل ہوگیا ہے تو اُس کو سخت ناگوار گزرا۔ آخر اُس نے بھائی کو یہ اشعار لکھے ؎

اَلَا بَلِّغَا عَنِّیْ بُجَیْرًا رِسَالَۃً	فَہَلْ لَکَ فِیْمَا قُلْتَ وَیْحَکَ ھَلْ لَکَا
سَقَاکَ بِھَا الْمَامُوْنُ کَاْسًا رَوِیَّۃً	فَاَنْھَلَکَ الْمَامُوْنُ مِنْھَا وَعَلَّکَا
فَفَارَقْتَ اَسْبَابَ الْھُدٰی وَتَبِعْتَہٗ	عَلٰی اَیِّ شَیْءٍ رَیْبَ غَیْرِکَ دَلَّکَا
عَلٰی مَذْھَبٍ لَمْ تُلْفِ اُمًّا وَّلَا اَبًا	عَلَیْہِ وَلَمْ تَعْرِفْ عَلَیْہِ اَخًا لَکَا

(۳) جیسا ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ کفار عرب نے ملکر ابو طالب کو مجبور کیا کہ وہ آنحضرتؐ کو وعظ توحید سے روک دے اور ابو طالب نے بھی قوم کی رضاجوئی کو مقدم جان کر آپ سے باز رہنے کے لئے کہا۔ الا آنحضرتؐ نے اُسپر وہ جواب دیا جو ابھی ہم لکھ چکے ہیں۔

۱؎ بجیر کو میری طرف سے پیغام پہنچا دو ÷ کیا تو راضی ہے اپنے قول میں افسوس ہے تجھپر کیا تو راضی ہو۔ تجھے مامون نے اسلام کا سیراب پیالا پلایا ÷ پھر مامون خود اُس سے ہلاک ہوُا اور تجھ کو مکرر شراب پلائی ÷ پھر تو ہدایت (خوب ہدایت تھی) کے اسباب چھوڑ اُسکے پیچھے ہولیا ÷ کس بات کی راہ اُس نے تجھے دکھائی۔ اور تو اوروں کی طرح ہلاک ہو ÷ جس مذہب پر تو نے اپنے ماں اور باپ کو نہ پایا۔ اور نہ اپنے کسی بھائی کو اُس مذہب پر دیکھا ۱۲۔

اِس پر ابو طالب نے متأثر ہو کر یہ اشعار پڑھے ؎

وَاللّٰهِ لَنْ يَّصِلُوْا اِلَيْكَ بِجَمْعِهِمْ[1] حَتّٰى اُوَسَّدَ فِي التُّرَابِ دَفِيْنًا
فَاصْدَعْ بِاَمْرِكَ مَا عَلَيْكَ غَضَاضَةٌ وَابْشِرْ وَقَرَّ بِذَاكَ مِنْكَ عُيُوْنًا
وَدَعَوْتَنِيْ وَزَعَمْتَ اَنَّكَ نَاصِحِيْ وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَكُنْتَ ثَمَّ اَمِيْنًا
وَعَرَضْتَ دِيْنًا لَا مَحَالَةَ اَنَّهٗ مِنْ خَيْرِ اَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِيْنًا
لَوْلَا الْمَلَامَةُ اَوْ حِذَارِيْ سُبَّةً لَوَجَدْتَّنِيْ سَمْحًا بِذَاكَ مُبِيْنًا

ابو طالب کے وہ فقرات جو اُس نے موت کے وقت خطبۂ طویل کے بعد کہے۔ قابلِ غور ہیں۔

وَاِنِّيْ[2] اُوْصِيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ خَيْرًا فَاِنَّهُ الْاَمِيْنُ فِيْ قُرَيْشٍ وَالصِّدِّيْقُ فِي الْعَرَبِ قَدْ جَآءَنَا بِاَمْرٍ قَبِلَهُ الْجَنَانُ وَاَنْكَرَهُ اللِّسَانُ مَخَافَةَ الشَّنَانِ۔ مواہب لدنیہ و زرقانی شرح مواہب جلد۱ صفحہ ۳۵۶۔

غرض ایک مشہور اور دستورِ عام کی نظیریں کہاں تک لکھوں۔ مضمون طویل ہُوا جاتا ہے۔ اب آپ کے حلم کی چند باتیں لکھتا ہوں۔

(۱) ابوسفیان نے کسی زمانے میں اعدے عدو تھا۔ اور جس کا حال ہماری اس کتاب میں کئی جگہ آویگا۔ ایک شخص کو مقرر کیا کہ وہ خفیہ خفیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالے۔ آپ بنی عبد الاشہل کی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وہ بغل میں خنجر دبائے

---

[1] اللہ کی قسم یہ لوگ جب تک مَیں نہ مرجاؤں تیرے پاس نہ پھٹکیں گے ؛ تو اپنے امر کو ظاہر کردے تجھے کوئی ذلت نہ ہوگی۔ خوش ہو اور اپنا جی ٹھنڈا رکھ ؛ بیشک تو نے ایسا دین پیش کیا۔ جو مخلوقات کے دینوں سے افضل ہے۔ اگر ملامت قوم اور بدنامی کا ڈر مجھے نہ ہوتا۔ تو مجھے اس دین کا ماننے اور ظاہر کرنے والا ضرور پاتا ۱۲۔

[2] مَیں تم کو محمدؐ سے اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ قریش میں امین ہے اور عرب میں صدیق ہے۔ وہ ایسا امر لایا جس کو دل نے تو مانا پر زبان نے بدنامی کے ڈر سے اُس کا انکار کیا ۱۲۔

چلا آتا تھا۔ سامنے سے اُسے دیکھکر الہام الٰہی نے آپ کو آگاہ کر دیا۔ اور آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ یہ شخص غدر کے ارادے پر آتا ہے مگر خدا تعالیٰ اُسکے اور اُسکی مراد کے درمیان حائل ہے۔ یعنی ناکامیاب ہوگا۔ اُسَیْد بن حُضَیْر صحابی نے آگے بڑھکر اُسکے کپڑے ٹٹولے۔ جھٹ خنجر اُن میں سے گر پڑا۔ اسپر بھی رحیم رسولؐ نے ارشاد فرمایا کہ اسکو معاف کر دو اور جانے دو۔ شرح زرقانی بر مواہب لدنیہ جزو ثانی صفحہ ۲۱۳۔

(۲) ثُمَامَہ بن اُثال۔ ایک رئیس عرب نے جسپر آنحضرتؐ کی کمال عنایات مبذول ہوئی تھی۔ کفار مکہ کی سخت عداوت اور ایذا کو جو وہ آنحضرتؐ کو پہنچاتے تھے۔ دیکھ کر یمامہ سے غلے کا مکے میں جانا بند کر دیا۔ اسپر کفار مکہ نے آپکو لکھا کہ آپ تو صلہ رحم کا وعظ فرماتے ہیں۔ اور ہماری یہ گت ہو رہی ہے کہ بھوکے مر رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ثمامہ کو لکھا کہ غلے کی راہ چھوڑ دے۔ شرح مواہب جزو ثانی صفحہ ۱۵۷۔

اللہ اللہ اس سے بڑھ کر رحم و حلم کیا ہو سکتا ہے۔ کہ وطن سے نکالنے والوں، خون کے پیاسوں کے ساتھ یہ سلوک مرعی ہوتا ہے۔ صدق اللہ عز و جل وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ ع جانہا فدائے تو کہ عجب کار میکنی۔

(۳) ابتدائے حال میں مکے سے نقل کر کے آپ طائف تشریف لے گئے۔ ایک مہینہ بھر وہاں قیام کیا اور اشراف قبیلہ ثقیف کو اللہ کی طرف بلایا۔ اُن بدبختوں نے شہر کے سفلوں اور قلاشوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ اُن کمینوں نے گالیاں دینی اور پتھر برسانے شروع کئے۔ اور جب آپ چلتے ٹھٹھے مارتے۔ اس طرح کی سخت ایذا اُٹھا کر آپ اُس شہر سے چل دیئے۔ پتھر سے پتھر دل کا کلیجہ بھی سُنکر پانی ہو جاوے۔ اگر اُن تمام مصائب کا بیان لکھا جائے۔ اس وحی الٰہی نے جو ہمیشہ انبیاء کی رفیق باطن رہتی ہے۔ آواز دی کہ اگر تو چاہے۔ تو اس شہر کو زیر و زبر کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا۔

بَلْ[1] اَرْجُوْٓا اَنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَّنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

[1] نہیں مجھے امید ہے کہ خدا اُن سے ایسے لوگ پیدا کرے گا۔ جو اُسی اکیلے خدا کی عبادت کریں گے ۱۲۔

عدالت کے معنی ہیں افراط و تفریط کو چھوڑ کر میانہ روی اختیار کرنا الہامی اصطلاح میں۔ ایسے احکام و اصول بیان کرنے جو عملاً قوائے انسانی اور اُس کی فطرت کے مقتضائے حال کے موافق ہوں۔ ایسے قیاس اور فقیرانہ خیالات نہ ہوں۔ جن کو عملی دُنیا نے کبھی ایک لمحہ بھر کے لئے استعمال میں لانے کی کوشش نہیں کی۔ اور اگر اُن کا دُنیا میں معمول ہونا فرض کیا جاوے تو عالم کا کیا حال ہو۔ یقیناً شیرازہ انتظام عالم درہم برہم ہو جاوے۔

بناءً علےٰ ہذا۔ مَیں بڑی جُرأت سے کہتا ہوں کہ جو اعتدال و عدل اور جو میانہ روی **محمد رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت یعنی احکام قرآنی میں ملحوظ ہوئی ہے۔ کسی دُوسری شریعت میں نہیں۔ اس خطبے میں میرا یہ منشاء نہیں کہ دُوسرے مذاہب کے اُصول سے اُصول اسلام کا مقابلہ کروں۔ اُمید ہے کہ ہماری اس کتاب کے متفرق مقامات میں ناظرین اس باب میں اطمینان خاطر کا سامان پائیں گے۔ لیکن بہرحال اتنا کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نصاریٰ کی اس بارے میں نظر کدھر جاتی ہے۔ عیسائیوں کی سادہ لوحی یا تجاہل دیکھ کر ہمیں سخت افسوس آتا ہے۔ جب حضرت مسیح کی ایک دو صوفیانہ متوں[1] کو۔ یا چند ایک فقیرانہ خیالی تمثیلوں کو قرآن جیسی متین کتاب کے جلال و جمال آمیز اصول کے مقابل پیش کرتے ہیں۔ بیشک ایسی باتیں کانوں کو بہت اچھی لگتی ہیں۔ اور بادی الحال میں ایک خیالی شعر کے مانند سامعین اُن پر آہا ہا اور واہ واہ کا قہقہہ لگاتے ہیں۔ مگر اتنا تو بتاؤ۔ اور خدا کے لئے انصاف سے کہو کہ یہ تعلیمیں کبھی عمل میں بھی آئیں۔ یا ان کو عمل میں لانے کی کبھی کسی زمانے میں کوشش کی گئی۔ حضرت مسیح ایک مفلوک الحال آدمی تھے استعلا کی آرزو تو نہایت تھی۔ مگر اس قدر سامان نہ ملا۔

بنی اسرائیل جیسی متکبر بد دماغ قوم کے مقابل میں اگر ایسے احکام کی تعلیم نہ دیتے

---

[1] جو کوئی تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے دُوسرا اُس کے آگے کر دے۔ اور اگر تیرے پاس آج کے کھانے کے لئے ہے۔ تو کل کی فکر نہ کرو۔ وغیرہ وغیرہ۔

تو کیا کرتے۔

(۵) تیرا اپنا ہاتھ تجھے ہیبت ناک کام دکھائے گا۔

ان ہیبت ناک کاموں سے انکار ہو تو بنی قریظہ کی رُوحوں سے پُوچھ لو۔ بنو نضیر کے بقایا سے دریافت کرلو۔ یہ وُہی یہودی ہیں جنہوں نے بقول آپکے مسیحؑ کو مار ڈالا۔ اور آخر اس فارقلیط احمدؐ محمدؐ کے ہیبت ناک ہاتھ سے سزایاب ہوئے۔

کسریٰ اور قیصر کے ناپاک آثار پاک زمین میں تلاش کرو۔

حضرت مسیحؑ کی بابت زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں بات صاف ہی۔ آپ کے حُسن جمال کی نسبت اندرونہ بائبل صفحہ ۱۷۰ دیکھ لو۔ کرایسٹٹ ظاہر خوبی سے معرّیٰ تھی جیسے کرشن دیو کالے رنگ کے حقیر تھے۔ پہلوانی اور تلوار باندھنا۔ گرفتاری۔ اسیری۔ تباہی گریز۔ اختفا۔ کافی شہادتیں ہیں۔ عیسائی لوگ بیدار ہوجاویں کہ وہ زمانہ نہیں رہا کہ ان امور کی تاویل اور تحریف سُننے کے قابل سمجھی جاوے۔ اعتقاد سے اور سادہ پنی سے انجیل کی صاف صاف باتوں کو ایرپھیر کر کے خوش ہو جاؤ۔ مگر یاد رکھو کہ حقیقۃ الامر کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ علوم حکمیہ کی اشاعت نے سب قلعی انجیلی تعلیم کی کھولدی ہے۔ یورپ کا حال ملاحظہ کرلو۔

بشاراتِ انجیلیہ

یوحنا باب ۱ - ۲۰

جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لادیوں کو بھیجا کہ یوحنا سے پوچھیں۔ کہ تُو کون ہے۔ اُس نے اقرار کیا۔ اور انکار نہ کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ مَیں مسیحؑ نہیں ہُوں۔ تب اُنہوں نے اُس سے پُوچھا تو اور کون ہے۔ کیا تو ایلیاس ہے۔ اُس نے کہا مَیں وُہ نہیں ہُوں۔ اُنہوں نے کہا آیا تُو وُہ نبی[۱] ہے۔

۱؎ یاد رہے کہ وہ نبی پر ریفرنس استثنا، باب ۱۸ درس ۱۵ و ۱۸ کا حوالہ دیا ہے اور اسکو ہم اللہ تعالیٰ کی مدد سے بخوبی ثابت کر آئے ہیں ۱۲۔

ان اُوپر کی آیتوں سے تین پیغمبروں کا ذکر ثابت ہوتا ہے۔ ایک حضرت الیاسؑ کا اور دوسرے حضرت عیسٰیؑ کا۔ تیسرے اُس پیغمبر کا جو علاوہ حضرت عیسٰیؑ کے ہونے والا تھا۔ یہودی یقین کرتے تھے۔ پیغمبر الیاسؑ کو جنکو مسلمان خضر کہتے ہیں کہ وہ مرے نہیں۔ بلکہ صرف انسان کی نظروں سے غائب ہوگئے ہیں۔ اور یہودیوں کو حضرت عیسٰیؑ کی نسبت یہ یقین تھا۔ اور اب بھی ہے کہ وہ کسی نہ کسی دن آوینگے۔ لیکن اُن آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ حضرت مسیح کے ایک اور پیغمبر کے آنے کی بھی اُمید رکھتے تھے۔ اور وہ پیغمبر ایسا مشہور تھا کہ بجائے نام کے صرف اشارہ ہی اُسکے بتانے کو کافی تھا۔ جیسے کہ ہم مسلمان بھی پیغمبرؐ کے نام کی جگہ صرف آنحضرتؐ اشارے میں لکھتے ہیں اور بولتے ہیں۔

اور یہ مشہور پیغمبرؐ کون ہوسکتا ہے بجز اُسکے کہ جسکے سبب خدائے تعالیٰ نے ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کو برکت دی اور جسکی نسبت خدائے تعالیٰ نے موسٰیؑ سے کہا کہ تیرے بھائیوں میں تجھ سا پیغمبر پیدا کرونگا۔ اور جسکی نسبت حضرت سلیمانؑ نے کہا۔ میرا محبوب سُرخ وسفید سب میں تعریف کیا گیا محمدؐ ہے۔ یہی میرا مطلوب اور یہی میرا محبوب ہے۔ اور جسکی نسبت حضرت عیسٰیؑ نے فرمایا۔ میرا جانا ضرور ہے۔ تاکہ فارقلیط آوے۔ اب میں نہایت مضبوطی سے کہتا ہوں۔ کہ یہ نامی اور مشہور پیغمبر حضرت محمدؐ ہیں۔ واللہ حضرت **محمدؐ** ہیں۔ **صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ**۔ منقول از خطبات احمدیہ۔

بشارت یوحنّا باب ۱۲-۴۷

اگر کوئی شخص میری باتیں سُنے اور ایمان نہ لاوے تو میں اُسپر حکم نہیں کرتا۔ کیونکہ میں اِس لئے نہیں آیا۔ کہ جہان پر حکم کروں۔ بلکہ[1] اِس لئے کہ جہان کو بچاؤں۔ وہ جو مجھے ردّ کردیتا اور میری باتوں کو قبول نہیں کرتا۔ اُسکے لئے ایک حکم کرنے والا ہے۔

[1] سبحان اللہ یروشلم کو ٹیٹس کے بھیس میں آکر خوب بچایا۔

مرقس ۱۶ باب ۱۶- جو ایمان نہیں لاتا۔ اُسپر سزا کا حکم کیا جائیگا۔ قرآن اور محمدؐ صاحب کی چال چلن نے تمام دنیا پر آشکارا کر دیا۔ کہ یہ بشارت خاص محمدؐ عربی رسولؐ امین کے حق میں ہے۔

لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللهُ۔ سیپارہ ۵۔ سورۂ نساء رکوع ۱۶-[1]

وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ۔ سیپارہ ۶۔ سورۂ مائدہ رکوع ۷-[2]

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ۔ سیپارہ ۵۔ سورۂ نساء۔ رکوع ۹-[3]

اور دیکھو رسولؐ عربی کا چال چلن۔ یہودان بنی نضیر۔ بنو قریظہ کا عدول حکمی میں کیا حال کیا۔ مسیحؑ کے منکروں سے کیسے انتقام لیئے۔ مرقس سے معلوم ہوتا ہی کہ مسیحؑ فرماتے ہیں منکروں پر سزا کا حکم کیا جاویگا۔ اب یہ حکم خود مسیحؑ تو نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ وہ بقول ۱۲ باب یوحنا حکم نہیں کرتے۔ اور رُومی بھی اس کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وُہ اس وقت بُت پرست اور کافر خدا کی نافرمان قوم تھی۔ وہ خدا کی طرف سے حکومت کا عہدہ لینے کے قابل نہیں تھے۔ علاوہ بریں ان پر رُوح القدس کا نزول اور خدا کی وحی ممکن نہیں تھی۔

صاف معلوم ہوتا ہی کہ یہ بشارت اُس نبیؐ کی نسبت ہی۔ جو موسیٰؑ کے مثل صاحب حکومت و احکام و صاحب شریعت حضرت مسیحؑ کے بعد آنیوالا ہی۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس صاحب شریعت رؤف و رحیم حاکم کے مطیع و منقاد ہوئے کہ جسمانی اور رُوحانی دونوں قسم کے فیضوں سے بہرہ یاب ہوئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

---

[1] تاکہ تو حکم کرے لوگوں میں اُس چیز سے جس سے اللہ نے تجھ کو بتلایا ہے۔۱۲

[2] اور حکم کر تو اُن میں سے اُس چیز سے جو اللہ نے اُتاری ہے تیری طرف ۱۲۔

[3] قسم ہی تیرے پروردگار کی وہ لوگ ایمان والے نہ ہونگے جبتک تجھ کو اپنے جھگڑوں میں حاکم نہ کرینگے ۱۲

نویں بشارت باغ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۝ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۝ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّأَعَزُّ نَفَرًا ۝ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ أَظُنُّ أَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ أَبَدًا ۝ سیپارہ ۱۵۔ سورۂ کہف۔ رکوع ۵۔

اِقْتَرَبَ[2] لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝ سیپارہ ۱۷ سورۂ انبیاء رکوع ۱

یہ پیشینگوئی اور بشارت بہ نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔ انجیل میں یہ بشارت نہایت تفصیل سے موجود ہے۔ وہ بڑا باغ اور بنی اسرائیل کا تاکستان یروشلم ہے۔ بنی اسرائیل اپنے ناپاک گھمنڈ میں اپنے بھائی بنی اسمٰعیل کو ہمیشہ حقیر و ذلیل جانتے رہے۔ اور اپنی باغبانی کے (بقول مَآ أَظُنُّ أَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ أَبَدًا) لازوال ہونے کا یقین کرتے رہے حضرت مسیح[1] نے ان کو آگاہ کیا اور بتایا تمہاری باغبانی جاتی رہیگی۔ اب نیا افسر اور نئے باغبان آنے والے ہیں۔ اگر تم نے ان نئے باغبانوں پر حملہ کیا۔ تو چور ہو جاؤگے۔ اور اگر وہ تم پر

---

[1] اور بیان کر واسطے اُن کے مثال دو مرد کی کہ کئے ہم نے واسطے ایک کے اُن میں سے دو باغ انگوروں سے اور گھیرا ہم نے ان دونوں کو ساتھ کھجوروں کے اور کی ہم نے درمیان ان دونوں کے کھیتی۔ دونوں باغوں نے دیا میوہ اپنا اور نہ کم کیا اُس میں سے کچھ اور بہادی ہم نے درمیان ان دونوں کے نہر اور تھا واسطے اسکے میوہ۔ پس کہا اُس نے واسطے ہمنشین اپنے کے اور وہ سوال جواب کرتا تھا اُس سے میں زیادہ تر ہوں تجھ سے مال میں اور زیادہ عزت والا ہوں آدمیوں کو اور داخل ہوا باغ اپنے میں اور وہ ظلم کرنیوالا تھا جان اپنی پر کہا کہ میں نہیں گمان کرتا یہ کہ ہلاک ہووے یہ باغ کبھی ۱۲۔

[2] نزدیک آیا ہے واسطے لوگوں کے حساب اُن کا اور وہ بیچ غفلت کے منہ پھیر رہے ہیں ۱۲۔

گر پس جاؤگے۔ اس بشارت میں حضرت مسیحؑ کی تفصیل سنو۔ متی ۲۱ باب ۳۳۔
مرقس ۱۲ باب ۱۔ لوقا ۲۰ باب ۹۔

پھر لوگوں سے یہ تمثیل کہنے لگا۔ کسی نے ایک انگور کا باغ لگا کے اُسے باغبانوں کے سپرد کیا۔ اور مدت تک پردیس جا رہا۔

تفسیر۔ باغ لگانے والا وہی خداوند بنی اسرائیل ہے۔ یسعیا ۵ باب ۲۔۳۔
انگور بنی اسرائیل کی قوم ہے۔ ۸۰ زبور ۹۔ تاکستان یروشلم ہے۔ غزل الغزلات ۸ باب ۱۴۔
یسعیاہ ۵ باب ۳۔۵۔۷۔ قرآن بھی کہتا ہے۔ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ۔
یاد رکھو مالک کے آنے تک دیر ہے۔

اور موسم پر ایک نوکر کو باغبانوں کے پاس بھیجا۔ تاکہ وے اس انگور کے باغ کا پھل اسکو دیں۔ لاکن باغبانوں نے اس کو پیٹ کے خالی ہاتھ پھیرا۔

تفسیر۔ دیکھو یرمیاہ ۲۷۔ باب ۱۵۔ ۳۸۔

پھر اُس نے دوسرے نوکر کو بھیجا۔ اُنہوں نے اُسکو پیٹ کے اور بے عزت کر کے خالی پھیرا۔

تفسیر۔ یہ شخص اوریا تھا۔ یرمیاہ ۲۶ باب ۲۳۔ یہ اس لیئے کہ متی ۲۱ باب ۳۵ میں مار ڈالنا لکھا ہے۔

پھر اس لئے تیسرے کو بھیجا۔ اُنہوں نے گھائل کر کے نکال دیا۔

تفسیر۔ ۲۔ تاریخ ۲۴۔ باب ۲۱۔

تب باغ کے مالک نے کہا کیا کروں۔ میں اپنے پیارے بیٹے (یہ مسیح ہیں) کو بھیجوں گا شاید اسے دیکھ کر دب جاویں۔ جب باغبانوں نے اسے دیکھا۔ آپس میں صلاح کی اور کہا یہ وارث ہے۔ آؤ اسکو مار ڈالیں۔ میراث ہماری ہو جاوے۔ تب اسکو باغ کے باہر نکال کر مار ڈالا۔ اب باغ کا مالک ان کے ساتھ کیا کریگا وہ آویگا۔ اور ان باغبانوں کو

قتل کریگا۔ اور باغ اوروں کو سونپے گا۔

تفسیر۔ مرقس۔ ۱۲ باب۔ ۶۔ اب اُس کا ایک ہی بیٹا تھا۔ جو اُس کا پیارا تھا۔ بیٹے کا لفظ یہاں بمعنی صلح کار کے لیا ہے۔ بیٹے کا لفظ کتب مقدسہ میں وسیع معانی کے ساتھ مستعمل ہے۔ بیٹے کے حقیقی معنے باپ کے نطفے اور اُس کی جورو کے رحم سے پیدا ہونیوالے کے ہیں۔ عیسائیوں کے نزدیک بھی یہ معنی صحیح نہیں۔ رہے مجازی معنی بیٹے کے۔ وہ وسیع ہیں۔ ہم نے حسب حال صلح کار لئے۔ متی ۵ باب ۹۔ مبارک وے جو صلح کار ہیں۔ کیونکہ خدا کے فرزند کہلائیں گے۔ اور مسیح صلح کا شاہزادہ ہے۔ یسعیاہ۔ ۹ باب ۶۔ حسب بیان مرقس ایک ہی بیٹے رہ گئے۔ بنی اسرائیل میں کامل صلح مسیحؑ میں تھی۔ اور اسی سے بنی اسرائیل کے گھرانے کی نبوت و رسالت کا خاتمہ ہوگیا۔ خدا کے فرزند کا محاورہ دیکھنا ہو تو دیکھو بحث الوہیت مسیح۔ وہاں ثابت کیا ہے۔ حسب محاورہ کتب مقدسہ فرشتے خدا کے بیٹے ہیں۔ ایوب ۱ باب ۶۔ اور انبیاء اُسکے بیٹے۔ ایوب ۳۸ باب ۷۔ اور بدکار خدا کے بیٹے۔ یسعیاہ ۳۰ باب ۱۔ سب فرزند۔ یوحنا ۱۱ باب ۲۵۔

اب مار ڈالا کی تحقیق سُن لو۔ یہاں سخت ایذا کو مار ڈالنا کہا ہے۔ کیونکہ مکاشفات ۵ باب ۶ میں ہے۔ گویا ذبح کیا۔ یہودی کہتے ہیں۔ ہم نے مسیح کو قتل کر ڈالا قتل کے تو عیسائی بھی منکر ہیں۔ پر قرآن کا مسیحؑ کے قصے میں یہ کہنا۔ مَا قَتَلُوْهُ بالکل سچ ہوا۔ اور بعض یہود کہتے ہیں۔ ہم نے صلیب دی۔ اور یہ بھی غلط ہے۔ اُس زمانے کی سُولی یہ نہ تھی جیسے اسوقت ہوتی ہے۔ بلکہ آدمی کو کسی لکڑی پر ٹانگ دیتے تھے۔ اور مصلوب بھوکا پیاسا ایذائیں پاتا مدت کے بعد مر جاتا تھا۔ اگر جلدی اُتارتے تو ہڈیاں توڑ ڈالتے حضرت مسیحؑ جلد اُتارے گئے۔ مسیحؑ کی ہڈیاں توڑی نہیں گئیں۔ پس قرآن کا یہ کہنا وَمَا صَلَبُوْهُ بالکل سچ ہوگیا۔

عربی میں مصلوب اُسی کو کہتے ہیں۔ جسکی پیٹھ کی ہڈی توڑی جاوے۔ دیکھو قاموس

لغت صلب۔ اور مسیح ہڈی توڑنے سے محفوظ رہے۔ دیکھو یوحنا ۱۹ باب ۳۳۔ بات یہ ہے حاکم مسیح کا حامی تھا۔ دیکھو اُس نے ہاتھ دھوئے اور کہا۔ مَیں اس راستباز کے خون سے پاک ہوں۔ متی ۲۷ باب ۲۴۔ حاکم کی عورت حامی اور مددگار تھی۔ خصم کو کہتی ہے مجھے اس راستباز سے کام نہ ہو۔ متی ۲۷ باب ۱۹۔ صوبے دار اور یسوع کے نگہبان بھی حامی اور وہی تھے۔ اور پھر عیسائی۔ متی ۲۷ باب ۵۴۔ یوسف نام ارمینہ کا دولتمند۔ سانیڈرم مجلس شاہی کا ممبر بھی حامی۔ متی ۲۷۔ باب ۵۷۔ اور شاگرد منتظر بادشاہت تھا۔ مرقس ۱۵ باب ۴۳۔ لوقا ۲۳ باب ۵۰۔ یہود کے خوف سے خفیہ رہتا۔ یوحنا ۱۹ باب ۳۸۔ اس شخص نے لٹکانے کے چند گھنٹے کے بعد جب اندھیرا ہوا۔ بادشاہ سے کہا۔ یسوع مرگیا ہے۔ لاش مجھے مرحمت ہو۔ پلاطس حاکم نے تعجب کیا۔ کہ ایسا جلد کیونکر مرا۔ اور یوسف اور صوبیدار معتقد گواہ ہیں اور یہود بیچارے سبت کے بکھیڑے میں موجود ہی ہیں۔ قبر میں رکھا۔ اور مٹی کی مُہر کی۔ اور کوئی محافظ اُسوقت نہ تھا۔ خیرخواہ اپنے خاکسار کو نکال لے گئے۔ بیشک مسیحؑ مُردہ یہودیوں سے جی اُٹھے۔ ابدی زندگی میں جلال پا گئے۔ اب تو دار کو حفاظت شروع ہوئی۔ پس صاف آشکار ہے۔ وہ بے گناہ بچ گئے۔ اسی واسطے قرآن کا کہنا۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ بالکل راست ہے۔ یا انجیلی محققوں کے طور پر کہتے ہیں آپکی ہڈیاں نہیں توڑی گئیں۔ ویسے ہی مر گئے۔ بے ایمان یہودی اسی بات پہ یقین رکھتے۔ اور کہے گئے ہم نے مسیحؑ کو مار ڈالا۔

وَقَوْلِهِمْ[1] اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ

[1] اور کہنا یہودیوں کا کہ ہم لوگوں نے عیسیٰ مسیح رسول اللہ مریم کے بیٹے کو قتل کیا اور اُن لوگوں نے نہ مارا اُسکو اور نہ سُولی پر چڑھایا اُسکو لیکن قتل اور سولی دینے کا شبہ ہوا اُن کو۔ اور ہر آئنہ جن لوگوں نے اختلاف کیا ہے اس میں وہ اسکے

مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ط
وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ
عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا۔ سیپارہ ۶۔ سورۂ نساء۔ رکوع ۲۔

بات دُور چلی گئی۔ ان باغبانوں نے اپنے آخری نبی راستباز صلح کار کو اپنے زعم میں قتل کیا۔ مار ڈالا۔ بنی اسرائیل کے سارے نبی خدا کے پلوٹھے تھے۔ اور مسیح آخری پلوٹھے۔ اب باغ اوروں کے سپرد ہوا۔ باغ یروشلم تھا۔ پہلے اسکے باغبان بنی اسرائیل میں سے رہے۔ ان کی بے ایمانی سے اب وہ باغ بنی اسمٰعیل کے سُپرد ہوا۔ ماجوج دراز گوش کہتے ہیں۔ وہ آخری آچکے اب محمدؐ کون ہے۔ عقل والو سوچو۔ انجیل میں لکھا ہی۔ مالک باغ باغ اوروں کو سپرد کریگا۔ آخر کہاں آچکے۔ معاملہ ختم نہیں۔ کبھی پہلے بنی اسمٰعیل اس کے مالک ہوئے۔ اب تیرہ سَو (۱۳) برس سے مالک ہیں۔ یہود اور عیسائیوں کے لئے عہدۂ باغبانی نہیں رہا۔ باغ کا نام بھی بدل گیا۔ یروشلم سے بیت المقدس بنا۔

متی اس نئی قوم کے حق میں کہتا ہی۔ وہ موسم پر پھل دینگے۔ متی ۲۱ باب ۴۱۔ اور عرب میں حج کے ایام کو موسم کہتے ہیں۔ پھر لوقا ۲۰ باب ۱۶۔ اُنہوں (بنی اسرائیل) نے یہ سُن کے کہا۔ ایسا نہ ہو۔ تب اُسنے اُنکی طرف دیکھ کے کہا۔ پھر وہ کیا ہی جو لکھا ہے کہ وہ پتھر جسے راجگیروں نے رد کیا وُہی کونے کا سرا ہوا۔ ہر ایک جو اس پتھر پر گرے۔ چُور ہوگا۔ اور جسپر وہ گرے اُسے پیس ڈالیگا۔ اور متی ۲۱ باب ۴۳۔ اسلیئے مَیں تمہیں کہتا ہوں

بقیہ شرح خاتم: شک میں ہیں اور اُن لوگوں کو اس کا کچھ بھی یقینی علم نہیں ہے مگر گمان کی پیروی۔ اور نہ مارا اُسکو از راہ یقین۔ بلکہ اللہ نے اُس کو اپنی طرف اُٹھا لیا ۱۲۔

[1] اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاویگا ساتھ اُسکے پہلے موت اُسکی کے اور دن قیامت کے ہوگا اُوپر اُنکے گواہ ۱۲

[2] بنی اسرائیل کو خدا نے مصر سے لاکر یروشلم میں آباد کیا۔ اور اُن میں انبیاء و رُسل بھیجے۔ یسعیاہ باب۔

خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جاویگی۔ اور ایک قوم کو جو اسکے پھل لاوے دی جاوے گی۔
یاد رہے بنی اسرائیل صرف رُوحانی بادشاہ نہ تھے۔ بلکہ رُوحانی اور جسمانی۔
عیسائی منصفو! یہ پتھر وُہی ہے جسکو دانیال نے دیکھا اور وہ پھر پہاڑ بن گیا
دانیال ۲ باب ۴۴۔ جو اسپر گرا چُور ہوُا اور جسپر وہ گرا اُسے پیس ڈالا۔ جہاد پر اعتراض نہ کرنا۔
قدیم زمانے میں تصویری زبان کا بڑا رواج تھا۔ اسی خیال پہ عیسائیوں نے موسوی رسومات کو صرف نشان قرار دیا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں۔ قربانی توریت مسیح کی قربانی کا نمونہ تھی۔ گو جانور خاموش جان دیتا ہے۔ اور مسیح نے ایلی ایلی پکارتے جان دی۔ ظاہری طہارتیں اصلی طہارت کا نمونہ تھیں۔ بولا[1] ہلانا۔ مسیح کا جی اُٹھنا تھا[2]۔ یوشع نے بارہ پتھر اُٹھوائے اور بقول عیسائیوں کے وہ بارہ حواریوں کا گویا نشان تھا۔ یوشع ۴ باب ۶۔ وغیرہ وغیرہ۔ اب سوچو۔ حجر اسود مکّے میں کونے کا پتھر تھا۔ اور اسلام سے پہلے سالہا سال کا موجود۔ لوگ اسے چُومتے اور اس کے ساتھ ہاتھ ملاتے تھے۔ گویا یہ پتھر کونے کا سرا مکّے میں تصویری زبان میں کتب مقدسہ کا یہ فقرہ تھا۔ وہ پتھر جسے معماروں نے رَدّ کیا۔ وُہی کونے کے سرے کا پتھر ہوُا۔ عرب اُمّی محض تھے۔ اور صاحبِ کتاب نہ تھے۔ اُن کے لئے بجائے کتاب یہی پتھر گویا کلامِ الٰہی تھا۔ اس پتّھر کو عرب یمین الرحمٰن کہتے تھے۔ اب جو اصل آگیا اور اُس کی منزلہ کتاب میں اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ[3] کا فرمان اُترا۔ عرب چونک اُٹھے اور کہنے لگے۔ مَا الرَّحْمٰنُ[4] اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا۔ سیپارہ ۱۹ سُورۂ فرقان رکوع ۵۔

---

[1] احبار ۲۳ باب ۱۰۔ [2] ا قرنتی ۱۵ باب ۲۰۔ ۱۲
[3] جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے۔ وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے ۱۲۔ یہ آیت سیپارہ ۲۶۔ سورۂ فتح۔ رکوع ۱ میں ہے۔
[4] رحمٰن کیا ہے۔ کیا سجدہ کرنے لگیں ہم جس کو تو فرمادیگا۔ اور بڑھتا ہے اُن کا بھاگنا ۱۲۔

اسکے تشریف لاتے یروشلم کی باغبانی بنی اسرائیل سے چھن گئی۔ جو اسپر گرا چور ہوا۔ جسپر وہ گرا پس گیا۔ یہ پتھر کونے کا سرا نہ تو مسیحؑ ہیں کیونکہ مسیحؑ نے اس کے ظہور کے لئے اپنے بعد کا زمانہ بتایا۔ دیکھو لوقا ۲۰ باب ۱۶۔ متی ۲۱ باب ۴۳۔ دانیال ۲ باب ۴۴۔

بشارت

اِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِى اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ[1]

اس بشارت کو یوحنا نے اپنی انجیل میں لکھا ہے۔ دیکھو یوحنا ۱۴ باب ۱۵۔ ۱۷۔ میرے کلموں پر عمل کرو۔ میں اپنے باپ سے درخواست کرونگا۔ اور وہ تمہیں دوسرا تسلی دینے والا بخشیگا۔ کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔

قرآن نے کہا ہی مسیحؑ نے احمدؐ کی بشارت دی اور یہ بشارت نبیؐ عرب نے عسائیوں کے سامنے پڑھ سنائی اور کسی کو انکار کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ زمانہ دراز کے بعد جب قرآنی محاورات سے بے خبری پھیلی پادریوں نے کہدیا۔ یہ بشارت انجیل میں نہیں۔ بیشتر زمانے میں اناجیل کے باب اور درس نہ تھے۔ والا پرانے اہل اسلام نشان دیتے۔ فارقلیط اور پرکلٹیاس یا پرکلٹیوس پر بڑی بحثیں ہوئی ہیں۔ میں کہتا ہوں یوحنا ۱۴ باب ۱۵ میں ہی دوسرا تسلی دینے والا۔ اور عرب کی کتب لغت میں حمد کے مادے کو دیکھ جاؤ۔ العود احمد دوسرے آنے والے کو احمد کہتے ہیں۔ اور یہ بات بطور مثل عرب میں مشہور و معروف تھی۔ یہ بشارت قرآنیہ یوحنا ۱۴ باب ۱۵ کے بالکل مطابق ہی۔ کیونکہ

[1] اور جب کہا عیسےٰ مریم کے بیٹے نے اے بنی اسرائیل میں بھیجا آیا ہوں اللہ کا تمہاری طرف سچا کرتا اس کو جو مجھ سے آگے ہی۔ توراۃ اور خوشخبری سناتا ایک رسول کی جو آویگا مجھ سے پیچھے اُس کا نام ہے احمدؐ ۱۲
یہ آیت سیپارہ ۲۸۔ سورۂ صف۔ رکوع ۹ میں ہے ۱۲

یوحنا ۱۶ باب ۱۲- میری اور بھی بہت سی باتیں ہیں کہ مَیں تمہیں کہوں - پر اب تم اس کی برداشت نہیں کر سکتے - لاکن جب وُہ رُوح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتادیگی - اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہیگی - لاکن جو کچھ وہ سُنیں گی - سو کہیگی - اور تمہیں آیندہ کی خبریں دیگی - اور وُہ میری بزرگی کریگی - اسلئے کہ وہ میری چیزوں سے پاویگی اور تمہیں دکھلائیگی - سب چیزیں جو باپ کی ہیں میری ہیں - اسلئے مَیں نے کہا کہ وہ میری چیزوں سے لے گی - اور تمہیں دکھاوے گی - یوحنا ۱۶ باب ۱۲-

لاکن فارقلیط رُوح القدس وہ جسے میں باپ کی طرف سے بھیجونگا - روح حق جو باپ سے نکلتی ہی تو وہ میرے لئے گواہی دیگی - اور تم بھی گواہی دوگے - کیونکہ تم شروع سے میرے ساتھ ہو - مَیں نے تمہیں یہ باتیں کہیں کہ تم ٹھوکر نہ کھاؤ - ۱۵ باب ۲۶ و ۱۶ باب ۱-

اِس بشارت پر غور کرو صاف صاف نبی عرب کے حق میں ہے -

روح القدس اور رُوح القدس اور روح الحق ہی قرآن لائے - دیکھو -

قُلْ[1] نَزَّلَهُ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا - سیپارہ ۱۴ - سُورہ نحل - رکوع ۲۰-

رَفِيْعُ[2] الدَّرَجَاتِ ذُوالْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ - سیپارہ ۲۴ - سورۂ مومن - رکوع ۷-

بلکہ قرآن نے بڑے زور - ہاں نہایت بڑے زور سے کہا ہے - آنحضرت صلعم مظہر اتم اور حق ہیں - غور کرو -

---

[1] تو کہہ اسکو اُتارا ہی پاک فرشتے نے تیرے رب کی طرف سے تحقیق تا ثابت کرے ایمان والوں کو ۱۲

[2] صاحب اُونچے درجوں کا مالک تخت کا اُتارتا ہے بھید کی بات اپنے حکم سے جسپر چاہے اپنے بندوں میں کہ وہ ڈراوے ملاقات کے دن سے ۱۲-

(۱) قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ سیپارہ ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل ع ۹
(۲) اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ۔
(۳) مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی۔ سیپارہ ۹۔ سورۂ انفال ع ۲۔

عیسائی خوش اعتقاد جیسے الوہیت مسیحؑ اور کفارے پر یقین کر بیٹھے ہیں۔ ایسی ہی یہ بھی خیال و وہم کرتے ہیں کہ یہ بشارت مسیح کے حق میں اور یا رُوح القدس کے حق میں ہے۔ جو حواریوں پر اُتری۔ حالانکہ یہ خیال عیسائیوں کا نہایت غلط ہے۔

اوّل تو اسلیئے مسیحؑ فرماتے ہیں۔ میرے وصایا کو محفوظ رکھو۔ پھر اس رُوح کی خبر دیتے ہیں۔ پس اگر وہ رُوح مُراد ہوتی جو حواریوں پر اُتری۔ تو اسکی نسبت ایسی تاکید ضروری نہ تھی۔ کیونکہ جسپر نازل ہوتی ہے۔ اُسے اشتباہ ہی کیا ہوتا ہے۔ حواری تو نزول رُوح کے عادی تھے۔

دوّم۔ یوحنا باب ۷ میں اس رُوح کی تعریف میں لکھا ہے۔ وہ رُوح پاک میرے نام سے ہر بات تم کو سکھلاویگی۔ اور یاد دلاویگی تم کو وہ باتیں جو مَیں نے کہی ہیں اعمال حواریوں سے معلوم نہیں ہوتا کہ مسیحؑ کے فرمانے سے حواری کچھ بھول گئے تھے۔ اور اس رُوح القدس نے جو حواریوں پر اُتری۔ حواریوں کو کچھ یاد دلایا۔

ہاں نبیؐ عرب نے بہت کچھ یاد دلایا۔ عیسائی مسیحؑ کی خالص ہاں صرف انسانیت بھُول گئے تھے۔ عام بُت پرستوں کی طرح الوہیت کو انسانیت سے ملا دیا تھا۔ مسیحؑ کو معبود بنا رکھا تھا۔ اسی کو کفارہ اپنے معاصی کا بنا رہے تھے۔ نبیؐ عرب نے سب کچھ یاد دلایا۔ اور سیدھا راستہ بتایا۔

سوّم۔ یوحنا ۱۵ باب ۲۶ و ۱۶ باب میں ہے۔ وہ رُوح میرے لیئے گواہی دے گی۔ اور

لہ تُو کہہ آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹ۔ بیشک جھُوٹ ہے نکل بھاگنے والا ۱۲۔
لہ جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے ۱۲۔
لہ تُو نے نہیں پھینکی مُٹھی خاک جس وقت تھی اللہ تعالیٰ نے پھینکی ۱۲۔

تم بھی گواہی دیتے ہو۔ حواری تو مسیح کو خوب جانتے تھے۔ اُنہیں گواہی کی حاجت نہ تھی۔ اور اوروں کو اس رُوح نے جو حواریوں پر اُتری گواہی دی نہیں۔ اور رُوح القدس نے کوئی گواہی دی ہے تو وُہی گواہی ہے جو حواریوں نے دی۔ اس رُوح القدس نے حواریوں سے علیحدہ ہرگز کوئی گواہی نہیں دی۔

چہارم۔ مسیح نے فرمایا میرا جانا بہتر ہے۔ مَیں جاؤں تو وہ آوے۔ یُوحنا ۱۶ باب ۷۔ صاف عیاں ہے مسیحؑ کے وقت وہ رُوح نہ تھی۔ حال آنکہ رُوح القدس یوحنا بپٹسما دینے والے کے وقت سے مسیحؑ کے ساتھ تھی۔

پنجم۔ یوحنا ۱۶ باب ۷ میں ہے۔ وہ سزا دے گی۔ اور بالکل ظاہر ہے۔ وہ رُوح جو حواریوں پر اُتری۔ بلکہ خود مسیحؑ اور مسیحؑ والی رُوح سزا دینے کے لئے نہ تھی دیکھو یوحنا ۱۲ باب ۴۷۔

ششم۔ یوحنا ۱۶ باب ۱۲ میں ہے۔ مجھے بہت کچھ کہنا ہے۔ پر اب تم برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ روح جس کی بشارت ہے۔ سب کچھ بتائے گی۔ یہ فقرہ بڑی سخت حُجّت عیساہوں پر ہے۔ کیونکہ جو رُوح القدس حواریوں پر اُتری۔ اُس نے کوئی سخت اور نیا حکم نہیں سُنایا۔ تثلیث اور عموم دعوت غیر قوموں کی بُلاہٹ تو بقول عیسائیوں کے خود مسیحؑ فرما چکے تھے۔ اور پولوس کی کارستانیوں نے تو کچھ گھٹایا ہے۔ بڑھایا نہیں۔ ہاں اس رُوح القدس اس رُوح الحق نے جس کو فارقلیط کہیئے۔ پرکلیٹاس۔ پاراکلیٹوس کہیئے۔ محمدؐ کہیئے۔ احمدؐ بولیئے۔ عبداللہ اور آمنہ کے گھر جنم لے۔ صدہا احکام حلت و حرمت اور عبادات اور معاملات کے قوانین مسیحی تعلیم پر بڑھا دیئے۔ فداہ ابی اُمّی۔

ہفتم۔ یوحنا ۱۶ باب ۱۳۔ وُہ اپنی نہ کہے گی۔ اور یہی مضمون قرآن میں محمد بن عبداللہ کی نسبت ہے۔

(۱) مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى - سیپارہ ۲۷ - سورۃ النجم - رکوع ۵

(۲) اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَىَّ - سیپارہ ۷ - سورہ انعام - رکوع ۱۲ -

(۳) قُلْ مَا يَكُوْنُ لِىْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِىْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَىَّ - سیپارہ ۱۱ - سورۃ یونس - رکوع ۲ -

عیسائیوں کے اعتراضات

پہلا شبہ - ان بشارات میں جو یوحنا نے لکھی ہیں - روح القدس - روح الحق مراد ہے اور وہ اقنوم ثالث ہے -

جواب - اس روح کا اقنوم ثالث سے ہونا تو صرف عیسائیوں کا دعویٰ ہے - روح کا لفظ کتب مقدسہ میں وسیع معنے رکھتا ہے - حزقیل ۳۷ باب ۱۴ میں مُردوں کو فرمایا میں اپنی روح تم میں ڈالونگا - دیکھو یہاں روح الٰہی - نفس حیوانی ہے یا قوتِ حیات -

۴ باب ۱ - یوحنا کا پہلا خط - ہر ایک روح کی تصدیق مت کرو - بلکہ امتحان کر لیا کرو معلوم ہوتا ہے واعظوں کو روح کہتا ہے جیسے انجیل متی میں وہ نبی (آنحضرتؐ) سے مراد ظاہر نبی موسیٰ کے مثل ہے - ایسا ہی انجیل یوحنا وغیرہ سے روح القدس روح الحق وہی مظہر اتم ہے جس کا بیان قرآن میں ہے - قُلْ اِنَّ رَبِّىْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (تو کہہ میرا رب پھینکتا جاتا ہے سچا دین وہ جاننے والا ہے چھپی چیزوں کا) سے ظاہر ہے -

دوسرا شبہ - بشارات میں خطاب حواریوں کو ہے - اور محمد صاحب حواریوں کے وقت تشریف نہیں لائے -

جواب - متی ۲۶ باب ۶۴ میں کاہنوں کو مسیحؑ نے فرمایا - تم ابن آدم (حضرت مسیحؑ)

۱؎ نہیں بولتا ہے اپنے چاؤ سے یہ تو حکم ہے جو بھیجتا ہے ۱۲ ۲؎ میں اسی پر چلتا ہوں جو مجھ کو حکم آتا ہے ۱۲
۳؎ تو کہہ میرا کام نہیں کہ اُس کو بدلوں اپنی طرف سے میں تابع ہوں اُسی کا جو حکم آوے میری طرف ۱۲ -

کو تخت پر اُترتا دیکھوگے۔ حالانکہ ان کاہنوں میں سے کسی نے نہ دیکھا۔ بلکہ اُنیس سوبرس کے قریب گزرتا ہے۔ اب تک مسیحؑ نہیں آئے۔

تیسرا شبہ۔ فارقلیط کی تعریف میں ہے۔ تم اسے نہیں دیکھتے حالانکہ محمدؐ صاحب کو لوگوں نے دیکھا۔

جواب۔ یہاں جسمی دیکھنا وہی سمجھیں جو جسم کے فرزند ہیں۔ مسیحؑ پر جب رُوح القدس اُتری وہ بھی کبوتر کی شکل میں لوگوں نے دیکھی۔ تو پھر رُوح القدس پر شبہ آگیا۔ وہ دیکھے گئے۔ بات یہ ہے یہاں حقیقت کی پہچان کو دیکھنا کہا ہے۔ اگر محمدؐی حقیقت کو لوگ پہچانتے تو اُسکے مُنکر کیوں ہوتے ۱۱باب ۲۷۔ یُوحنا ۸ باب ۱۹۔

چوتھا شبہ۔ وہ تمہارے ساتھ ہے اور محمدؐ صاحب ہمارے ساتھ نہیں۔

یہ صیغہ بمعنی استقبال ہے دیکھو بعینہٖ یہ محاورہ حزقیل ۳۹ باب ۸۔ اور یوحنا ۵ باب ۲۵ میں بھی ہے۔ وہ ابھی جب مُردے ابن اللہ کی آوازیں سُنیں۔ اُنیس سوبرس میں یہ (ابھی) ظاہر نہیں ہوئی۔

پانچواں شبہ۔ اس بشارت میں لکھا ہے۔ وہ میری چیزوں سے پاویگی۔ اور محمدؐ صاحب نے مسیحؑ کی چیزوں سے کیا پایا۔

جواب۔ اسی فقرے کے بعد مسیحؑ فرماتے ہیں۔ سب چیزیں میرے باپ کی میری ہیں۔ اسلئے مَیں کہتا ہوں کہ وہ میری چیزوں سے لے گی۔ بلکہ اس فقرے سے مسیحؑ کے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ رُوح بتدریج کامل ہوگی۔ اور آہستگی سے کمال حاصل کرے گی۔

چھٹا اعتراض۔ اعمال ۱۔ باب ۸ میں ہے۔ اسکے آتے تک یروشلم میں رہو۔ معلوم ہوتا ہے وہ رُوح یروشلم میں حواریوں پر اُتری۔

جواب۔ رُوح القدس کے اقسام ہیں ایک موعد الاب ہے اور ایک فارقلیط۔

یوحنا نے فارقلیط کی نسبت بشارت کو لکھا ہے۔ اور لوقا نے اس نزول روح کا بیان کیا ہے جس کا تذکرہ اعمال میں موعد الاب کر کے ہے۔ غرض جو روح حواریوں پر اُتری۔ وہ اور ہے۔ اور یہ روح الحق جسکا اشارہ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ میں ہے اور ہے۔

اور یہ بھی ہے کہ یروشلم میں رہنا۔ اس جگہ کی شریعت کی پابندی اور اسے قبلہ سمجھنا آپ کے تشریف لانے تک یہود اور نصاریٰ کو ضرور تھا۔ یروشلم میں رہتے اور اُسی کی محبت کرتے۔ جب بیت ایل مکہ ہی قرار پایا تو انکو ضرور ہوا یہ اسمیں رہیں اور وہ آیندہ ہے۔

اثبات نبوۃ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشینگوئیوں سے

ہر ایک عاقل اور تاریخی مذاہب میں سے کسی ایک مذہب کا معتقد اس بات کو یقیناً جانتا ہے کہ آیندہ زمانے کی نسبت پیشگوئی کرنا کبھی قانون قدرت کی عادت و آداب اور اُسکے اسباب پر نظر کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ کبھی قرائن موجودہ کے لحاظ سے۔ کبھی اپنے چیلوں اور مُریدوں اور نوکروں کے ڈرانے یا خوش کرنے کے لئے۔ اور کبھی سچے الہام سے۔

مثلاً مَیں موسم سرما میں یہ پیشینگوئی کروں (اگر اسے پیشینگوئی کہہ سکیں) کہ گرمی کے موسم میں یہاں ایسی سردی نہ ہوگی۔ تو ظاہر ہے کہ یہ پیشینگوئی حالات طبعی اور قانون قدرت کے با ترتیب غیر متبدل واقعات پر نظر کرنے سے ہوگی یا گرم مکان میں جسے عارضی حرارت پہنچائی گئی ہو۔ بیٹھا ہوا باہر کی برف اور سرما کو تصور کر کے کہدوں کہ اس مکان کے باہر کُھلے میدان میں بیشک سردی ہوگی۔ تو یقیناً میرا ایسا کہنا صاف قرائن موجودہ کی امداد سے ہوگا۔

یا اگر مَیں اپنے مُریدوں اور خادموں کو کہوں کہ تم کو میری اطاعت اور خدمت کے عوض میں ضرور جنّت عطا ہوگی۔ اور تقصیر خدمت و عصیان کی صورت میں تم وبال

اور جہنم کے مستوجب ہوگے۔ اگر یہ کلام کسی راہ حق کی طرف بلانے والے کے منہ سے نکلا ہے۔ تو اُسے ہم کتب الہامی کے محاورے کے رُو سے وعدہ وعید کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ورنہ ہم اُسے سوائے خدام کے ڈرانے یا خوش کرنے کے کچھ وقعت نہیں دے سکتے اور سچی الہامی پیشینگوئی کا مستحق اُسے کبھی نہ سمجھیں گے۔

لیکن اگر کوئی کہدے کہ فلاں قوم کی تباہی و زوال یا فلاں واقعہ عظیم ایک سال یا پانچ ماہ کے اندر واقع ہوگا۔ یا فلانی خاص رسم یا عادت و رواج فلاں قوم و ملک سے ابد تک نیست و نابود ہو جاویگی۔ یا فلاں قوم ضعیف اسقدر محدود و معیّن عرصے میں الٰہی جلال اور شان و شوکت کے لباس سے مُلبّس ہوگی۔

تو اب ہم بغور دیکھیں گے کہ اس دعوے کے وقت ملکی تمدنی طبعی واقعات و حالات ایسے موجود تو نہیں یا ایسے کلیات تو پیشِ نظر نہیں جن سے ایسے جزئیات کا استخراج بآسانی ممکن الوجود ہے۔ کوئی قرینہ کوئی سبب حاضر الوقت تو نہیں جو اس مخبر کی خبر کے ماخذ و منشا ہیں۔ یا صرف ترغیب و ترہیب ہی تو نہیں۔ تو بیشک دبے شبہ ایسے کلام کو سچے واقعی الہام کا نتیجہ اور حقیقی عزت کا مستحق قرار دینگے۔

اب ہم اُس کامل محک کے اوپر موسیٰ و عیسیٰ و نبیؐ عرب کی پیشینگوئیوں کو نہایت آزادی اور ایمانداری سے پرکھیں گے۔ اور دکھلائیں گے کہ سچی پیشینگوئی کے خطاب کا سنہری تاج کس مبارک سر پر جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔

مثال شق اوّل۔ موسیٰ نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے خطاب کرکے فرمایا کہ تم میرے بعد جلد مُرتد ہو جاؤ گے۔ اور بدکاری اور بُت پرستی کے مُرتکب ہوگے اور ایسا ہی ہوا کہ بنی اسرائیل موسیٰ کے بعد بہت جلد ارتداد و بدافعالی کی بلاؤں میں گرفتار ہوگئے۔ اب اسے پیشینگوئی کہو یا قیاس و فراست کا نتیجہ کہو بات صاف ہے۔

حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کے واقعات گزشتہ سے خوب واقف تھے۔ انکی گرگٹ

کی سی طبیعت انکی تلوّن مزاجی - انکی قدیم رفتار کے کارنامے موسیٰ کی لوح حافظہ سے مٹ نہیں گئے تھے - انکی قومی تاریخ نے کبھی موسیٰؑ کے اضطراب طبع کو اطمینان سے مبدّل نہیں کیا تھا - انکے روزمرہ کے حالات و قرائن خاص کشش کے ساتھ موسیٰؑ کی طبیعت کو ایسے بدیہی اور پیش پا اُفتادہ نتائج کے نکالنے پر مائل کرتی تھی - موسیٰؑ سے قبل کے حالات چھوڑ دو جو ایک لمحہ بھر کیلئے موسیٰؑ کی عالمانہ یادداشت سے فراموش نہیں ہوسکتے تھے - خود موسیٰؑ کے وجود کو اُن لوگوں کے درمیان اور اُنکی پُرزور گرم تعلیم ہی کو ملاحظہ کرلو - کہ کس قدر اور کب تک اُسکے اثر کی جڑ اُنکی زمین سینے میں مضبوط رہی -

کیسے بڑے بڑے کرشمے اور معجزات اُنکے ہاتھ سے دیکھے - فرعون اور اُسکے پیرؤں کے مقابل میں کیا کچھ کرامات و کمالات مشاہدہ نہ کیئے - پھر بھی یہ بنی اسرائیل خدا کی برگزیدہ قوم - ہاں اُسکے "اکلوتے بیٹے موسیٰؑ و ہارون" جیسے خیرخواہوں سے سمندر سے پار ہوتے ہی کیسی ناراض بلکہ صف آرا ہوئی - خروج ۱۶ - باب ۲ -

مَنّ جیسی نعمت کے کھاتے ہوئے مچھلی اور پیاز اور گندنا کے خواستگار ہوئے - مَنّ کے جمع کرنے سے روکے گئے تھے - پھر بھی جمع کرنے سے نہ ٹلے[۱] - بلکہ خُدا فرماتا ہے کہ دس مرتبے یہ لوگ مجھے آزماتے اور میری آواز پر کان نہ دھرتے[۲] اور موسیٰؑ فرماتے ہیں - جس دن سے مَیں نے تم کو جانا تم خداوند سے سرکشی کرتے ہو[۳] - صرف چالیس[۴] روز کے وعدے پر موسیٰؑ پہاڑ پر گئے - اور ہارون جیسے مقدس - خلیفۂ وقت - نبی - وُہی ہارونؑ جس کی کہانت کے لئے موسیٰؑ سے پہاڑ پر تجویز ہو رہی تھی - پس کس قدر تعجب کی بات ہے کہ زبردست نبی کی زندگی اور فقط چند روزہ غیر حاضری کا خیال دل میں موجود اور ہارونؑ جیسا ناصح مشفق نائب سر پر کھڑا - اُسپر جھٹ بچھڑو بنا اُسی کی خُدائی کے قائل ہوگئے - اور بچھڑو کی پُوجا شروع کردی[۵] -

[۱] خروج ۱۶ باب ۲۰ [۲] گنتی ۱۴ باب ۲۲-۲۰ [۳] استثناء ۹ باب ۲۵ [۴] استثناء ۹ باب ۱۶

اگر عیسائیوں کے اعتقاد پر جاویں جنکے نزدیک خود ہارونؑ جیسے کاہن مقدس اُس سخت بدعت کی اشاعت کے بانی ہوئے۔ تو اب ایسی قوم ہاں ایسی خوش اعتقاد متلون مزاج گروہ جو حضرت موسیٰؑ کو اس قسم کے بدیہی اندازے اور صاف صاف رائے لگانے پر مجبور کرے کیا اچنبے کی بات ہے۔ اگر حضرت موسیٰؑ انہیں کہیں کہ تم میرے پیچھے بگڑ جاؤگے۔ اور تراشے ہوئے بتوں کی پرستش کروگے۔ اور اگر اسے ترغیب و ترہیب ہی خیال کیا جاوے تو بھی بات واضح ہے۔

اب لیجئے حضرت مسیحؑ کی سُنیئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھے گی۔ کال اور وبائیں پڑینگی۔ اور جگہ جگہ زلزلے واقع ہوں گے[1]۔ اپنے شاگردوں کو فرمایا۔ جو کوئی اپنی جان بچانی چاہے اُسے کھوئیگا۔ اور جو کوئی میرے لئے اپنی جان کھوئے اُسے پاوے گا[2]۔ آپ نے پطرس کو فرمایا (وُہی پطرس نہ جو رسول اور صاحبِ کتاب ہوُا۔ اور جس نے بڑی دلیری اور جرأت سے اُستاد کو ملعون کہکر تین بار انکار کیا) مَیں آسمان کی بادشاہت کی کُنجیاں تجھے دُونگا۔ اور جو تو زمین پر بند کریگا۔ آسمان پر بھی بند ہوگا۔ اور جو زمین پر کھولے آسمان پر بھی کھلا ہوگا[3]۔ اور شاگردوں سے فرمایا کہ میرا پیالہ پیوگے۔ اور وہ بپتسما جو مَیں پاتا ہوں پاؤگے[4]۔

پہلی پیشینگوئی (اگر اسے پیشینگوئی کہہ سکیں) صاف قانونِ قدرت کے استمراری واقعات کا استنباط ہونے کی شہادت دیتی ہے۔ کیونکہ قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت کا چڑھنا اور کال اور زلزلے اور وبا کا واقع ہونا نیچر کی ایسی عادات میں سے ہے کہ اسکی نسبت کسی ایک کا بلا تعیّن وقت اور گول مول پیشینگوئی کرنا کبھی بھی غلط نہیں جانا جاسکتا۔

دوسری اور تیسری پیشینگوئی کی بنا محض ترغیب و ترہیب پر ہے۔ اس قسم کی

[1] متی ۲۴ باب ۷۔ [2] متی ۱۶ باب ۲۵۔ [3] متی ۱۶ باب ۱۹۔ [4] متی ۲۰ باب ۲۳۔

باتیں منصفانہ تھیوری (قیاس) سے بڑھ کر کچھ رتبہ نہیں رکھتیں۔ پطرس کے باکس یا ڈلکس کی کوئی خصوصیت نہیں ہو سکتی۔ غیر مقتدر ضعیف ریفارمر ایسے ہی خیالی ٹوٹکوں چٹکلوں سے تو دل لبھایا کرتے ہیں۔ اور کس کس کو ذرہ ذرہ سی بات پر آسمان و زمین کی چابیاں نہیں بخشا کرتے۔ ایسی باتوں کے لئے فطرتی خارجی شہادت کیا ہو سکتی ہے۔ یہ حسابِ دوستاں در دل کا سا معاملہ ہوتا ہے۔

چوتھی بات - کچھ محتاجِ بیان نہیں۔ یہود کی سخت ہیبت ناک عداوت نے اُس حلیم مسکین انسان کو کمال بےچین اور بیدل کر رکھا تھا۔ جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ زندگی کا رشتہ ٹوٹتا نظر آتا تھا۔ چاروں طرف دشمن ہی دشمن دکھائی دیتے تھے صرف دو چار ٹوٹے پھوٹے انیس و جلیس گرد و پیش بیٹھے معلوم ہوتے تھے۔ بیشک آنے والی زبردست مصیبت کا مقابلہ اور اپنا اور اپنے حامیوں کا ضعف عادتاً اس قسم کی یاس کے کلمات مُنہ سے نکالنے پر ایک بےبس انسان کو مجبور کر دیتا ہے۔

اب ہم نبی عرب کی پیشینگوئیوں کے جانچنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ لیکن آغاز مطلب سے پیشتر خدا کی برگزیدہ قوم بنی اسرائیل کا جو وسط ایشیا کے انبیا کا میدان مشق رہے ہیں۔ اور جنہیں مصلحین دیگر اقوام و ملل کی تہذیب ملکی و مالی کی خوشخط سر مشق کہتے ہیں۔ تھوڑا سا اجمالی حال لکھتے ہیں۔ اور انصاف کی عینک لگا کر دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے شفیق ہادیوں کی تعلیم سے کسقدر بہرہ اُٹھایا اور دُنیا کی اور قوموں کیلئے نمونہ بننے کا کسقدر استحقاق حاصل کیا۔ اور کیونکر ایسی قوم کے آگے دُوسری قومیں زانوئے تلمذ تہ کر سکتی تھیں۔ پھر قوم عرب کی ملکی تمدنی منزلی اخلاقی حالت کا اجمالی نقشہ کھینچتے ہیں کہ ہادی عرب و عجم کی بعثت سے قبل وہ کیسی تھی اور اس تاریخی الہامی سلسلے کی تحریک سے ہماری غرض یہ ہے کہ اُس نیرِ جہاں افروز کی پُرجلال کرنوں سے نُور حاصل کرنے کیلئے شکوک و اوہام کے گرد و غبار سے مطلع صاف کر دیا جاوے۔

مذہبی تاریخ شہادت دیتی ہے کہ بنی اسرائیل میں اسرائیل کے وقت سے مسیح[1] کے وقت تک بلکہ مسیح کی تعلیم کی ترقی (اگر کبھی ہوئی ہو) اور حواریوں کے زمانے تک کسقدر اور لگاتار سینکڑوں نہیں ہزاروں انبیاء اور رسول گزرے اور کیسے کیسے فوق العادۃ کرشمے دکھلائے (کیا یہ سچ ہے) کہتے ہیں کسی نے سمندر کو لٹھ مار کر چیر دیا۔ کسی نے یردن کو سکھا کر بارہ[12] پتھر لیکر بارہ حواریوں کی پیشینگوئی کی۔ کسی نے اپنی ہڈیوں اور اپنے مردہ جسم سے مُردوں کو زندہ کیا۔ کوڑھیوں مفلوجوں کو اچھا کیا۔ مادر زاد اندھوں کو آنکھیں دیں۔ تھوڑی شراب کو بہت کر دکھایا۔ چند روٹیوں کو ہزاروں کے لئے کافی بنایا۔ ایک پیالے تیل کو کئی مٹکوں کے برابر بڑھایا۔ غرض باوجود ایسے عجائبات کے متواتر مشاہدے اور تعلیم کے ہر ایک نبی کی اُمت جلد جلد مرتد ہو جاتی۔ اور انہیں نبیوں کی جن سے ایسے فوق العادۃ امور دیکھتی دشمن و مخالف بنجاتی۔

موسیٰؑ سے عالی ہمت سرگرم راہبر و واعظ سے کیا گذرا۔ اُن کے پہاڑ پر جاتے ہی گوسالہ پرستی شروع ہوگئی۔[1]

بعل پربت اور عستارات اور آرام جیسی دیبیوں کی عام پرستش کرنے لگے۔[2]

ساؤل خدا کا بنایا ہوا مسیح پھر مُرتد ہوگیا۔ اور خبطیوں اور دیو زدوں سے غیب بینی کرانے لگا۔ اور داؤد جیسے دلی خیر خواہ بہادر اور راستباز کا دشمن ہوگیا۔[3]

اُمت تو ایک طرف رہی خود ہادیوں اور واعظوں کی وہ گت ہوئی کہ الامان۔

داؤد خدا کے بیٹے اور مسیح۔[4]

بقول اہل کتاب اوریا کی بی بی سے کس حرکت کے مُرتکب ہوئے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ۔ سلیمان کا حال بھی جو (بقول اہل کتاب) ابن اللہ اور مسیح ہیں[5]۔ عیسائیوں پر

---

[1] استثنا ۹ باب ۱۲ [2] قاضی ۸ باب ۳۳ - ایضاً ۱۰ باب ۶ - سموئیل ۱۲ باب ۹ - [3] سموئیل ۲۶ باب ۹ [4] سلاطین ۲ باب ۲ سموئیل ۹ باب ۹ - زبور ۸۹ - ۲۰ و ۲۷ [5] ۲ سموئیل ۷ باب ۱۲ - اسلاطین ۱ - باب ۲۹ و ۱ - سلاطین ۱۱ باب ۵ - ۲ سموئیل ۱۲ باب ۸ -

ظاہر و باہر ہے۔

یہودا اسکیریوطی جسکو مسیحؑ نے معجزات وکرامت والا بنایا اور جس کے واسطے بہشت میں تخت بھی تیار ہوا[1]۔ کیسا پھرا کہ آشنا ہی نہ تھا[2]۔ پطرس جسے آسمان کی کنجیاں مرحمت ہوئیں[3]۔ وہی پھر شیطان بن گیا[4]۔ اپنے صادق معصوم اُستاد کو ملعون کہہ اُٹھا۔ اور بخوف جان سب حقوق آشنائی کو طاق پر دھر دیا[5]۔ (سبحان اللہ) یہ تو حواریوں کا حال ہے۔ جنہوں نے مسیحؑ کی لائف وتعلیم لکھنے کا بیڑا اُٹھایا۔

کیا خوب کیوں نہ قابل اعتبار ہوں۔

اس صادق اولوالعزم نبی عربی کی خدائی تاثیر والی تعلیم کا اس سے مقابلہ کرو۔ کہ کیونکر اُسکے حواری (خلفائے اربعہ) آخری دم تک ہزاروں مصائب اور حوادث کے سامنے سینہ سپر کئے ہوئے اپنے اُستاد کے عشق ومحبت میں ثابت قدم رہے۔

اب آئیے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئیاں سُنیئے۔ اور انصاف سے سُنیئے۔

نبی عربؐ کی پیشینگوئیاں

قبل اسکے کہ ہم پیشینگوئیوں کا بیان شروع کریں کسی قدر ملک عرب کی حالت لکھنا ضرور ہی۔ تاکہ ناظرین باانصاف کو اسکی صداقت وحقیقت کے اعتقاد کرنے میں تامل نہ رہے۔

حالت ملکی عرب کی

ایک بے آب وگیاہ ریگستان۔ ایک کس مپرس کونے میں پڑا ہوا وحشت ناک غولوں کا مسکن۔ سیویلزیشن کے علمبرداروں نے کبھی اُس طرف رُخ نہیں کیا تھا۔

---

[1] مرقس ۳ باب ۱۹ [2] متی ۲۶ باب ۱۴ [3] متی ۱۶ باب ۱۸ [4] متی ۱۶ باب ۲۳ [5] متی ۲۶ باب ۷۰ و ۷۴۔

کیونکہ قدرت نے کوئی نیچرل خوبی سرسبزی اور نضارت اُسے مرحمت نہیں کی تھی۔ جو دنیوی فاتحوں حملہ آوروں کی تحریک کا باعث ہوتی۔ خود اہلِ ملک ایسے افلاس اور بے سروسامانی کی گہری نیند میں پاؤں پھیلائے پڑے تھے۔ کہ برسوں سے کروٹ تک نہ بدلی تھی۔ اور ملکوں کی تسخیر کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنا تو کیسا۔ ایسی حالت میں قوی رُوحانی اور ملکات فاضلۂ انسانی کی شگفتگی اور ترقی معلوم۔

یاد رہے کہ فتوحات اور حملہ آوری اور ایک ملک کو دوسرے ملک سے جنگ و کارزار ہمیشہ سے ابتدائے تہذیب وسیویلزیشن کے پھیلنے کا ذریعہ ہوتے رہے ہیں۔ مقدس لڑائیوں کی وجہ سے یورپ میں تہذیب کی ریشہ دوانی کرنا ایک ایسا امر ہے، جس سے مؤرخانِ مغربی انکار نہیں کر سکتے۔

تمدّنی و منزلی حالت۔ ہزاروں قبیلے۔ پھر اُنکے ہزاروں شعبے اور اُنکی ہزاروں چھوٹی چھوٹی شاخیں۔ ایک کی ایک سے لاگ۔ اتفاق و اختلاط کیسا کہ اگر کوئی سال کوئی مہینہ کوئی دن باہمی خونریزی سے خالی گزر جائے تو بس غنیمت۔ حکما جو انسان کو مدنی الطبع کہتے ہیں اور اس مسئلے کے اثبات میں کتابیں کی کتابیں لکھ گئے ہیں۔ اور آجکل کی دُنیا اسکی شاہد ہے۔ کیا عرب کی اسوقت کی سوشل حالت ہی اس مسئلے کو باطل نہیں کئے دیتی تھی۔ درندہ بصورت انسان ایک تصویری زبان کا استعارہ ہے۔ مگر شیرِ عرب حقیقت میں اسکے مصداق تھے۔

اخلاقی حالت۔ تو ملکی و تمدنی حالت کی بیٹی ہے۔ اُسی کی شائستگی و ترقی پر اسکی فلاح و صلاح کا مدار ہے۔ اچھا صاف صاف سُن لیجئے۔ بُت پرستی اور توہمات باطلہ کی حکومت ان دنوں کل عالم پر محیط تو تھی ہی۔ لیکن مُلک عرب پر اُس کا خاص سایہ عاطفت تھا۔ اجرام علوی و سفلی میں سے کوئی ایسا نہ تھا۔ جس سے سادہ لوح عرب نے سچی دِلی ارادت کا رشتہ نہ جوڑا تھا۔ سخت گھنونی نفرت انگیز اشیائے مادی اُنکے سپکے

باطنی ایمان کی مجسم موتیں تھیں۔ اسپر حرام کاری۔ زناکاری۔ شراب خوری (جو معبودانِ باطل کی پرستش کا لازمی نتیجہ ہے) کا وہ طوفان مچ رہا تھا کہ خدا نہ دکھائے۔ قمار بازی نے خانہ ویرانی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا تھا۔ ہٹ۔ ضد۔ حمیت۔ جاہلیت۔ قومی نفرت کا وہ عالم تھا۔ کہ باایں ہمہ جہالت دُوسری ملتوں سے روشنی اور فیض لینا تو درکنار۔ اُلٹا انہیں عجمی (گونگا) کا خطاب دیتے تھے۔ اور یہود کی طرح سب قوموں کو ہیدن (غیر قوم) کے نفرتی نام سے یاد کرتے۔ اُن کے ہمسایوں بنی اسرائیل (یہودیوں) کا حال سُن ہی چکے ہو۔ کیسی بدحالت میں مبتلا تھے۔ نبیوں کے زمانے میں ان کی رفتار اور گفتار کے چہرے نے خوبی و پسندیدگی کے خدوخال سے کچھ جمال حاصل نہ کیا۔ اور قبول عام کے زیور سے آراستہ نہ ہوئے۔ اب تو اُنپر اور بھی جہالت کی گھٹا کالی بداطواری و بداخلاقی کی مُوسلا دھار بارش برساتی رہی تھی۔

عیسائی پولیش چرچ کی کیفیت ایک دُنیا پر ظاہر ہے۔ بُت پرستی ایک رُکنِ اعظم انکے پاک مذہب کا تھی۔ مریم کی مورت کی پرستش کن کن رنگوں سے اُن کی مقدس عبادتگاہوں میں جلوہ آرا تھی۔ اور وساوس و توہمات کی خدمتگذاری کی تفصیل کا یہ مقام متکفل نہیں۔ کل یوروپین عالم اِس کے شاہد ہیں۔ جارج سیل صاحب کا مقدمۃ القرآن اس کا گواہ بس ہے۔ یہ حال تو اہل کتاب کا ہے۔ جو عیسائی علما کے زعم میں قوم عرب کے جگانے والے ہیں اور جن سے بڑھ کر مثل (خفتہ راخفتہ کے کند بیدار) کا مصداق شاید ہو نہیں سکتا۔ اُسوقت کی اور دُنیا کی قوموں کا حال کہ کس قدر انسانیت کے شریف پائے سے گری ہوئی تھیں۔ اور مخلوق پرستی کے ناقابل ذکر بیماری نے کیسا انکے ملکات کو تباہ کر دیا تھا۔ مخفی و تاریک نہیں ہے۔ ہند کی بُت پرستی کی طرف نظیراً اشارہ کیئے بغیر ہم رہ نہیں سکتے۔ جن میں سکتے کی پُوجا اور لنگ کی پرستش اب تک معمول ہے۔ اور تفصیل سے تعرض کرنا چنداں ضروری نہیں۔

اب ہم میدان غور کو اور بھی وسیع کرنے کے لئے اس مضمون میں چند باتیں بطور سوال کے لکھتے ہیں۔ اور ہمیں اُمید ہے کہ یہی وہ ایک تنقیحیں منصف کے نزدیک اثباتِ مُدعا کے لئے کافی ہیں۔

(۱) عرب کی اُسوقت کیا حالت تھی اور اسکی قومی تاریخ کیسے واقعات سے معمور تھی۔

(۲) اسباب اور قرائن اور قدرتی طبع حالات کیا بتا رہے تھے۔

(۳) ان دنوں میں اہل کتاب کی خصوصاً اور دیگر اقوامِ دُنیا کی عموماً کیا حالت تھی۔

ایسی حالت میں ایسے وقت میں ایسے اضطراب میں کس استقلال اور جلال والی آواز سے قرآن فرماتا ہے۔ پھر مکے میں فرماتا ہے۔

پہلی پیشینگوئی

قُلْ[۱] اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ۔ سیپارہ ۲۲۔ سُورۂ سبا۔ رکوع ۶۔

نجات کے طالبو۔ دینِ حق کے خواستگارو۔ خیالاتِ این و آں سے تھوڑی دیر سر کو خالی کرکے ادھر متوجہ ہو جاؤ۔ سوچو کیا یہ زبردست پیشینگوئی پُوری نہیں ہوئی۔ کیا ایک دُنیا پر اسکی صداقت ظاہر نہیں ہوگئی۔ تیرہ سَو[۱۳۰۰] برس ہوئے دین کامل۔ توحید۔ صداقت کے آفتاب نے سرزمینِ عرب میں طلوع کیا۔ جسکی روشنی نہ صرف عرب میں بلکہ کل اقطارِ عالم میں پھیلی اور پھیل رہی ہے۔ اور جب سے کبھی شرک۔ کفر۔ بدعت۔ بُت پرستی۔ بطلان کی کالی بدلی اس کے پُر جلال نُورانی چہرے کو محجوب نہ کرسکی۔

---

[۱] کہدے (اے محمدؐ) میرا رب حق (دین حق) پھینکتا ہے (یعنی آسمان سے اُتارتا ہے) وہ غیبوں کا جاننے والا ہے۔ تو کہدے باطل (دین باطل) پھر نہ کبھی شروع ہوگا اور نہ عود کریگا ۱۲۔

اسی پر کیا بس ہی۔ آپ نے بڑے اطمینان۔ الٰہی الہام سے۔ پُرجلال آواز سے بڑے جلسوں اور محفلوں میں تاکیدی الفاظ میں زور سے کہدیا۔

قُلْ[1] جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا[2]۔ سیپارہ ۱۵۔ سورہٗ بنی اسرائیل رکوع ۹

پڑھنے والے دیکھ۔ کیا یہ کلام قادر مطلق علام الغیوب کا نہیں۔ کیا انسان کی کمزور زبان اپنے ناقص اور محدود علم سے ایسی پُوری ہونے والی سچ اور بالکل سچ خبر دے سکتی ہے۔ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یقیناً یقیناً یہ اُسی ہمہ قدرت کا کلام ہے جس کا علم کامل غیر محدود ہے۔ جس کے دستِ قدرت میں قلب انسان کے انقلاب و تقلیب کی باگ ہے۔ اور زمانوں اور قوموں کی تبدیل و تغییر اُسی کے بس میں ہے۔ اُسی پاک عالم الغیب خدا نے اپنے برگزیدہ عبد مکرم رسولؐ کے مُنہ میں اپنا کلام دیا۔ جو اُسی کے بلائے سے بولا۔ اور اُسی کے بتائے سے بتایا۔ کیا ہی سچ بولا اور کیا ہی ٹھیک بتایا۔ فداہ اُمّی و ابی صلی اللہ علیہ وسلم۔

دُوسری پیشینگوئی

اِنَّآ[3] اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ۝ سیپارہ ۲۹۔ سُورۂ مزمل رکوع ۱۔

اِس جگہ باری تعالیٰ اپنے پاک کلام میں اس صادق کلام میں نبیؐ عرب کو موسیٰؑ کا مثیل و نظیر فرما کر اہلِ عرب سے خطاب کرتا ہی کہ جیسے فرعونی موسیٰ کے عصیان کے باعث تباہ ہوئے

---

[1] تو کہدے (اے محمدؐ) اسلام آیا اور شرک بھاگا۔ بیشک شرک بھاگنے والا ہے ۱۲

[2] یہ زبردست پیشینگوئی فتح مکہ کے دن پُوری ہوئی۔ بیہقی میں ابن عمرؓ سے روایت ہی کلما مر بصنم اشار الیہ بقضیبہ وھو یقول الاٰیۃ جب آپ کسی بُت کے پاس سے ہو کر گزرتے اپنی لاٹھی سے اسکی طرف اشارہ کرتے اور آیت مسطورۂ متن پڑھتے ۱۲

[3] ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے گواہ تم پر جیسا ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا۔ پس فرعون نے اُس رسولؐ کا کہا نہ مانا پھر ہم نے اُس کو ہلاک کرنے والی پکڑ سے پکڑا ۱۲

ویسے ہی اس نبیؐ کے عاصی اور مخالف بھی تباہ اور ہلاک ہو جائینگے۔ اور پھر فرمایا۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔ سیپارہ ۹ ۔ سورۂ انفال رکوع ۴ ۔

پھر اس پیشینگوئی کا وقت صاف صاف بتادیا۔ اور اس کی حد باندھ دی کہ حد ہی کردی۔ فرمایا۔

قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ سیپارہ ۲۲ ۔ سورۂ سبا ۔ رکوع ۳ ۔

پھر اور توضیح و تصریح کی فرمایا۔

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ سیپارہ ۱۵ ۔ سورۂ بنی اسرائیل ۔ رکوع ۸ ۔

اللہ اللہ یہ پیشینگوئی کیسی پوری ہوئی۔ عادت اللہ قدیم سے اس طرح پر جاری ہے کہ جن قوموں نے ہادیان برحق کے نصائح نہ سُنے۔ اور اُن کے دل سوز مشفقانہ کلام پر دھیان نہ کیا۔ ضرور وہ کسی نہ کسی تباہی میں گرفتار ہوئے۔ اور جھوٹے نبی کا نشان یہ دیا گیا ہے کہ وہ قتل کیا جاویگا۔ اور جو کوئی اس نبی کی بات نہ مانے گا۔ سزا پائیگا۔ اب کفار عرب اس سچے رؤف و رحیم ہادی کو جھٹلا چکے ہیں۔ طرح طرح کی اذیتیں۔ دل کو کپکپا دینے والے آزار دے چکے ہیں۔ چونکہ وہ نبیؐ صادق و مصدوق ہے۔ اور وہ نبی وہ ہے جسکی نسبت موسیٰؑ و عیسیٰؑ بڑے فخر سے بشارت دیتے چلے آئے ہیں۔ اب خدائی غضب اُمنڈ آیا۔

[1] جب تک تو اے رسولؐ ان میں ہے اللہ انپر عذاب نہ لاویگا۔ [2] تو کہدے (اے محمدؐ) تمہارے واسطے ایک سال کی میعاد ہے کہ اس سے ایک ساعت ادھر اُدھر نہ کرسکوگے [3] یوم۔ دن۔ الہامی کتابوں میں نبوّت کا ایک دن بمعنی سال بھی مستعمل ہوتا ہے لغات عرب اسکے شاہد ہیں۔ اور عیسائی علماء اسکے مقر ہیں۔ دیکھو اندرونہ بیبل عبداللہ آتھم صفحہ ۶۹ و ۱۳۳۔ [4] یقیناً یہ لوگ (اہل مکہ) تجھے (محمدؐ) اس زمین (مکہ) سے نکالڈالنے والے ہیں جب تو تیرے بعد یہ لوگ بھی تھوڑی ہی دیر رہیں گے۔ [5] استثناء باب ۱۸ - ۲۰

کلمۃ اللہ برسرِ انتقام آمادہ ہوا کہ اُن کے دشمنانِ دینِ حق کو ہلاک کیا جاوے۔ مگر باریتعالےٰ باایں‌ہمہ اپنے رسول ؐ سے فرماتا ہے کہ جب تک تُو ان لوگوں میں موجود ہے (یعنے سرزمین مکّے میں) اُن پر عذاب نہ ہوگا۔ اور عالم الغیب حق تعالیٰ ایک سال اسکی میعاد مقرر فرماتا ہے کہ یقیناً اس عرصے میں بلاتقدم وتاخر ایک ساعت کے یہ واقعۂ زوال وقوع میں آئیگا۔ قدرتِ حق کا کرشمہ مشاہدہ فرمائیے کہ کیونکر یہ وعدہ ایک سال بعد پُورا ہوتا ہے۔ اب کفارِ عرب نے جن کا سرغنہ ابوجہل تھا۔ آنحضرت صلعم کے قتل کی مشورت کی۔ اسی واسطے ۱۵ جولائی ۶۲۲ء جمعے کے دن آپؐ نے مکّے سے ہجرت کی اور مدینہ منوّرہ کو چلے گئے۔ دُوسرے سال یعنی ۶۲۳ء میں بدر کا معرکہ ہوا۔ جس میں وہ سب معاندین اور مخالفین تباہ اور عذابِ الہٰی میں گرفتار ہوئے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

تیسری پیشینگوئی

اُسوقت جب ناصرین ومعاندین اسلام کی جماعت نہایت قلیل تھی جب آنحضرتؐ کا جان و مال سخت معرضِ خطرہ میں تھا۔ اُسوقت جبکہ شہر مکّہ اور اُسکے اطراف وحوالی میں کل قبائل قریش آنحضرتؐ کے قتل وقمع کی سازشیں دوڑا رہے تھے۔ اور بیشک اُن کی موجودہ حالت اور سامان نے اُنکے ارادوں کے پُورا ہو جانے کی قوی امید دلا رکھی تھی۔ خدا اپنے رسولؐ کو تقویت دیتا اور اُسکی عصمت اور حفظ کا ذمہ اُٹھاتا ہے۔

يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ سیپارۂ ۶۔ سُورۂ مائدہ۔ رکوع ۱۰۔[1]

اس وعدۂ الہٰی کو آنحضرتؐ نے بآوازِ بلند پکار پکار کر دشمنوں کے مجمع کو سُنایا کہ

---

[1] اے رسول جو تجھ پر تیرے رب سے اُترا ہے پہنچا دے۔ اور اگر تُو نے ایسا نہ کیا تو اُس کے پیغام کو نہ پہنچایا۔ (ڈرمت) اور اللہ تجھ کو لوگوں سے محفوظ رکھیگا ۱۲۔

مَیں ضرور ضرور تمہارے شر سے محفوظ رہونگا۔ اور تم میرا بال بیکا نہ کرسکوگے۔ کیا اُس چڑھانے والی آواز سے وہ اور زیادہ نہیں جھلائے۔ اور اُن کے کینہ و انتقام کی آگ اور زیادہ نہیں بھڑکی کیوں نہیں۔ بلکہ آگے سے بڑھکر داؤگھات میں رہنے لگے۔ مگر خدا کا وعدہ پُورا ہؤا۔ اور اسی نبی برحق کی صداقت کی بڑی کامل دلیل دُنیا پر ظاہر ہوئی۔ کہ آنحضرتؐ اُس نرغے اور مہلکے سے خدا کے حفظ و امان کے بدرقے کے ساتھ سلامت نکل گئے۔

اور وہ خدا کے دشمن۔ رسولؐ کے دشمن۔ انسان کی فلاح و صلاح کے دشمن دانت پیستے اور ہاتھ کاٹتے رہ گئے۔ ہم کو سخت تعجب آتا ہے جب ہم قرآن کی اس آیت کو پڑھتے ہیں جسمیں باریتعالیٰ بڑا ثبوت آنحضرتؐ کی نبوّت کی صداقت کا دیتا ہے۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ہ سیپارہ ۲۹۔ سُورۂ حاقہ۔ رکوع ۲۔[1]

یعنی اگر یہ شخص جھوٹا رسول ہوتا۔ تو بیشک بیشک قتل کیا جاتا۔ تباہ ہوجاتا۔ مارا جاتا۔ کیونکہ خداوند خدا پہلے سے اپنے برگزیدہ نبی موسیٰ کی معرفت اپنے اس اولوالعزم نبی کی بابت ارشاد اور وعدہ فرما چکا تھا۔ اور اس سچے نبی کی صداقت نبوت کی پہچان بھی بتا چکا تھا کہ وہ زندہ رہیگا۔ ہاں وہ سلامت رہیگا۔ اور اُسکے مخالفین معبودانِ باطل کے عابد ہلاک ہوجاوینگے۔

بیشک باایں ہمہ ثبوت بیّن اُن لوگوں کی جہالت اور عصبیت سخت تعجب دلاتی ہے۔ مگر جس وقت اُس قوم گمراہ کے حقیقی وارث اس زمانے کے اہل کتاب (پادری صاحبان) کو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہ توریت کے وعدوں کو بالائے طاق رکھ کر

---

[1] اور اگر یہ رسول ہماری نسبت جھوٹی باتیں بناتا تو ضرور ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑتے۔ پھر اس کی رگِ حیات کو کاٹ ڈالتے ۱۲۔

اُس حقیقی نبوت سے اعراض کرکے اپنے اسلاف کے مانند برابر عداوت کا بیڑا اُٹھائے چلے آتے ہیں۔ تو ہمارا تعجب بالکل کم ہو جاتا ہے۔ خدا جانے یہ لوگ کب تک اُس مثیل موسیٰ کی اطاعت سے منحرف رہ کر اُس زمانے کے وحشی بدوؤں کی طرح اور زیادہ نشانوں اور آسمانی علامتوں کے خواستگار رہیں گے۔

اگر یہ لوگ دُنیا پرستی اور حبِّ نفس کو چھوڑ کر غور کریں تو آشکارا ہو جاویگا کہ بشارت مثلیت کا دعویٰ علمی ہی نہیں رہا۔ بلکہ عملاً بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا۔

سجاح بنت الحارث بن سوید عتیمہ نے پہلے سنہ خلافت میں پیغمبری کا دعویٰ کیا اور بنی تمیم اور تغلب کے قبیلے کے لوگ اُس کے تابع ہوگئے۔ اور اُنھیں دِنوں میں مسیلمہ کذّاب نے بھی نبوّت کا دعویٰ کیا۔ اور یہ اُنہیں دِنوں خدائی وعید کے موافق قتل ہوئے اور ایسے ہی اور لوگوں نے بھی مثل عَنسی وغیرہ کے گردن دعویٰ بلند کی۔ مگر بہت جلد اُن سے اُن کا حساب لیا گیا۔

افسوس اس غفلت بخش عداوت نے عیسائیوں کو اتنا بھی سمجھنے نہ دیا کہ اس رسول کی تکذیب اور قرآن کی تکذیب میں توریت کی تکذیب لازم آتی ہے اور قرآن کی تصدیق میں توریت کی تصدیق متضمن ہے۔ کیونکہ رب الافواج توریت میں قرآن کی نسبت بشارت دے چکا ہے (کہ مَیں اپنا کلام اُسکے مُنہ میں دُونگا) کلام اُس کے مُنہ میں۔ کیا ٹھیک ترجمہ وحی کا ہے۔ یعنی ایسا کلام جو لفظاً و معناً خدا کی طرف سے ہو۔ اور یہ صفت صرف قرآن کریم اور فرقان حمید کی ہے۔ قرآن بھی کس محبّت بھرے الفاظ سے جو خالق کو اپنی مخلوق سے ہے۔ اہل کتاب کو آگاہ و بیدار فرماتا ہے کہ توریت میرے اس رسول کی بشارت دیتی ہے۔ میرا وجود اس کا مصدق ہے۔ اب میری اطاعت کرو۔ اور میری مکمل تعلیم کا سبق پڑھو۔ ایسا نہ ہو کہ میری تکذیب میں توریت کے مکذّب ہو جاؤ۔ سُنو کتاب حق کیا بولتی ہے۔

وَمَا[1] كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ۔ سیپارہ ۱۱۔ سورۂ یونس۔ رکوع ۴۔

قَدْ[2] جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ سیپارہ ۶ سورۂ مائدہ رکوع ۳

اب یہاں پر ایک اور بات بھی قابل بیان کے ہے کہ عیسائی علمانے عدم فہمی قرآن سے تصدیق و مصدق کو جو قرآن میں جا بجا آیا ہے۔ کچھ اور ہی سمجھ کر خامہ فرسائی کی ہے۔ اصل مطلب یہ ہے کہ موسیٰ نے پیشینگوئی کی کہ میرے مثل ایک نبی پیدا ہوگا۔ اور خدا کا کلام اُس کے مُنہ میں ڈالا جائیگا۔ اور یہ خبر اپنے وقوع کی محتاج تھی۔ اور ضرور تھا کہ موسیٰ کی پیشینگوئی پوری ہو۔ پس آنحضرتؐ کے وجود مبارک اور قرآن کریم نے اُس کو پورا کر دیا۔ اب موسیٰؑ کی پیشینگوئی کی تصدیق ہوگئی۔ پس تصدیق و مصدق کے لفظ کے یہی معنی ہیں۔ اب اگر قرآن کو سچا نہ مانیں اور آنحضرتؐ کو حضرت موسیٰ کا مثیل ہونا تسلیم نہ کریں۔ باا ینکہ آپ نے یہ دعویٰ بڑے زور سے کیا اور خدا نے اُنہیں کامیاب کیا۔ تو کُتب مقدسہ کی اقدم و اعظم کتاب توریت کی تکذیب لازم آتی ہے۔ آگے اختیار ہے۔

اَمْ[3] يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝ سیپارہ ۲۷۔ سورۂ طور۔ رکوع ۲۔

باری تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر اس کتاب کو تم لوگ مصنوعی جانتے ہو۔ تو اس کے مثل کوئی کتاب لاؤ۔ اور فرمایا۔

---

[1] یہ قرآن اللہ کے سوا اور کا بنایا ہوا نہیں لیکن تصدیق ہے اُس کتاب کی جو اسکے آگے ہے ۱۲

[2] بیشک تمہارے پاس (اہل کتاب) اللہ کی جانب سے نُور اور روشن کتاب آئی ۱۲

[3] کیا وہ کہتے ہیں اس کو اپنے ہی گھڑ لیا ہے۔ نہیں بلکہ وہ ایمان نہیں لائے۔ پھر اس کے مانند کوئی حدیث لاویں اگر وہ سچے ہیں ۱۲

[1] وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝ سیپارہ ۱۔ سورۂ بقر۔ رکوع ۳۔

اور مکے میں شرفاء وشعرائے قوم قریش کو خطاب فرمایا۔

[2] قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝ سیپارہ ۱۵۔ سورۂ بنی اسرائیل۔ رکوع ۱۰۔

صداقت اور حق بھی بڑی قوت ہے۔

اُس شخص سے بڑھ کر جرأت اور جسارت کسی آدمی میں ہو سکتی ہے جس کا قلب ایمان کانشنس غرض تمام قوئے نفسانی اُس کو کلی یقین اور اطمینان دلادیں کہ تو صادق ہے۔ اب اس اطمینان قلبی کی لازمی خاصیت یہ ہے کہ وہ صادق میں ایک مخصوص فوق العادۃ قوّت اور زور پیدا کر دیتا ہے۔ اور اُس کے جذبات رُوحانی میں اس قسم کی شدید و حدید حرارت موجود ہو جاتی ہے کہ موجودات اور کائنات کی قوائے طبعی سے کوئی قوت و وجود اُس (صادق) کے دل میں ہیبت انگیز مغلوب کرنے والا رعب نہیں ڈال سکتا۔ بلکہ اسکے صدق کا جوش کوہ مقناطیس کی طرح ضعیف مخلوق کے قویٰ کے جہاز کو اپنی طرف منجذب کر لیتا ہے۔ یہی وجدانی اور کیفی دلائل ایسے ہوتے ہیں جو منطقی اور فلسفی دلائل سے بڑھ کر دائمی اثر سامعین

---

[1] اگر تم شک میں ہو اُس سے جو ہم نے اپنے بندے پر اُتارا۔ تو اسکے مثل کوئی ایک ٹکڑا لاؤ۔ اور اللہ کے سوا اپنے گواہوں کو بلاؤ اگر سچے ہو۔ پھر اگر تم نے نہ کیا اور ہرگز نہ کر سکو گے۔ تو ڈرو اُس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جو کافروں کیلئے طیار کی گئی ہے ۱۲ [2] تو کہدے کہ اگر جن اور انس اس قرآن کے مثل لانے پر متفق ہو جاویں تو اس کے مثل نہ لا دیں گے۔ گویا ہمدگر مددگار بن جاویں ۱۲

کے قویٰ پر کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ دلائل اس سرچشمۂ فطرت (نیچر) سے اخذ کیئے جاتے ہیں۔ جو کم و بیش ہر انسان میں ودیعت رکھی گئی ہے اور اسی لیئے فطرتِ انسانی اُس کے فعل وانفعال پر بہت جلد آمادہ ہو جاتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بہت سے قسی القلوب مشوش الفطرت انسان اُس پر کان بھی نہیں دھرتے۔ مگر عموم صحیح المزاج سلیم الفطرت اُس بوق کی سُریلی پُر معنی آواز کی طرف بڑے شوق سے بے اختیار دَوڑے چلے جاتے ہیں۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن نے بھی اس قسم کے دلائل کو اختیار کیا اور فطرتِ انسانی کی تسخیر کے لیئے ایک عجیب فوق التصور نسخہ ایجاد کیا۔ اور یہ امتیاز و فخر من قبل و مابعد کبھی بھی کسی کتاب کو میسّر نہیں ہوا۔ اور اس خدائی ترکیب و ترتیب نے جو اثر اُس وقت کے عرب کی غیر مہذب غیور مگر فصیح و سیف اللسان دُنیا پر کیا۔ اور جو ویسا ہی اب تک قانون فطرۃ کے راز دانوں اور دلدادوں کے دل پر کر رہا ہے۔ کچھ محتاج بیان نہیں۔

عیسائیوں نے نہایت کامیاب کوششیں قرآن کی اس حقیقت کے چھپانے کیلئے کی ہیں۔ اور چاند پر تھوکنے کیلئے بہت کھینچ تان کر گردنوں کو اُٹھایا ہے۔ اور بقول اَلْغَرِيْقُ يَتَشَبَّثُ بِالْحَشِيْشِ سخت بے سر و پا دلیلوں کو اپنا مایۂ ناز بنا رکھا ہے۔ کبھی قرآن کے مقابل میں سواطع الالہام۔ مقامات حریری۔ سبعہ معلقہ وغیرہ پیش کرتے ہیں۔ اور کبھی ملٹن ہومر۔ شیکسپیر کو بلالاتے ہیں۔

کچھ ضرورت نہیں کہ بار بار اُن جوابات کا اعادہ کیا جائے۔ جو علمائے اہلِ اسلام نے ان اعتراضات پر دیئے ہیں۔ مگر ان آدمزادوں کی قوت ایمانی پر سخت حیرت اور تعجب آتا ہے کہ ایسے فضول افسانوں اور بداخلاقی اور فحش مجسم مضمونوں کو ایک الہامی کتاب قرآن کے مقابل ہیں جس نے اخلاقی۔ معاشرتی۔ تمدنی تعلیم کو تکمیل کے درجے پر پہنچایا۔ پیش کرتے ہیں۔ بیشک قرآن فصاحت و بلاغت میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجے پر

ہے۔ اور چونکہ وہ بعینہٖ الفاظ و ترکیب آنحضرتؐ کے قلب نبوت پر وحی کیا گیا ہے۔ بالضرور
اُسے ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ مگر قرآن تحدّی الفاظ کی بندش اور عبارت کی فصاحت کے
بابت نہیں۔ قرآن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ کوئی کتاب ایسی لاؤ جس میں ایسی رُوحانی اخلاقی
مکمل تعلیم ہو۔ قرآن مجید کا یہ دعویٰ ایسا ہی کہ حقیقتاً اس کا کوئی جواب کسی سے آجتک بن
نہیں پڑا۔ اور یوں اِدھر اُدھر کی فضولیوں کی کیا وقعت ہوسکتی ہے۔

پانچویں پیشینگوئی

سورۂ احزاب میں۔ تمام عرب کے مختلف فرقے مدینے پر چڑھ آئے اور مدینے کے
یہود اور کل منافق لوگ ان حملہ آوروں کے ساتھ شریک ہوگئے اور مسلمانوں کی یہ
حالت ہوئی کہ لوگوں نے کہدیا۔

يَآ[1] اَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ۔ سیپارہ ۲۱۔ سورۂ احزاب۔ رکوع ۲۔

اور یہانتک نوبت پہنچی کہ ظاہر کے ساتھی جن سے امداد کی اُمید تھی۔ وُہ بھی
الگ ہونے شروع ہوئے جس کا بیان اس آیت میں ہے۔

وَيَسْتَاْذِنُ[2] فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ؕ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ
اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا۔ سیپارہ ۲۱۔ سُورۂ احزاب۔ رکوع ۲۔

مسلمان پہلے ہی قلیل التعداد تھے۔ اور دس ہزار کفار کے مقابلے میں تین ہزار
سے بھی کمتر انکی جمعیت تھی۔ اب ان لوگوں کے الگ ہو جانے سے ایسی خطرناک
حالت ہوگئی جس کا نقشہ قرآن شریف ان الفاظ میں کھینچتا ہے۔

---

[1] اے مسلمان مدینے والو۔ تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں ۱۲۔
[2] اور ایک فریق اُن میں سے نبی سے اجازت مانگتا کہ ہمارے گھر خالی ہیں۔ حالانکہ وہ خالی نہ تھے فقط
اُن کا فقط بھاگ جانا تھا ۱۲۔

لِّ إِذْ جَآءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ۔ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ۔ سیپارہ ۲۱۔ سورۂ احزاب۔ رکوع ۲۔

اور اس واقعے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی سے مکّے میں دیدی تھی کہ عرب کے احزاب اور اُن کی سنگتیں ہم پر چڑھ آئینگی (جیساکہ عنقریب آتا ہے) الّا وہ سب بھاگ کر ناکامیاب چلے جائیں گے۔ اور ایسا ہُوا کہ جب مسلمانوں نے اُس فوج کثیر کو دیکھا باایں ہمہ قلت تعداد بول اُٹھے۔

لِّ وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ۔ سیپارہ ۲۱۔ سورہ احزاب رکوع ۲۔

اس آیت سے صاف واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حملے کی بابت پہلے ہی خبر دیدی تھی۔ اور یہ خبر علی العموم موافق و مخالف میں پھیلی ہوئی تھی۔ چنانچہ

لِّ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ۔ سیپارہ ۲۱۔ سورۂ احزاب۔ رکوع ۲۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ منافق وغیرہ مخالفین بھی پہلے ہی سے اس وعدے

لِّ جسوقت انہوں نے تم کو ہر طرف سے محصور کرلیا اور جسوقت آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے مُنہ کو آگئے۔ اور طرح طرح کے ظن اللہ کی نسبت تم کرنے لگے۔ اُس موقعہ پر مومنین سخت بلا اور لرزے میں ڈالے گئے ۱۲۔

لِّ اور جب مسلمانوں نے اُن جماعتوں کو دیکھا بول اُٹھے یہ تو وُہی ہے جو اللہ اور اُس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا اور سچ کہا اللہ اور اُس کے رسول نے اور اُن میں ایمان اور تسلیم اور بھی بڑھ گیا ۱۲۔

لِّ اور جسوقت منافق اور بیمار دل لوگ کہنے لگے کہ اللہ اور اُسکے رسول نے تو ہم سے دھوکا کھیلا ۱۲۔

کو خوب جانتے تھے۔ گو اب بے ایمانی اور بزدلی نے اُنہیں قائم نہ رہنے دیا۔

نکتہ۔ لفظ وَعَدَ نا جو مسلمانوں کے مُنہ سے نکلا صاف بتلاتا ہے کہ وہ شروع ہی سے اپنی کامیابی پر وثوق کلی رکھتے تھے۔ کیونکہ وعد کے معنی ہیں کسی کو اُسکے مفید مطلب وعدہ دینا بخلاف اِیعَادْ کے کہ اسکے معنے دھمکی دینا اور ڈرانا ہے۔

اَب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اِس وعدے کا ذکر خود قرآن کی ایسی سُورت میں موجود ہے جو مکّے میں اُتری ہے وہ آیت یہ ہے۔

جُندٌ[1] مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ۔ سیپارہ ۲۳۔ سُورۂ ص۔ رکوع ۱۔

أَمْ[2] يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ۔ سیپارہ ۲۷ سُورۂ قمر۔ رکوع ۲۔

چھٹی پیشینگوئی

جب آنحضرتؐ اور اُنکے اصحاب قلت تعداد اور بے سروسامانی کے باعث مکّے سے نکالے گئے۔ تو اُن سے اور اُن کے ہادی سے قرآن نے پیشگوئی کے طور پر فرمایا۔

فَمَهِّلِ[3] الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا۔ سیپارہ ۳۰۔ سُورۂ طارق۔ رکوع ۱۔

اور اپنے آپکو چونکہ موسیٰ کے مثیل کہا تھا اسلئے آپنے دِل بھر کے موسیٰ کی اتباع کا حال سُنایا۔

وَأَوْرَثْنَا[4] الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا۔ سیپارہ ۹۔ سُورۂ اعراف۔ رکوع ۱۶۔

---

[1] احزاب (جماعتیں) احزاب کے بڑے بڑے لشکر اُس جگہ شکست کھا جائیں گے [2] کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم بدلہ لینے والی جماعتیں ہیں۔ عنقریب یہ سب لوگ شکست دیئے جائیں گے اور بھاگ نکلیں گے ۱۲۔
[3] ان کافروں کو کچھ مدّت فرصت دے ۱۲۔ [4] اور ہم نے انھیں لوگوں کو جنہیں وہ ضعیف سمجھتے تھے زمین (مکّہ) کی مشرقوں اور مغربوں کا وارث بنایا ۱۲۔

اور صاف صاف تاکیدی الفاظ سے مکّے میں یہ آیت پڑھ پڑھ کر سنائی۔

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَادُّكَ اِلٰی مَعَادٍ۔ سیپارہ ۲۰ ۔ سورہ قصص رکوع ۹۔

یہ پیشینگوئیاں صاف صاف پوری ہوگئیں۔ کہ تھوڑے عرصے میں کل سرزمین مکّہ پر اہلِ اسلام کا تسلّط ہوگیا۔

ساتویں پیشینگوئی

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْئًا۔

سیپارہ ۱۸۔ سورہ نور۔ رکوع ۷۔

یہ پیشینگوئی صحابہ کے حق میں ایسی پوری ہوئی کہ تاریخ عالم میں اس کی نظیر نہیں۔

اب ہم اس مضمون کو بخوفِ طوالت ختم کرتے ہیں۔ کیونکہ غور کرنے والا ادیب خوب جانتا ہے کہ تمام قرآن کریم پیشینگوئیوں کے عجیب عجیب مضامین سے بھرا ہوا ہے۔ لیکن پیشتر اس سے کہ اس مضمون کو ختم کریں۔ ایک نہایت لطیف و غریب حدیث کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے اور یہ حدیث صحت و صداقت میں وہ پایہ رکھتی ہے کہ احادیث کے معترضوں اور منکروں کو بھی دم مارنے کی جگہ نہیں۔ کیونکہ یہ حدیث ایسی دس ہزار کتابوں سے

لہ بیشک وہ جس نے تجھے قرآن کا پابند بنایا یقیناً تجھے اصلی وطن (مکّہ) میں پھیر لیجائے گا ۱۲۔

ٹہ اللہ نے تم میں سے مومنوں اور نیکوکاروں سے وعدہ کیا کہ اُنہیں اس سرزمین (مکّہ) میں ضرور خلیفہ بنائیگا جیسا اُن سے پہلوں کو بنایا۔ اور وہ دین جو اُنکے لئے پسند کیا ہو اُسے اُن کی خاطر مضبوط کردیگا۔ اور اُنکے خوف کو امن سے بدل دیگا کہ وہ میری عبادت کرینگے اور کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں گے ۱۲۔

زیادہ میں مندرج ہے جو وقوع واقعے سے سینکڑوں برس پہلے تصنیف ہوئیں۔ اور وہ حدیث صحیح بخاری اور مسلم میں موجود ہے۔ وھو ھذا۔

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تُقَاتِلُوا التُّرْكَ[1] صِغَارَ الْاَعْیُنِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِّعَالُهُمُ الشَّعْرُ۔

ابوداؤد۔ وَیَنْزِلُ[2] نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِیْ بِغَائِطٍ یُسَمُّوْنَهُ الْبَصْرَةَ عِنْدَ نَهْرٍ یُقَالُ لَهٗ دَجْلَةُ یَكُوْنُ عَلَیْهَا جِسْرٌ كَثِیْرٌ اَهْلُهَا وَیَكُوْنُ مِنْ اَمْصَارِ الْمُسْلِمِیْنَ۔ وَ اِذَا كَانَ اٰخِرُ الزَّمَانِ جَآءَ بَنُوْ قَنْطُوْرَاءَ عِرَاضُ الْوُجُوْهِ صِغَارُ الْاَعْیُنِ حَتّٰی یَنْزِلُوْا عَلٰی شَطِّ النَّهْرِ فَیَفْتَرِقُ اَهْلُهَا ثَلَاثَ فِرَقٍ۔

ہماری احادیث پر طعن کرنیوالے نوجوان اور پادری صاحبان حدیث کی صحت پر ذرہ غور کریں۔

آپکے دشمنوں سے آپکی حفاظت۔ آپکی طرف سے باری تعالےٰ کا کافی ہونا۔

قَالَ تَعَالٰی۔ فَاصْدَعْ[3] بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ۔ اِنَّا كَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ الَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ۔ سیپارہ ۱۴۔ سورۂ حجر رکوع ۶

---

[1] نہ قائم ہوگی قیامت یہانتک کہ تم لوگ قتل کروگے قوم ترک کو جنکی چھوٹی آنکھیں ہونگی سُرخ چہرے ہونگے چپٹی ناکیں۔ گویا مُنہ اُن کے ڈھالیں ہیں۔ تہ بتہ چمڑا چڑھا ہوا۔ یعنی گول مُنہ ہونگے اور نہ قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ تم لوگ لڑوگے اس قوم سے جن کی جوتیاں بالوں کی ہیں۔

[2] اور اُتر ینگے تھوڑے لوگ ہماری اُمت کے پست زمین کے نزدیک قریب ایک نہر کے اُسکا نام بصرہ رکھیں گے اور وہ نہر دجلہ کہا جاتا ہے اسکے اُوپر پل ہوگا۔ اُسکے لوگ بہت ہونگے۔ اور وہ مسلمانوں کے شہروں سے ہوگا اور جب اخیر زمانہ ہوگا۔ تو بنو قنطورا چوڑے مُنہ والے اور چھوٹی آنکھ والے آوینگے یہانتک کہ جب وہ لوگ نہر کے کنارے وارد ہونگے۔ تو اسکے لوگ تین گروہ پر علیحدہ ہوں گے ۱۲۔

[3] سو کھولکر سُنادے جو تجھ کو حکم ہوا اور دھیان نہ کر شریک والوں کا ہم بس ہیں تیری طرف سے ٹھٹھے کرنیوالوں کو جو ٹھہراتے ہیں اللہ کے ساتھ اور کسی کی بندگی سو آگے معلوم کریں گے ۱۲۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ سیپارہ ۱۔ سورۂ بقر۔ رکوع ۱۶۔

یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ سیپارہ ۶۔ سورۂ مائدہ۔ رکوع ۱۰۔

دیکھو قرآن میں کیسے کیسے وعدے نصرت و امداد الٰہی کے موجود ہیں۔ ایک مسکین اور غریب گروہ کو کثیر التعداد امراء اور رؤسا اور سپہ سالاروں کے سامنے پھر انکے مذہب اور بت پرستی اور رسومات باطلہ کے مقابلے خالص خدا پرستی اور نئے اور عمدہ رسوم کی خوبی کا بیان۔ پھر یہ صرف جھانسا اور مصنوعی دعویٰ ہی نہیں بلکہ اسکی صداقت اور سچائی تمام دنیا آنکھ سے دیکھ سکتی ہے۔ ہنسی اور مسخرہ پن کرنیوالوں کا نام ونشان عرب میں نہ رہا۔ عداوت و شقاق خواب وخیال ہوگئے۔ نبیِ عرب خدا کی حفاظت سے صرف خدائی بلاہٹ پر دنیا سے عالم بالا کو تشریف لے گئے۔ آپکی عظمت اس آیت سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ قُلْ لَّسْتُ عَلَیْكُمْ بِوَكِیْلٍ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ سیپارہ ۷۔ سورۂ انعام۔ رکوع ۸۔

اہل مکہ جب آپ کو سخت سخت تکالیف پہنچاتے تھے۔ اور اسلام کے استیصال پر کمر بستہ تھے۔ تو آپ نے الٰہی کلام پڑھ سنایا اور کہا۔

---

[۱] پھر اگر وہ بھی یقین لاویں جس طرح پر تم یقین لائے۔ تو راہ پاویں۔ اور اگر پھر جاویں۔ تو اب وہی ہیں ضد پر۔ سو اب کفایت ہے تیری طرف سے ان کو اللہ اور وہی ہے سنتا جانتا ۱۲۔

[۲] اے رسول پہنچا جو اترا تیرے رب کی طرف سے۔ اور اگر یہ نہ کیا تو تو نے کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام اور اللہ تجھکو بچا لیگا لوگوں سے ۱۲۔

[۳] اور اس کو جھوٹ بنایا تیری قوم نے اور یہ تحقیق ہے تو کہہ کہ میں نہیں تم پر داروغہ ہر چیز کا ایک وقت ٹھہرا رہا ہے اور آگے جان لوگے ۱۲۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْۤ اَخْرَجَتْكَ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ[۱] - سیپارہ ۲۶ - سورہ محمد - رکوع ۲ -

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ[۲] ۝ سیپارہ ۱۴ - سورۂ نحل - رکوع ۱۵ -

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ[۳] سیپارہ ۱۴ - سورۂ نحل - رکوع ۱۵ -

پھر غور کرو - سوچو - تامّل کرو - آپکی تمثیلیں کیسی راست ہوئیں اور ناسمجھ کفّار بدکردار کیسے ہلاک ہوئے -

کامیابی بھی راستی کی بڑی دلیل ہے خصوصًا جب تکذیب کنندوں کی ہلاکت کے ساتھ ہو - خدا کو نوح کی قوم کا غرق کرنا اور عاد کی قوم کو ریح صرصر کے ساتھ تباہ کر دینا صالح کی قوم کا کڑک سے نیست و نابود بنانا - شعیب کی قوم پر یوم ظلہ کی ذلّت بھیجنا - لُوط کی تکذیب سے قوم لوط اور اُنکی بستیوں کو تہ و بالا کر دینا - فرعون کے لاؤ لشکر کو بحر قلزم میں فنا کرنا - یہ سب باتیں انبیاء کی کرامات اور انکی وجاہت ہیں - تمام سُورۂ شعرا میں اس کا مفصل بیان موجود ہے - اور جہاں آیت ختم ہوتی ہے وہاں آتا ہے -

---

[۱] اور کتنی تھیں بستیاں جو زیادہ تھیں زور میں اس تیری بستی سے - جس نے تجھ کو نکالا - ہم نے ان کو کھپا دیا - پھر کوئی نہیں اُن کا مددگار ۱۲ -

[۲] اور بتائی اللہ نے کہاوت - ایک بستی تھی - چین امن سے چلی آتی تھی - اُس کو روزی فراغت کی ہر جگہ سے - پھر ناشکری کی اللہ کے احسانوں کی - پھر چکھایا اُس کو اللہ نے مزہ کہ اُن کے تن کے کپڑے ہوئے بھوک، اور ڈر بدلا اس کا جو کرتے تھے ۱۲ -

[۳] اور اُن کو پہنچ چکا رسول اُنھیں میں کا پھر اُسکو جھٹلایا پھر پکڑا اُن کو عذاب نے اور وہ گنہگار تھے ۱۲ -

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ٥ سیپارہ ۱۹۔ سورۂ شعراء۔ رکوع ۱۰۔

پھر بہت انبیاء کی نسبت اس طرح قصص کہتے کہتے قرآن کہتا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے۔

فَاصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ٥ سیپارہ ۱۲۔ سورۂ ھود۔ رکوع ۴۔

اور کہتا ہے۔

وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودُ وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ وَكُذِّبَ مُوسَىٰ فَأَمْلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ۔ سیپارہ ۱۷۔ سورۂ حج۔ رکوع ۶۔

غرض ان تمام مکیہ آیات میں دیکھو۔ جب کہ مسلمان نہایت کمزور تھے کیسی کیسی پیشنگوئیاں ہوئیں اور صرف پیشنگوئی ہی نہیں تھی۔ بلکہ نصرت الٰہیہ کیساتھ تھی۔ اور پھر غور کرو۔ کس طرح پوری ہوئیں۔

ضرورتِ قرآن

ایک پادری نے عدم ضرورتِ قرآن پر ایک کتاب لکھی ہے اور کتاب کا نام بھی عدم ضرورت قرآن رکھا ہے۔

اس کتاب کا تمام مطلب ان دو جملوں میں موجود ہے۔ رسالہ عدم ضرورت کے مصنف اور اسکے ہمخیالوں کو قرآن کی ضرورت ثابت نہیں ہوئی اسلئے قرآن ضروری نہیں یا قرآن کے

۱؎ اس میں البتہ نشانی ہے اور وہ بہت لوگ نہیں ماننے والے ۱۲

۲؎ سو تو ٹھہرا رہ البتہ آخر بھلا ہے ڈر والوں کا ۱۲

۳؎ اور اگر تجھکو جھٹلادیں تو ان سے پہلے جھٹلا چکی نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور لوط کی قوم اور مدین کے لوگ اور موسیٰ کو جھٹلایا پھر میں نے ڈھیل دی منکروں کو پھر ان کو پکڑا تو کیسا ہوا میرا انکار ۱۲۔

عمدہ مضامین خدا کی ذات اور صفات اور عبادات وغیرہ کے متعلق اور معاشرت و تمدن و سیاست وغیرہ کی نسبت اور اُخروی حساب و کتاب یا جزا اور سزا وغیرہ کے متعلق مع ضروری تواریخ قدیمہ کتب سابقہ انبیاء میں بہ تفصیل موجود ہیں پس قرآن کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہی دو دعوے عدم ضرورت قرآن کیلئے رسالہ عدم ضرورت قرآن کے مصنف نے بیان کئے ہیں۔

جواب

او نادان۔ کیا تُو اپنی تلاش سے خدا کا بھید پا سکتا ہے۔ (یاد رکھو) انسان اُس کام کو جو خدا شروع سے کرتا آتا ہے نہیں دریافت کر سکتا۔

مَیں نے خدا کے سارے کام پر نگاہ کی اور جانا کہ انسان اس کام کو جو سُورج کے نیچے کیا جاتا ہے دریافت نہیں کر سکتا۔ اگرچہ انسان محنت سے اس کام کا کھوج کرے پر کچھ دریافت نہ کریگا۔ نہایت یہ ہے کہ حکیم ہر چند گمان کرے کہ اسکو معلوم کریگا۔ پر اس کا بھید کبھی نہ پا سکے گا۔

واہ خدا کی دولت اور حکمت اور دانش کی کیسی گہرائی ہے۔ اسکی عدالتیں دریافت سے کیا ہی پرے ہیں۔ اور اُسکی راہیں پتہ ملنے سے کیا ہی دُور ہیں کس نے خدا کی عقل کو جانا ہے یا کون اس کا اصلاح کار رہا۔

پادری صاحب کیا پہلا انسان تُو ہی پیدا ہوا۔ کیا تُو پہاڑوں سے پہلے بنایا گیا۔ کیا تُو نے خدا کے بھیدوں کو سُن پایا۔

سُنو پادری صاحب۔ تمہاری اور تمہارے ہمخیالوں کی نسبت قرآن پہلے ہی کہہ چکا ہے۔ اور ضرورتیں بتلا چکا ہے۔

دیکھو پہلی ضرورۃ

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ

لے اور کہا ایک گروہ نے اہل کتاب میں سے مان لو جو کچھ اترا مسلمانوں پر دن چڑھے اور منکر ہو جاؤ آخر دن۔ شاید وے

النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ سیپارہ ۳ - سورۂ اٰل عمران۔ رکوع ۸ -

ان آیات میں بہت سی باتیں بتا کر باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ نبوت اور قرآن خداوند کریم کا فضل ہے اور فضل کے دینے میں اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے۔ جسے چاہے اپنے خاص فضل سے مخصوص کرے۔ خدا کا وہ ارادہ جس سے وہ اشیاء پیدا کرتا ہے۔ اس کی تکمیل ایک لابدی امر ہے۔ کیونکہ اس قادر مطلق کی قدرت اور طاقت کے واسطے کوئی مانع نہیں۔ اسی ارادۂ ازلی کی تکمیل کی ضرورت نے نزول قرآن اور نبوت محمدؐ عربی کو ضرور پورا کر دیا۔ مثلاً نادانی سے کوئی کہے کہ پطرس اور یوحنا وغیرہ تو مسیح کے حواری ہو چکے تھے۔ پولوس کو حواری بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ تو اس کا ٹھیک جواب یہی ہوگا اور جتنے حواری ہونیکے لیئے ازل میں منظور ہو چکے تھے۔ وہ ضرور حواری ہوئے۔

دوسری ضرورۃ

جن لوگوں کو پولوس کے ذریعے اور وساطت سے ایمان لانا تھا۔ اُنکے لئے پولوس کا آنا ضرور تھا۔ ایسا ہی جن لوگوں کو قرآن اور محمد صلعم کے ذریعے ایمان دار ہونا اور خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا تھا۔ اُن کیلئے قرآن کا آنا اور محمد صلعم کا ہادی ہونا ضرور تھا۔ عرب کی بُت پرستی اور انکا باہمی بےمثل کینہ و عداوت کس مذہب نے دُور کیا۔ کیا یہودیت نے اُن کو وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ میں ایک کر دکھلایا۔ کیا عیسائی اخلاق کی تاثیر اُن کے بُغض و عداوت کو دُنیا

بقیہ حاشیہ پھر جاویں اور یقین نہ کرو مگر اُسی کا جو چلے تمہارے دین پر۔ تو کہہ ہدایت ہے جو ہدایت اللہ کرے۔ یہ اسواسطے کہ اور کو ملا۔ جیسا کچھ تم کو ملا تھا۔ یا مقابلہ کیا تم سے تمہارے رب کے آگے۔ تو کہہ بڑائی اللہ کے ہاتھ ہے دیتا ہے جس کو چاہے۔ اور اللہ گنجائش والا ہے۔ جبر و اخاص کرتا ہے اپنی مہربانی جس پر چاہے۔ اور اللہ کا فضل بڑا ہے۔ ۱۲

سے معدوم کر گئیں۔ یا ان آیات کی پُر تاثیر آواز تھی جس نے دم کے دم میں اُنکے کائے پلٹ دیئے۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ[1] سیپارہ ۴۔ سورہ آل عمران۔ رکوع ۱۱۔

تیسری ضرورت

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ؕ[2] سیپارہ ۲۔ سورہ بقرہ۔ رکوع ۲۶۔

إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝[3]

سیپارہ ۲۰۔ سورہ نمل۔ رکوع ۶۔

ان آیات میں قرآن نے ظاہر کیا ہے کہ جب بڑے بڑے دینی اور نہایت ضروری امور میں لوگوں کا اختلاف پڑ جاتا ہے۔ تو اُس وقت خدا کی طرف سے اختلاف مٹانیوالی کتاب نازل ہوتی ہے۔

یہود میں فریسیوں کا اعتقاد تھا کہ وہ ابراہیمؑ کی راستبازی سے راستباز ٹھہر کر نجات پاویں گے۔ قرآن نے بتا دیا۔

---

[1] اور مضبوط پکڑو رسّی اللہ کی (دین اسلام) سب ملکر اور پھوٹ نہ ڈالو۔ اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اُوپر جب تھے تم آپس میں دشمن۔ پھر اُلفت دی تمہارے دلوں میں۔ اب ہو گئے اُس کے فضل سے بھائی۔ اور تھے تم کنارے پر ایک آگ کے گڑھے کے۔ پھر تم کو خلاص کیا اُس سے ۱۲۔

[2] لوگوں کا دین ایک تھا۔ پھر بھیجے اللہ نے نبی خوشی اور ڈر سُنانے والے اور اُتاری اُن کے ساتھ کتاب سچی کہ فیصل کرے لوگوں میں جس بات میں جھگڑا کریں ۱۲۔

[3] یہ قرآن سُناتا ہے بنی اسرائیل کو اکثر چیز جس میں وے پھوٹ رہے ہیں ۱۲۔

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ سیپارہ ۱۔ سورہ البقر۔ رکوع ۹۔

اسی لئے فرقے یہود کے خلوت نشین اور جتی ستی جنگلوں میں وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے اور عیسائی پوپوں کی طرح خداداد انعامات سے محروم تھے۔ اس بیجا تشدد کو آیت

وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ ۔ سیپارہ ۲۷۔ سورہ الحدید۔ رکوع

فرماکر مٹا دیا۔ اور قدرتی انعامات سے متمتع ہونے کے لئے آیۂ

كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۔ سیپارہ ۱۸۔ سورۂ مؤمنون۔ رکوع۔ اور

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۔ سیپارہ۔ سورہ اعراف۔ رکوع

کا فرمانِ راحت عنوان جاری فرمایا۔ پھر یہود نے حضرت مسیح جیسے منجی اور ہادی کا انکار کیا۔ اور پرلے درجے کی بے دینی سے انکی جناب میں نامناسب کلمات کہے۔ بلکہ اپنی نادانی سے سچے مسیح کو چھوڑ کر وہمی مسیح کے منتظر ہوگئے۔ اور قرآن نے یہود کو بتلا دیا۔ کہ مسیحؑ آچکے۔ اور ہزاروں یہودوں کو منوا دیا۔ اور اُنپر جنہوں نے انکار کیا الزام کو کامل کر دیا۔ ایسے مدعی کے لئے جو آپ حکم نہ دے سکے۔ اپنے مدعا علیہ کے ملزم کرنے کے لئے صاحب حکم کی ضرورت

۱؎ اور کہتے ہیں ہم کو آگ نہ لگے گی۔ مگر کئی دن گنتی کے۔ تو کہہ کیا لے چکے ہو اللہ کے یہاں سے قرار تو البتہ خلاف نہ کریگا اللہ اپنا اقرار یا جوڑتے ہو اللہ پر جو معلوم نہیں رکھتے۔ کیوں نہیں جس نے کمایا گناہ اور گھیر لیا اُس کو اُس کے گناہ نے سو وُسے ہیں لوگ دوزخ کے۔ اُسی میں رہیں گے ۱۲۔

۲؎ اور ایک دُنیا چھوڑنا انہوں نے نیا نکالا۔ ہم نے نہیں لکھا تھا یہ اُن پر ۱۲۔

۳؎ اے لوگو کھاؤ ستھری چیزیں اور کام کرو بھلا ۱۲۔

۴؎ تو کہہ کس نے منع کی ہے رونق اللہ کی جو پیدا کی اُس نے اپنے بندوں کے واسطے اور ستھری چیزیں کھانے کی ۱۲۔

پڑتی ہے۔ دیکھو یوحنا کے ۱۲ باب ۴۷ میں مسیح فرماتے ہیں۔ جو کوئی مجھپر ایمان نہ لاوے۔ میں اُسپر حکم نہیں کرتا۔ معلوم ہوا حضرت بے بس ہیں حکم کا اختیار نہیں رکھتے۔

اور مرقس ۱۶ باب ۱۶ میں فرماتے ہیں۔ جو کوئی ایمان نہیں لاتا اُسپر سزا کا حکم کیا جاویگا۔ معلوم ہوا۔ کہ مسیح کے بعد زمانہ میں مسیح کے منکروں پر حکم ہوگیا۔ اس واسطے ضرور ہوا۔ کہ قرآن اور صاحب قرآن آوے اور حضرت مسیحؑ کے سچا مسیح ہونے کی گواہی دیکر اختلاف کو مٹاوے اور منکر کو ملزم کرے۔ پھر حضرت مسیحؑ جیسے رحیم و کریم مسکین و خاکسار آدمی کی نسبت غلو شروع ہوگیا۔ اس مقدس ابن انسان کی الوہیت کا بے وجہ دعویٰ کیا گیا۔ بلکہ کیتھولک فرقے نے بقول موشیم اور ہالیم حضرت مسیحؑ کی والدہ مریم صدیقہ کو ماہیت تثلیث کا متمم یقین کیا۔

کالڈرین حضرت مریم کی تصویر کو گوٹے کناری کے کپڑے پہنانے لگے اور شیرمال روٹی اُن پر نذر چڑھانی شروع کر دی۔ منیس کی مجلس میں خدا باپ کے علاوہ اور دو خدا مسیحؑ و مریم مانے گئے۔

فطرت انسانیہ اور نور ایمان ایسے لغو مسائل پر انکار کرنیکے لئے مضبوط کمر باندھتے ہیں۔ مگر اس توہم کا لشکر اپنے سر پر ٹوٹ پڑتا ہے کہ دیکھ تجھے قانونِ قدرت کا علم پورا نہیں۔ خدائی اسرار پر پہنچنے کے لئے تیری رسائی نہیں۔ الہاماً ان مسائل پر اعتقاد کر۔ اسواسطے فطرتِ سلیم اور عقلِ مستقیم سچے صاحبِ الہام کے فیصلے لینے کو ضرور متوجہ ہوتی ہے۔ الہام نبوت کے خاتم نے زور سے فرمادیا۔ مسیحؑ کی اُلوہیت الہامی نہیں۔ یہ اعتقاد بُت پرستی اور کفر کی جڑ ہے۔

پوپی عقاید کی بیخکنی اُس وقت تک شروع نہ ہوئی جب تک عرب کے میدان سے یہ سچی سرزنش عیسائیوں پر نہ ہوئی۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ سیپارہ ۱۰۔ سورہ توبہ۔ رکوع ۵
ٹھہرائے ہیں اپنے عالم اور درویشوں کو خدا اللہ کو چھوڑ کر ۱۲

ہنداور ایران مصر اور یونان بے ریب علوم و تحقیقات کے مخزن تھے۔ الاؔ بُت پرستی کے عام رواج نے اِن ملکوں میں یہ طاقت کہاں باقی رکھی تھی۔ کہ مریم یا مسیحؑ کی اُلوہیت کا کھلا باطل مسئلہ۔ اور عشائی ربانی میں روٹی اور شراب کا حقیقتاً نہ مجازاً مسیح کے گوشت اور لہو ہو جانے کا وہم اہل دُنیا کے دِلوں سے اُٹھاتی۔ پھر عرب کے سے جاہل اور سخت بُت پرست ملک سے کیا اُمید تھی کہ ان توہمات کا مقابلہ کرتا۔

کفّارے کی لغو اُمید نے لوگوں کی یہ حالت کر دی تھی کہ اُن کے دلوں سے گناہ کا ڈر اُٹھ گیا تھا۔ کیونکہ جب مسیح پر ایمان لانے والوں کے بدلے میں خود مسیح مطعون ہو گئے اور وُہی سزایاب ہو گئے۔ تو ایسے مومن کو جو مسیح پر ایمان لایا گناہ کا ڈر ہی کیا رہا۔ جب کفر و شرک کی ایسی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ تو قرآن کی سخت ضرورت ہُوئی۔ کہ دُنیا میں اُترے۔ تاکہ حضرت مسیح سے ان اتہامات کو دُور کرے اور دُنیا میں خالص توحید کو جو اصل اور مقصود بالذات مواعظ ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسےٰؑ کا ہی پھیلا دے۔ جَزَی اللّٰہُ عَنَّا مَنْ نَزَلَ عَلَیْہِ الْقُرْاٰنُ اَحْسَنَ الْجَزَآءِ۔

ابطال اُلوہیت مسیح میں مَیں نے علیحدہ مضمون لکھا ہے۔ اور اُس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ بعض عیسائی قرآن کے نہ سمجھنے سے یہ کہتے ہیں کہ قرآن نے مسئلہ تثلیث کو سمجھا ہی نہیں۔ اور انسانیت اُلوہیت کے اجتماع پر قرآن نے نظر نہیں کی۔ پادریوں کی اس غلطی کو وہاں واضح کر دیا ہے۔ (بیل صاحب کا ترجمہ صفحہ ۳۵۔ اور گبن جلد ۵ صفحہ ۲۔۳۔ موشیم جلد ۱ صفحہ ۲۲۲)

چوتھی ضرورت

دُنیا میں انبیاء کی پاک تعلیم نے خُدائے تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی اور اُس کے عدل اور قدوسیت اور رحم اور قدرت کاملہ اور ربوبیت عامّہ کا وعظ پھیلایا اور بعض مصلحان قوم نے بھی جن کی فطرت سلیم اور قوّتِ ایمانیہ مستقیم تھی۔ توحید کو عمدگی سے بیان فرمایا۔ مگر اُن کے اتباع نے آخر اپنے ہادی ہی کو معبود بنا لیا۔ حضرت مسیح نے خداوند کریم کی بزرگی اور عظمت کو

بیان تو کیا۔ مگر آخر عیسائیوں نے مسیح کو خدائے مجسم کہدیا۔ بلکہ خوش اعتقادوں نے اُن کی والدہ مریم صدیقہ کو بھی متمم ماہیت تثلیث تجویز کیا۔ آریہ ورت حکماء اور عوام سری کرشن جی اور سری رامچندر جی کو خدا کا اوتار کہہ اُٹھے۔ گرو نانک صاحب کے تارک الدنیا اخلاق مجسم چیلے گرو صاحب کو اوتار بنا گئے۔

پس ایسے واعظوں کے تعلیم یافتہ پیروؤں کی یہ حالت کیوں ہوئی۔ صرف اسلیئے کہ مریدوں کی اپنے ہادی سے دلی محبت سابقہ بت پرستی کی عادت سے ملکر نور ایمان اور عقل صحیح پر غالب آگئی۔ اور کوئی ایسی قومی روک اُن کے ہادیوں نے نہیں رکھی تھی۔ جسکے ذریعے توحید خالص اُنکے مشرکانہ طبائع کو فتح کرلیتی۔ میں جب عیسائیوں اور ہندوؤں اور سکھوں کے مقدس لوگوں کو شرک کرتے دیکھتا اور اُن کی زبان سے سُنتا ہوں کہ وہ کہتے ہیں۔ ہمارے ہادی خدائے مجسم اور اوتار تھے۔ تو مجھے یقین ہوجاتا ہی کہ بیشک یہ سچا سچے خدا کا کلام ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۝[1]

سیپارہ ۲۲۔ سورۂ احزاب رکوع ۵۔

تفصیل اِس اجمال کی یہ ہے کہ محمد صلعم نے عملاً اور اُن کی اُمت نے حسب تعلیم اپنے ہادی کے اصولاً اقرار توحید کے ساتھ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کے اقرار کو لازمی کیا ہی۔

اس کلمے کے ایزاد نے جو کچھ اثر دُنیا پر دکھلایا وہ بالکل ظاہر ہے۔ اور یہی اس کے منجانب اللہ ہونے کی زبردست شہادت ہے۔ ہندوستان کے ہادیوں نے ملک سے سکتے کی خطرناک پوجا اور گنگ کی خلاف تہذیب پرستش کو کم نہ کیا۔ اور یہود نے طرافیم کی پوجا اُس وقت تک نہ چھوڑی جب تک۔

---

[1] محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں لیکن رسول ہے اللہ کا اور مُہر سب نبیوں پر ۱۲

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ[1]

سیپارہ ۵ - سورۂ نساء - ا کوع ۸ -

کی صدا عرب سے نہ سنی۔

نبی ناصری کی بڑی کوششوں اور محنتوں اور تکالیف بلکہ جانفشانیوں کو میں کس کامیابی کا عنوان بناؤں۔ جبکہ وہ آپ اور اُس کی ماں دونوں کو معبود قرار دیئے گئے۔ مسیح تو عموماً تمام عیسائیوں کے معبود ہیں اور اُنکی والدہ خصوصاً رومن کیتھولک کے یہاں پُوجی جاتی ہیں۔

بیشک انبیاء علیہم السّلام کی تعلیم اس تکمیل کی محتاج تھی کہ وہ اپنی خالص عبودیت کو دینی تعلیم کا ضروری جزو قرار دیتے۔ اس ضرورت کو صرف قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تعلیم نے پُورا کیا۔

اسی فقرے کے اثر نے عرب جیسے خالص بُت پرست ملک سے بُت پرستی کا استیصال ہی نہیں کیا۔ بلکہ یہود بھی چونک اُٹھے۔ باوجودیکہ ہمیشہ مُرتد ہوجاتے اور بُت پرستی کرتے تھے۔ جیسے قاضیون کی کتاب اور اُنکے بچھڑوں کی پرستش کرنے وغیرہ اُمور سے ظاہر ہے۔ اور آریہ کے معزز باشندے دعویٰ کرنے لگے۔ کہ ہمارے مقدس وید بُت پرستی کے دشمن اور توحید خالص کے حامی ہیں۔

پانچویں ضرورت

خدا کی توحید ذاتی اور توحید صفاتی کی تعلیم جسے توحید ربوبیت کہتے ہیں اجمالاً اور علماً تمام تاریخی مذاہب میں موجود ہے۔ اور ان مذاہب کے پیرو باری تعالےٰ کی یکتائی ذات اور صفات میں بے شک ظاہر کرتے ہیں۔ اور اس کے مقر ہیں۔ اِلّا توحید اُلوہیت کے پُرتاثیر اور کامل واعظ حضرت قرآن کو اس فخر کا تاج پہنایا گیا۔ کہ اُس نے ہر سہ اقسام توحید کو ہزاروں پہلوؤں اور مختلف اندازِ بیان سے مکمل کر دیا۔ محققوں اور علمائے اسلام کا حال

---

[1] تُو نے نہ دیکھے جن کو ملا ہے کچھ حصہ کتاب کا مانتے ہیں بُتوں اور شیطانوں کو ۱۲۔

مَیں کیا لکھوں اُنکے حالات اور کمالات سے قطع نظر کرکے اگر زوائد اور رسومات کو نظر انداز کیا جائے۔ تو قرآن کے عام پیروؤں میں جاہل سے جاہل اور اُمّی کیوں نہ ہو۔ جیسی توحید کی زبردست جڑ لگی ہوئی ہے۔ کسی اہلِ مذہب میں اس کی نظیر نہیں۔ اور اسی لئے وہ واجب التعظیم شخص جسپر ایسی کامل اور مکمل کتاب نازل ہوئی۔ واجبی اور حقیقی استحقاق خاتم الانبیاء و المرسلین ہونے کا رکھتا ہے۔

اسرائیلی انبیاء برابر فرشتوں کے آگے سجدے کرتے اور اُنکو مالک اور خداوند پکار پکار کر اپنا مُمِد اور معاوِن جانتے۔ اور اُنکے آگے قربانیاں گذرانتے رہے۔ دیکھو یشوعؑ[1] کے وقت یشوع نے آنکھ اُوپر اُٹھائی تو دیکھا۔ ایک شخص تلوار کھینچے ہُوئے کھڑا ہے کہ مَیں خداوند کے لشکر کا سوار ہوکے آیا ہوں۔ تب یشوع زمین پر اُوندھا گرا۔ اور سجدہ کیا۔ اور اُس سے کہا۔ میرا مالک اپنے بندے کو کیا ارشاد فرماتا ہے۔ خدا کے لشکر کے سردار نے یشوع کو کہا۔ اپنے پاؤں سے جُوتی اُتار۔ کیونکہ یہ مقام جہاں تُو کھڑا ہے مقدس ہے۔

محمد صلعم کی تکمیل یہ تھی کہ توحید اُلوہیت کے وعظ سے جسے توحید فِی الْعِبَادَت کہتے ہیں۔ اپنی بات کے ماننے والوں کو پُورا مُوَحِّدْ بنادیا۔ فِدَاہُ اَبِیْ وَ اُمِّیْ۔ اور خدائی پرستش کے کام کو تعلیماً پُورا کردیا۔

اس میرے قول کی شہادت موسیٰؑ کے بعد یہود کی عام حالت۔ اور محمد صلعم کے بعد عرب کی حالت مقابلہ کرنے سے ظاہر ہوتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ اور اُنکے پیچھے بچھڑو کی پرستش شروع ہوگئی۔ بلکہ عیسائی عالموں کے نزدیک حضرت ہارون جیسے کاہن گوسالے کے بنانے والے ٹھیرے۔ اور کتاب قضات کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ بنی اسرائیل کیسے جلد جلد مُرتد ہو جاتے تھے۔

بخلاف اس کے عرب کے لوگ تیرہ سَو[۱۳۰۰] برس گذر گئے۔ اب تک بُت پرستی کے

---

[1] ۵ باب ۱۵ یشوع ۸ باب۔ خروج ۹۔ اور خروج ۱۴ باب ۱۶۔ ۱۲

قریب بھی نہ گئے۔

چھٹی ضرورت

ابراہیمؑ کے پلوٹھے اسمٰعیلؑ کے حق میں خدا تعالےٰ نے برکت کا وعدہ کیا۔ اُس وعدے کا ایفا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے تک دُنیا میں مخفی رہا۔

ساتویں ضرورت

موسیٰؑ نے اپنے مثل نبیؐ کے قائم ہونے کی پیشین گوئی فرمائی تھی۔ اور وہ پیشینگوئی اُسوقت تک تصدیق نہ ہوئی جب تک اُس کا مصداق نہ آیا۔ اور جب اس پیشگوئی کا مصداق آگیا۔ تو اُس کی تصدیق ہوئی۔

سوال۔ محمدی تعلیم کی فضیلت ثابت کرو۔ کیونکہ اگر ان اقتباسات کو جو مقدسہ کتب سے قرآن میں مندرج ہوئے ہیں نکالدیں۔ تو محمدؐ صاحب کی خاص تعلیم ناقص پائی جاتی ہے۔ یہ اسلام تو مقدسہ کتب کا اقتباس اور محمدی عندیات کا مجموعہ ہے۔

جواب۔ ملک کے خیر خواہ اور قوم کے مصلح لوگ انبیاء علیہم السلام ہوں یا حکمائے عظام بشرطیکہ اس پچھلے گروہ کو طمع دامنگیر نہ ہو۔ اور نبوت کے چراغ سے روشنی یافتہ ہوں۔ تو وہ ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ لوگوں میں سے اُن کی موجودہ بُرائیوں کو دُور کریں۔ اور آئیندہ کے خطرات کا ایسا انتظام کریں جسکے باعث قوم اور ملک کی آئیندہ نسلیں بُرائیوں سے محفوظ رہیں۔

سچے مصلحانِ ملک اور خیر خواہانِ قوم کا یہ بھی فرض ہوتا ہے کہ اگر ملک یا قوم میں اچھی باتیں موجود نہ ہوں۔ تو آئیندہ وہ عمدہ باتیں پیدا کر دکھلائیں۔ یا پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگوں میں عمدہ باتوں کے اصول موجود رہتے ہیں۔ اِلّا۔ ملک کی آب وہوا اور قوم کے رسومات اور حکام کے ظلم یا عیاشی اور تعلیم کی کمی یا

اُصول حقہ کے ساتھ ناقص تعلیم کے ملجانے سے وہ عمدہ اُصول چند بُرائیوں کے ساتھ ملجاتے ہیں۔ مصلحانِ قوم کا یہ بھی فرض ہوتا ہے کہ اِن عمدہ اُصولوں کو ناپاک عوارض سے پاک و صاف کرکے رائج رکھیں۔

یہ قوم پر فدا اور قوم کے دلدادہ بُرائیوں کے دشمن اور راستی کے جان دادہ ہوتے ہیں۔

انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام اور حکمائے عظام کے وجود باجود سے یہ عظیم فائدہ دُنیا کو پہنچتا ہے کہ وہ ان سب عمدہ رسُوم اور پاکیزہ اُصول کو جو اُنکے ظہور اور بعثت سے پہلے اُنکی قوم میں رائج چلے آتے ہیں۔ خواہ وہ بطور عادت ہوں یا بطرز عبادت ادیانِ حقہ کا بقیہ ہوں یا کتب مقدسہ کا عطیہ انہیں انکی حالت پر قائم اور بحال رکھتے ہیں۔

قوم اُس سوتے آدمی کے مانند ہوتی ہے جسکے دائیں بائیں آگے اور پیچھے ہر قسم کا سامانِ عیش و آرام کھانے پینے پہننے اور دیکھنے کا موجود ہو۔ اِلّا وہ غافل اُس کے استلذاذ سے محروم ہو۔ اور نبی اُس بیدار اور ہوشیار خیر خواہ کے مثل ہوتا ہے۔ جو باقتضائے فطرت اور جبلّت کے اُس سوئی ہوئی غفلت کی ماری قوم کو جگاتا ہے اور اُس سوئی ہوئی قوم کو اِن آرام کی اشیاء سے بہرہ مند ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔

انبیاء علیہم السّلام قدرتی صنائع اور بدائع کیطرف جن سے قوم غفلت کیوجہ سے چشم پوشی کر رہی ہے۔ توجہ دلاکر قوم کو خالق کا عاشق بنانا چاہتے ہیں۔ اور قدرتی اشیاء میں تدبّر اور تفکّر کی ترغیب دلاکر صانع عالم کا شکر گزار کرتے ہیں۔ کیا وہ کوئی امر اپنی اٹکل سے گھڑ کر وہمیوں کا دِل لُبھانا چاہتے ہیں۔ اور کیا وہ مافوق الفطرۃ کرشمے دکھلاکر توہمات میں پھنسانے کی طرح ڈالتے ہیں۔ نہیں اڑھائی اینٹ کی جُدا مسجد بنانا اُن کا کام نہیں اور یہی بات بقول ایک خیر خواہ اسلام کے انکی راستی اور سچائی خیر خواہی اور بے ریائی کا نشان ہے۔ فِدَاهُمْ اَبِیْ وَ اُمِّیْ۔

سچ کہا جس نے کہا۔ کیسے کافر نعمت وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اس قسم کے مقدسوں کی اس راستی اور راستبازی کی قدر نہیں کی۔ بے ریب اسلام اُن تمام خوبیوں کا مجموعہ ہے۔ جو اسلام کے سوا اور مذاہب میں فرداً فرداً موجود ہیں۔

قرآن کو کہو بلکہ اسلام کو بیشک یہ فخر حاصل ہی۔ اگر صحیح الفطرۃ اور مستقیم العقل والے سچے منصف بیجا تعصب کی آفت سے بچے ہوئے اسی پر جوش دل سے کہدیں ؎ ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری،

ناظرین سنو۔ اور دل کی کھڑکیاں کھول کر سچے دل سے سنو۔ اسلام انسان کی داخلی اور خارجی مگر بھولی اور کھوئی ہوئی باتوں کو ہم ہی سے لیکر اور اسی عالم ناسوت اور مشاہدے سے لے کر ہمپر وارد کرتا ہے۔

اسی راستی اور سچائی کی تائید اور حقہ اُصول کے بحال رکھنے کے باعث اسلام کی حقیقت نہ سمجھنے والوں نے اسلام کو اقتباس کا الزام لگایا۔

میرا یہ کہنا کہ قرآن ان تمام خوبیوں کا مجموعہ ہے۔ جو دُوسری کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ اور تمام اُن پاک مضامین پر حاوی اور مشتمل ہے۔ جو اور اور انبیاء کی مقدسہ کتب میں فرداً فرداً موجود ہیں۔ بعینہٖ قرآن کریم میں موجود ہے۔

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ[1]۔ سیپارہ ۶۔ سورہ مائدہ۔ رکوع ۷۔

ہاں قرآن مجید کتب مقدسہ کے اُن قوانین سے اختلاف رکھتا ہی۔ جو مقدسہ کتب میں مختص الزمان یا مختص المکان یا مختص القوم تھے۔ اور اسی اختلاف کے باعث سے اسلام کے نا آشناؤں نے اِسلام کو اقتباسات اور عندیات کا مجموعہ خیال کیا ہی۔

یہود میں قیامت کے منکر لوگ بھی موجود تھے۔ (فرقہ صدوقی) یہود میں ایک فرقے کا

[1] اور تجھپر اُتاری ہم نے کتاب تحقیق سچا کرتی سب اگلی کتابوں کو اور سب پر شامل ۱۲۔

یہ بھی عقیدہ تھا۔ کہ بنی اسرائیل ابراہیمؑ کی اولاد ہیں۔ ابراہیمؑ کی راستبازی سے ضرور راستباز ٹھہریں گے (دیکھو عقاید فرقۂ فریسی) عیسائیوں میں حضرت مسیحؑ کی پرستش سے شرک جیسی بُری آفت لکھو کھہا بندگانِ الٰہی کے رگ و ریشے میں پھیل رہی تھی۔ رومن کیتھولک وغیرہ میں حضرت مسیحؑ کی والدہ مریم صدیقہ کی عبادت نے جو ہند و عرب کی بُت پرستی سے کسی طرح کم نہیں ہزارہا مخلوق کی عقلی قویٰ پر چھُری پھیر دی۔

عشائے ربانی کی رسم نے جس میں رومن کیتھولک کا یہ عقیدہ جُزوِ ایمان ہے۔ کہ روٹی کے وہ ٹکڑے جو شراب میں تر کیے جاتے ہیں۔ اور وہ شراب حقیقتاً اور فی الواقع نہ مجازاً حضرت مسیحؑ کا گوشت اور خون ہو جاتی ہے۔ ایک جم غفیر کو انقلاب ماہیت کے کن بُرے توہمات میں پھنسا رکھا تھا جس کے سامنے کیمیا گروں کی بوالہوسی اور بُت پرستوں کا مُورتوں کو جیو دان دینا اور اُنکا ادراہن کرنا بالکل گرد ہی۔ جن ادیان کی یہ حالت ہو اُن میں سے ایسا اقتباس کرنا جسپر تمام قانونِ قدرت گواہ ہو۔ اور جسکے لیئے نورِ ایمان اور تمام قوائے عقلیہ آمنّا و صدّقنا کہہ اُٹھیں کسی آدمی کا کام ہے۔ آیا ایک بُت پرست جاہل قوم کے بے الہام اُمّی کا۔ نہیں نہیں نہیں۔ بلکہ ایک خاتم الانبیا رسرور اصفیا کا۔ فداہ ابی و اُمّی۔

ہم کو اس بات کے دیکھنے ہی کمال تعجب ہوتا ہی کہ عیسائیوں نے اپنی کتابوں اور تحریروں میں کیوں اس امر کے ثابت کرنے میں اس قدر بے فائدہ کوشش کی ہے۔ اور اپنا وقت ضائع کیا ہی۔ اور قوائے عقلیہ دماغیہ کو صرف کیا ہی۔ جس سے ہم مسلمانوں کے مذہب میں بڑا تعلق ہی۔ اور پچھلا پہلے پر مبنی ہی۔ اور جب وہ اس امر کو نہایت سعی بے حاصل سے ثابت کر چکے ہیں۔ تو از راہِ طعن ہمپر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ہمنے فلاں فلاں یہودیوں کے مذہب سے لی ہے۔ گویا مذہب اسلام میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ جو خود وہ اصول پر قائم ہو۔ بلکہ یہودیوں کے یہاں سے اقتباس کیا ہوا ہے۔ اور جب کہ مذہب عیسائی بالکل مذہب یہود کا محتاج ہے ویسا ہی مذہب اسلام بھی مذہب یہود کا محتاج ہے۔

کیا عجیب عادت ہے کہ جب یہ لوگ قرآن کی بعض تعلیمات اور قصص کو بعینہٖ توریت اور اپنی کتب مقدسہ میں موجود پاتے ہیں۔ یا یہود کے تالمود اور مجوس کی قدیم کتابوں میں دیکھ پاتے ہیں تو چلا اُٹھتے ہیں کہ قرآن کتب سابقہ کا اقتباس ہے۔

اور جب بعض تعلیمات اور جدید قصص قرآن کے کتب سابقہ میں نہیں پاتے انھیں محمدؐ صاحب صلعم کے عنایات کہدیتے ہیں۔ غرض دو ہی طرح کی باتیں قرآن میں ممکن تھیں۔ یا وہ جن کی نظیر اگلی کتابوں میں موجود ہو یا نہ ہو۔ سو قسم اوّل کو اقتباس کہہ دیا اور قسم دوم کا نام عندیات دھر دیا۔

اگرچہ یہ امر کہ کونسا مذہب مسلمانی یا عیسائی زیادہ تر مذہب یہود اور دیگر مذاہب قدیمہ کا محتاج ہے۔ ہر ایک پر روشن ہے۔ مگر ہم خوشی سے امر مذکورہ کو تسلیم کریں گے۔ کیونکہ جو مشابہت ان دونوں (مذہب یہود مذہب اسلام) ربانی الہامی مذہبوں میں پائی جاتی ہے۔ اس سے انکار کرنے کے بدلے ہم اس کو اپنا نہایت فخر سمجھتے ہیں کہ ہم مسلمان ہی ایسے ہیں کہ **ہر ایک سچے اور خدا کے بھیجے ہوئے نبی کے سچے پیرو ہیں۔ اور ہم ہی یقین کرتے ہیں کہ آدمؑ و نوحؑ و ابراہیمؑ و یعقوبؑ و اسحاقؑ و اسمٰعیلؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین سب کا ایک ہی دین تھا۔**

ہم حیران ہیں کہ عیسائی صاحبان اتنا نہیں سوچتے۔ کہ خدا تعالےٰ نے مخلوق کو محض اپنی رحمتِ ایجادیہ سے وجود کا جامہ پہنایا۔ اور بلا سابقہ سوال یا درخواست یا خدمات و عبادات کے ہر طرح راحت و رفاہیت جسمانی کا سامان موجود کیا۔ چاند سورج۔ زمین آسمان۔ نباتات۔ جمادات حیوانات۔ غرض دُنیا و مافیہا سب کچھ بنی آدم کی آسائش کے لئے خلق کیا۔ اب غور کرنا چاہیئے کہ جب

اُس رحمٰن رحیم نے ایک فانی چیز یعنی جسم کی خاطر اسقدر اشیائے عجیبہ ابتدا، ہی سے پیدا کر دیں۔ تو کیا رُوح انسانی کو جو باقی غیر فانی اور مقصود غائی آفرینش کی ہے۔ نظر انداز کر دیا ہوگا۔ نہیں نہیں۔ کون شخص ایک لمحہ بھر کے لئے ایسا خیال کر سکتا ہے۔ اور اس قدوس کی ذات کامل الصفات پر ایسا عیب لگانا گوارا کر سکتا ہے۔ بیشک بیشک وہ اُسی طرح پر ابتدا ہی سے رُوح کی تربیت و تہذیب کا سامان بھی بانواع مختلف مہیّا کرتا چلا آیا ہے۔ اُس قادرِ مطلق نے جس طرح پر فیض ناسوتی (متعلق بعالم اجسام) کل اقطار و اطراف عالم پر مبذول فرمایا ہے۔ ویسے ہی اُس ہمہ محبت ہمہ رحم نے فیض لاہوتی (رُوحانی) کسی قوم کسی فرقے سے دریغ نہیں رکھا۔ ہر زمانے میں۔ ہر قوم میں۔ ہر ملک میں بلکہ ہر فرقے میں انبیاء بھیجے۔ اِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ۔ (سیپارہ ۲۲۔ سورہ فاطر۔ رکوع ۲ (ترجمہ۔ کوئی فرقہ نہیں جس میں نہیں ہو چکا کوئی ڈرانے والا) کتابیں اُتاریں۔ حکما و علما پیدا کئے۔ اور خود انسان کی فطرت میں تعلیم رُوحانی رحمانی کے قبول کرنے کے لئے نور ایمان یا نور فراست و دیعت رکھا۔

اسلیئے غالب آبادیہائے عالم میں شجر اُصول قایم ہو گئے یا ہوتے رہے۔ تمام اُصول کی اصل توحید سب قوموں میں مُشترک ہو گئی۔ اور اُصول اخلاقی مثلاً شجاعت۔ عفّت۔ عدل۔ رحم کی عظمت۔ اور صفات رزیلہ مثلاً کبر۔ جبن۔ شہوت۔ ظلم۔ غضب اور جہل کی بُرائی کی کل قومیں قایل ہو گئیں۔ گو نقص و کمال کا تفرقہ ہمیشہ سے چلا آیا اور ان مذاہب میں توحید صفاتی و عبادتی و حق و باطل میں کیا جاتا رہا۔ اِلَّا مَادَّۃُ الْاَشْیَاءِ یعنی توحید ذاتی و اخلاقی وغیرہ ضرور قایم رہی۔ اور بقدر معمول ہوتی رہی۔

ہمیشہ سے ربّ الافواج کا پیش خیمہ ایک ہی چھاؤنی میں لگا نہیں رہا۔ اور ایک ہی یونیورسٹی اُس کی تعلیم کا مرکز نہیں رہی۔ ایک ہی قوم تمام بلاد اور تمام بنی نوع کل ہادیوں کی ہدایت کا سرچشمہ نہیں ہوئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم بھی ہادی تھے۔

مصلح تھے۔ بنی نوع انسان کے خیرخواہ تھے۔ کیا یہ ہوسکتا تھا اور روا تھا۔ کہ وہ اپنی اڑھائی اینٹ کی جُدا مسجد بناتے۔ اور کچھ نئی باتیں مافوق الفطرۃ اپنی اُمت کو گھڑ سُناتے۔ سنو سُنو۔ اُس افراط و تفریط کو جو صفات و عبادات ایزدی کے لیئے تھی۔ اُس التباس و تخلیط کو جو رُوحانی مسائل میں بدعتیوں ہوا پرستوں نے وضع کر دی تھی، دُور کرنے آئے۔ اُس کے مٹانے کو تشریف لائے۔ اُس شرِ عالم سوز کو تو مٹایا۔ اُن مذاہب سے استیصال کیا۔ اور اخلاقی تعلیم کو درجۂ تکمیل و حُسن تک پہنچایا۔ گویا قبیح کو رد کیا۔ اور حُسن کو بحال رکھا۔ اور اسی لیئے بڑا وسیع التعلیم سچا نبی خاتم المرسلینؐ کے خطاب کا مستحق ہُوا۔ صلوات اللہ علیہ وسلامہٗ۔

اس مقدس نبیؐ کو کچھ ضرور نہ تھا۔ کہ اپنی اُمت کو بعید از قیاس مسائل ہاں معمّا و چیستاں سکھاتا۔ اور تثلیث جیسے نغو کی تعلیم دیکر عقل کی رسائی کا ہاتھ کوتاہ کر دیتا۔ اور اُس کے پر پرواز کاٹ ڈالتا۔ اپنے پیرووُں کو بیباک، بے ادب، گستاخ سیاہ دروں کرنا اُسے منظور نہ تھا۔ جو کفارے کا آتشیں جام اُنھیں پلاتا۔ بتکرار مضمون ہم پھر بتائے دیتے ہیں کہ اُس رسولؐ نے صرف اتنا ہی کام کیا۔ اور بڑا کام کیا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی اچھی باتوں کی تصدیق کر دی اور بُری باتوں کی تکذیب۔ اللہ اکبر یہی ایک بات ہے۔ اُس رسولؐ کا ہر ملت کی صداقت کو تسلیم کر لینا۔ اور اپنی اُمت کو ہر ایک کی سچّی بات مان لینے کی نصیحت کرنا۔ جس سے ہم نے مانا۔ تصدیق کیا۔ سمجھا۔ اور خوب سمجھا کہ وہ رسولؐ برحق ہے۔ سچا مصلح العالم ہے۔ اور یہی بات ہے جس سے منکر کوتاہ فہم حقیقت فطرت سے ناواقف۔ دُور دُور کے گمانوں اور وسوسوں میں بہکا پھرتا ہے۔

اب ہم یہ بات ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ عیسائیوں کی بڑی تعلیم اور اُنکے عقاید جو اُنکی سب تعلیمات کے گل سرسبد ہیں۔ کیسے ہندوؤں کی کتابوں سے اقتباس کیئے گئے ہیں۔ یا اگر وسعت حوصلہ کو کام میں لائیں۔ تو اتنا کہہ سکتے ہیں کہ ہندوؤں کے عقاید سے مطابقت کلی

اور مشابہت تامہ رکھتے ہیں۔

(۱) حضرت مسیح کا خدائے مجسم ہونا۔ جیسا عیسائی لوگ کہتے ہیں۔ بعینہٖ ہندوؤں کے اس عقیدے کے مطابق ہے جو وہ کہتے ہیں کہ "بھگوان نے اوتار دہارا" یعنے خدائے مجسم ہوا۔ اور ٹھیک مسیح دسویں اوتار کی طرح ہیں۔

(۲) مسیح کا دُنیا میں آنا۔ عیسائی کہتے ہیں۔ کہ اُنکے بچانے اور گناہ دُور کرنے کیلئے ہوا۔ اور یہ عقیدہ بعینہٖ ایسا ہے۔ جیسے ہندو کہتے ہیں "کہ جب دُنیا میں پاپ بہت ہو جاتے ہیں۔ بھگوان باغراض مختلف جسم کو قبول کرتا مجسم ہوتا اور اوتار دھارتا ہے۔"

(۳) تثلیث کا مسئلہ ہندوؤں کے تردیو کہنے کے مساوی ہے۔ عیسائی کہتے ہیں۔ خدا ایک ہے اور تین بھی ہیں۔ بُت پرست ہندو بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ کہ بھگوان ایک ہے اور تین بھی ہیں۔ برہما۔ بشن۔ مہیش۔

(۴) عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ خدا باپ سے بیٹا[1] اور باپ اور بیٹے سے رُوح القدس۔ بعینہٖ ہندوؤں کے اس قول کے مطابق ہے کہ نرگن سے سرگن ہوا۔ یا نرگن سے ستوگن۔ تموگن۔ رجوگن۔

(۵) عیسائیوں میں عشائے ربانی کا مسئلہ جسکی بابت کیتھولک کا اعتقاد ہے کہ اُسوقت روٹی اور شراب بعینہٖ حقیقتاً نہ مجازاً مسیح کا گوشت اور لہو ہو جاتا ہے۔ اور پروٹسٹنٹ اُسے مجاز کہتے ہیں۔ ٹھیک بُت پرستوں کے اُس اعتقاد کے برابر ہے۔ کہ بشنو پتھر بن گیا۔ اور سالگرام نام کہلا کر گنڈکا ندّے میں جا پڑا۔ اور تردیو بہڑ اور پیپل اور ڈھاک بن گئی۔

---

[1] فی الواقع پولوس صاحب نے دینِ مسیحی کی تائید میں بڑے بڑے کارنمایاں کئے۔ اُسنے اپنے مُرشد کے سیدھے سادھے احکام و نصائح میں فلسفۂ فیثاغورث کے نہایت دقیق اُصول داخل کر دئے۔ اور یہ وہ فلسفہ تھا جس میں عقول عشرہ اور تثلیث کا مسئلہ مشرقی ملکوں سے اخذ کر کے داخل کیا تھا ۱۲ لائف آف محمدؐ از سید امیر علی ۱۲

(۶) حضرت مسیح کا یہودیوں سے انتقام لینے کے لئے رومیوں[1] میں آنا۔ جیساکہ مفسران انجیل اور عیسائیوں کا اعتقاد ہے۔ ویدانتیوں کے اس خیال کے مساوی ہے جو کہتے ہیں۔ کہ "پرمیشر نے کہا مَیں نے چاہا۔ کہ ایک سے بہت ہو جاؤں"۔ اور بعینہٖ تناسخ کے مسئلے کے ہمشکل ہے۔

(۷) کفارے کا مسئلہ ہندوؤں کی توبلی نہیں تو اور کیا ہے۔

(۸) یوحنا اصطباغی کا ایلیا میں ہونا۔ بالکل ہندوؤں کے مسئلے اواگون کے ہم معنی یا اُسی کا نتیجہ ہے۔ متی ۱۷ باب ۱۲۔

(۹) یوحنا کا دریائے یردن میں بپتسما دینا۔ گنگاجی کی بُڑکی نہیں تو اور کیا ہے۔

(۱۰) پولوس صاحب فرماتے ہیں کہ پاکوں کے لئے سب کچھ پاک وصاف ہے۔

پادری صاحبان! یہ سرب بھنگیوں کا اعتقاد اور تعلیم نہیں تو اور کیا ہے۔

اَب عہدِ عتیق کا بھی کچھ حال سُن لیجئے۔

(۱۱) نرسنگ بجانا اور اس کو دائمی ابدی رسم قرار دینا بعینہٖ ہندوؤں کی آرتی ہے۔

(۱۲) کاہنوں کا ایک ہی قوم میں ہونا اور لاویوں کا مقرر کرنا بعینہٖ ہندوؤں کی اس رسم کے مطابق جس میں برہمن اور پروہت خاص قوم میں کے ہونے ضرور ہیں۔ مذہبی چندوں میں لاویوں کی تخصیص برہمنوں کے خاص مصرف خیرات ہونے کا نشان بتاتی ہے۔

(۱۳) زبور ۲۶-۶-۸ میں جس عبادت کا ذکر ہے۔ وہ ہندوؤں کی سی پرکرما نہیں تو اور کیا ہے۔

(۱۴) سوختنی قربانی جس کا ذِکر تمام توریت بھر میں ہے۔ مثلاً خروج باب ۱۹-۱۸-یہ

---

[1] عیسائیوں کے اس خیال کی بنا متی باب ۱۶-۱۸۔ جسکی تائید اور تصدیق کے لئے انکو اس تاویل کے گھڑنے کی ضرورت پڑی۔ اس مطلب کے لئے دیکھو تفسیر متی خزانۃ الاسرار۔ اور دیکھو تفسیر متی باب ۱۰-۱۳۔ اور غور سے پڑھو ۱۲

ہندوؤں کی ھوم کی رسم نہیں تو اور کیا ہے۔

(۱۵) احبار باب ۲۱-۱ و گنتی باب ۶-۹ کی رسم ہندوؤں کے بھدر کا مقابلہ یا اقتباس نہیں تو اور کیا ہے۔

(۱۶) ایوب اور داؤد کا راکھ میں بیٹھنا۔ ایوب باب ۲-۸ ہندوؤں سناسیوں کی بھبھوت میں رہنے کی نظیر نہیں تو اور کیا ہے۔

(۱۷) جدعون نے ایک بکری کا بچہ اور سیر بھر آٹے کی فطیری روٹیاں طیار کیں۔ گوشت کو ٹوکری میں رکھا۔ اور شوربا ایک کٹورے میں ڈالا اور ایک دیوتا کے لئے بلوط کے درخت کے تلے لاکر گذرانا۔ تب اُس دیوتا نے کہا۔ فطیری روٹیوں کو اُس چٹان پہ رکھدے اور اُنپر شوربا ڈال۔ سو جدعون نے ایسا ہی کیا۔ قاضیون باب ۶-۱۹ - اور دیوتا نے اپنے عصا کی نوک سے چھوا۔ اور اُسے آگ کھا گئی۔ پس ہندوؤں کی بلی کی رسم ہے۔

نماز

اس مضمون میں پانچ امروں پر بالاختصار نظر کرینگے (۱) حقیقت نماز (۲) باطن کو ظاہر سے تعلق ہے (۳) ارکان نماز (۴) فوائد ضبط اوقات (۵) سمت قبلے کے تعین کی وجہ۔

دُنیا کے مذاہب پر غور کرنے۔ اور قریبًا کل اقوام عالم کو ایک ہی بڑے مرکز اور مرجع کیطرف بالاشتراک رجوع ہوتے دیکھنے اور قانون قدرت کے معجز بےنقص کتاب کے مطالعہ کرنے سے فطرتِ سلیم قوّتِ ایمانی نورِ فراست کے اتفاق سے فورًا شہادت دے اُٹھتی ہے۔ کہ ایک ہمارا خالق زمین و آسمان ہے۔ جس کی قدرت کاملہ کل عالم پر محیط اور تمام اشیاء میں جاری و ساری ہے۔ غرض ایک ہمہ قدرت فوق الکل وجود کا خیال یا اعتقاد قریبًا کل اقوام دُنیا میں پایا جاتا ہے۔ یہ فطرت کا اشتراک اور قوائے باطنیہ کی اضطراری توجہ ایک اعلیٰ ہستی کی جانب وجود باری کی عجیب دِل نشین دلیل ہے۔ اب عالم اسباب یا اسباب عالم پر جب انسان نظر کرتا ہے تو خوب سمجھتا ہے کہ عالم کون و فساد کے انقلابات میں وہ ہمیشہ مجبور و معذور ہے

حقیقت نماز

اور یہ کہ تمام اختیارات کے مواد اور مقدورات کے اسباب اُس کی قدرت سے باہر ہیں۔ مثلاً جب دیکھتا ہے کہ بڑے بڑے قوائے طبعی سُورج چاند ستارے ہوا بادل وغیرہ میرے بے مُزد خدمتگار ہیں۔ بلکہ جب وہ اپنے اسباب قریبہ یعنی جسم ہی کو دیکھتا ہے کیسے مناسب آلات اور موافق ادوات اُس کو ملے ہیں کہ اگر اُن میں سے ایک بھی مفقود ہوجائے۔ تو جبر کسر کیلئے اُس کا یا اُسکے مثل یا نقص جزو کا موجود کرنا اُسکے امکان سے خارج ہے۔

پس یہ تصورات انسان کے دل میں ضرور سخت جوش اور عجیب جذبات پیدا کرتے ہیں۔ اور دلی نیاز بڑی شکر گذاری کے ساتھ ملکر اُسکو اُس منعم و محسن کی ستائش و حمد کی طرف مائل کرتا ہے۔ اور جس قدر زیادہ اُس کو اپنی احتیاج و افتقار کا علم اور فوق القدرت سامانوں کے بآسانی بہم پہنچ جانے کا یقین ہوتا ہے۔ اُتنا ہی زیادہ اُس کا دل اُس منعم کے احسانات کی شکر گذاری سے بھر جاتا ہے۔ یہی دلی نیاز اور قلبی شکر گذاری جو سچی محبت اور باطنی اخلاص سے ناشی ہوتی ہے۔ اور یہی جوش و خروش جو انسان کے دل میں ہوتا ہے۔ واقعی اور اصلی نماز ہے۔

باطن کو ظاہر سے تعلق ہے۔

اِس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے ظاہری اقوال و افعال حرکات و سکنات کا اثر ہمارے قلب پر پڑتا ہے۔ یا یوں کہو کہ جو کچھ ہمارے باطن میں مرکوز ہے حرکات ظاہری ہی اسکی آئنہ دار ہیں۔ بہت صاف بات ہے۔ کہ اچھا بیج اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ مشاہدہ گواہ ہے کہ جس وقت ہم کسی سچے دوست یا کسی بڑے محسن کو دیکھتے ہیں۔ جسکی مہربانیاں اور عطایات ہمارے شامل حال ہیں۔ تو بے اختیار بشاشت اور طلاقت کے آثار ہمارے چہرے پر آشکار ہوتے ہیں۔ اور اگر کسی مخالف طبع مکروہ شکل کو دیکھ پاویں تو فی الفور کشیدگی اور انزجار کا نشان پیشانی پر نمودار ہوجاتا ہے۔ غرض اس سے انکار کرنے کی وجہ نہیں ہوسکتی۔ کہ تمام واردات اور عوارض مثلاً انبساط۔ انقباض۔ یاس۔ رجا فرحت۔ غم۔ محبت اور عداوت اعضائے ظاہری کو باطنی سمیت یکساں متغیر و متاثر

کر دیتے ہیں۔ پس اب سوچنا چاہیئے کہ جب اس خالق مالک رازق منعم کا تصوّر انسان
کے قلب میں گذریگا۔ اور اسکے عطایات اور نعمتوں کی تصدیق سے اس کا دل وجان معمور
ہو جائے گا۔ تو یہ دلی جوش اور اضطراری ولولہ اُس کو ساکن غیر متحرک چھوڑ دے گا۔
نہیں نہیں ضرور طوعاً و کرہاً اعضائے ظاہری سے ٹپک پڑے گا۔ جڑ کو صدمہ پہنچے اور
شاخوں کو حس تک نہ ہو۔ غیر معقول بات ہے۔

غیر مہذب اقوام کے مذہبی رسُوم کے آزاد دل سے تحقیقات کرو۔ تو عجیب و دلکش
اصُول کا مجموعہ تمہیں ملے گا۔ کہ اس اُوپر دیکھنے والی ہستی نے قوائے رُوحانی کی ابتدائی
شگفتگی کے زمانے میں جسکو زمانۂ حال کے مہذبین زمانۂ جہالت و تاریکی بولتے ہیں۔ کن کن
صُورتوں اور رنگوں میں اس فیاض مطلق کی حمد و سپاس کے قلبی زبردست اثر کو ظاہر کیا
ہے۔ خارجی بدآثاری اور عوارض کو چھوڑ دو۔ اصلی بے رنگ و بے لوث فطرت پر غور
کرو۔ تو تمہیں دُنیا کی قوموں میں رنگارنگ حرکات دکھائی دینگے۔ جو بااینہمہ رنگا رنگی
کیسے اُس بے رنگ کا معبود و مسجود ہونا ثابت کر رہے ہیں۔

اس بیان سے صرف اسقدر مقصود ہے کہ ہر قوم کے نزدیک کوئی نہ کوئی طریق معبودِ
حقیقی کی یاد کا ضرور ہی۔ جسکو وُہ لوگ اپنی نجات کی دستاویز سمجھتے ہیں اور یہ کہ عقاید
باطنی کے حسن و قبح کی تصویر اعضا و جوارح کے آئینے میں دیکھی جاسکتی ہی۔

طہارت ظاہری۔ وضو

ہر قوم میں جوش قلبی کی تحریک اور اسکی آگ بھڑکانے کے لئے کئی ایک ظاہری اعمال کا
التزام پایا جاتا ہے۔ مثلاً بدن کو پانی سے طاہر کرنا۔ کپڑا صاف رکھنا۔ مکان لطیف و
نظیف رکھنا۔ ظاہری صفائی اور حسب فطرت اصلاح بدن سے بیشک اخلاق پر قوی اثر
پڑتا ہے۔ نجاست۔ گندگی۔ ناپاکی۔ چرک غچلاپن سے کبھی وہ علو ہمت۔ بلند حوصلگی۔
پاکیزگی اخلاق پیدا نہیں ہوسکتی۔ جو واجبی صفائی اور طہارت کا لازمی نتیجہ ہی۔ بدیہی بات
ہے کہ ہاتھ مُنہ دھونے وغیرہ افعال جوارح سے حتماً ایک قسم کی بشاشت اور تازگی عقلی قوی میں

پیدا ہوتی ہے۔ علی الصباح بسترِ غفلت سے اُٹھکر بدنی طہارت کی طرف متوجہ ہونا۔ تمام مہذب بلاد میں ایک عام لازمی عادت ہے۔ صاف عیاں ہوتا ہے کہ تقاضائے فطرت سے اُس کے زور و اجبار سے یہ دائمی عادات پیدا ہوئے ہیں اور طبیعت اعضا و جوارح سے جبراً اس خدمت کا لینا پسند کرتی ہے۔ پس اگر ایسی عبادت ہیں جس میں رُوحانی جوشوں اور اصلی باطنی طہارت کا اظہار مقصود ہو۔ ایسی طہارت ظاہری کو لازمی اور لابدی کر دیا جاوے۔ تو کس قدر اُس شوق و ذوق کو تائید ہوگی۔ صاف واضح ہے کہ جہاں فانی طہارت اور ظاہری صفائی کا حکم ہوگا۔ وہاں باطنی طہارت اور باقی صفائی کی کتنی اور زیادہ تاکید ہوگی۔

غرض اس میں شک نہیں کہ صفائی ظاہر کی طرف طبعاً ہر قوم متوجہ ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ نہایت بدبخت سیاہ درون ہیں۔ جو صرف جسمانی صفائی اور ظاہری زیب و زینت کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ یقیناً بہت سے انہیں ظاہری رسوم کی پابندی اور انہیں فانی قیود میں ایسے اُلجھے ہیں کہ قساوت قلبی اور بداخلاقی کے سوا کوئی نتیجہ اُن کے اعمال و افعال پر مترتب نہیں ہوا۔ اسکی وجہ صرف یہ ہوئی کہ انہوں نے ظاہر ہی کو مقصود بالذات اور قبلۂ ہمت ٹھہرالیا۔ یا اُن کے پاس کوئی رُوحانی شریعت نہ تھی۔ جو مجاز سے حقیقت کی طرف اُن کو لیجاتی۔ مگر اس سے نفس فعل طہارت قبیح یا مستوجب ملامت نہیں ٹھیرتا۔ اس عملی افراط و تفریط کے اور ہی موجبات اور بواعث ہیں۔

ہمیں اسوقت اور قوموں کے رسوم سے تعرض کی ضرورت نہیں۔ اسوقت ہم اسلامی طہارت (وضو) کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ غیر قوموں نے اسلامی اعمال پر انصاف سے غور نہیں کیا۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلمانوں نے۔ ہاں محمد رسول اللہ صلعم کی سنت پر چلنے والوں نے ہرگز ظاہری طہارت میں خوض نہیں کیا۔ وہ اسی کو مقصود بالذات نہیں سمجھتے۔ کیونکہ ایک پیچھے آنے والے جلیل الشان حقیقی فعل نماز کا یہ عمل مقدمہ ہونا ثابت

کرتا ہے کہ یہ عمل تو صرف نشان یا دلیل دوسرے امر کی ہے۔

وضو میں مسلمانوں کو جو دعا پڑھنے کی نصیحت کی گئی ہے۔ یقیناً معترض کو راہِ حق پر آنے کی ہدایت کرتی ہے۔ سنو اور غور کرو۔ وَھُوَ ھٰذَا۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔

غسل جنابت میں بھی یہی دعا مانگی جاتی ہے۔ اور بعد اس دعا کے یہ فقرہ کہا جاتا ہے۔ "اب غسل پورا ہوا" یعنی ظاہر باطن سے ملکر پورا ہوا۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ عذر اور ضرورت کے وقت یہ طہارت ساقط ہو جاتی ہے۔ یہ کافی دلیل اس امر کی ہے کہ عمل بھی صرف مقصود بالعرض ہے۔ مثلاً پانی نہ ملنے کی صورت میں غسل اور وضو دونوں حالتوں میں اس آسان شریعت نے تیمم کر لینے کا حکم دیا ہے۔ جس سے مقصود اتنا ہے کہ اعضائے ظاہری کا جنبش بجا کر قوائے باطنی کے غافل فلسفے کو بیدار اور بر سرِ کار کیا جائے۔

یہ ناپاکی اور پاکی (طہارت) کا لفظ اور اس کا مفہوم اسلام میں ایسا نہیں برتا گیا۔ جیسا وسوسہ ناک طبائع اور وہمی مزاجوں کے درمیان معمول ہوا ہے کہ انسان کی ذات میں کوئی ایسی نجاست نفوذ کر گئی ہے جس نے اس کو گھنونا اور لوگوں کے پرہیز و اجتناب کا محل بنا دیا ہے۔ اور جس کا ازالہ سوائے اس ظاہری طہارت کے ہو نہیں سکتا۔ میں سچ سچ کہتا نہیں بتاتا ہوں کہ اسلام ان توہمات سے بالکل پاک ہے۔

احبار ۱۵ باب اور ۱۸ باب ۱۵ میں ہے کہ "جریان والا کپڑے دھوئے اور غسل کرے شام تک ناپاک ہے۔ اور جس پر وہ سوار ہو اور جو کوئی اس کی سواری کو چھوئے وہ بھی ناپاک۔"

ف۵ اے اللہ مجھے اپنی طرف خالص رجوع کرنے والوں سے بنا اور مجھے پاک رہنے والوں کی جماعت میں شامل کر۔ اے اللہ تو قدوس ہے تیری حمد ہی میں دل سے شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع لاتا ہوں۔ ۱۲

اور خروج ۱۹ باب ۱۰ "اور خدا نے موسیٰ سے کہا کہ لوگوں کے پاس جا۔ اور اُنہیں پاک کر۔ اور اُن کے کپڑے دُھلوا۔ اور تیسرے دن طیار رہیں کہ خداوند تیسرے دن لوگوں کی نظروں میں کوہ سینا پہ اُتر آئیگا" اسلامی شریعت کے احکام سے انہیں مقابلہ کرلو۔ صاف کھل جائیگا۔ اسلامی شریعت نے رُوحانیت کی کیسی توجہ دلائی ہے۔ ذرا رنگ یا پانی چھڑکنا۔ اور چلّو بھر . . . . . میں . . . . کفارے والی بادشاہت میں داخل ہونے کی شرط قرار دیگئی ہے۔ اسپر رسوم ظاہری سے انکار! قرآن سُنیئے۔ اسکے مقابل میں کیا فرماتا ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ[۱] وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً - سیپارہ ۱- سورۂ بقر رکوع ۱۶

یہی اعتقاد قدیم سے مسلمانوں میں چلا آیا ہے۔ کہ طہارت باطنی ہی راستا مطلوب ہے۔ چنانچہ اسلام کے قدیم فلاسفر امام غزالی رح نے اُن لوگوں کی نسبت جو صرف ظاہری طہارت پر مرتے ہیں اور جن کے قلوب کبر و ریا سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں لکھا ہو کہ رسول اللہ صلعم فرمایا کرتے تھے کہ سب سے اہم اور اعظم طہارت پاک کرنا دل کا ہے تمام بُری خواہشوں اور بیہودہ رغبتوں سے اور دفع کرنا ہے نفس سے تمام مکروہ و مذموم خیالات کو اور اُن تصورات کو جو انسان کے دل کو خدا کی یاد سے باز رکھتے ہیں۔

جب ہم نے اتنا ثابت کر دیا۔ کہ قلبی حالت اعضا و جوارح کو حرکت دیئے بغیر رہ نہیں سکتی۔ اور یہ کہ ظاہر و باطن میں لازم و ملزوم کی نسبت ہے۔ تو گویا نفس ارکان نماز سے کچھ بحث نہیں۔ کیونکہ جذباتِ قلب اور اسکی واردات کا ظہور اور کیفیت رُوحانی کے عروض کا ثبوت اعضا و جوارح کی زبانِ حال ہی سے مل سکتا ہے۔ البتہ گفتگو اس امر میں رہجاتی ہے کہ آیا یہ ہیئت مقتضائے فطرت انسانی سے مناسبت رکھتی ہے یا نہیں۔ یا اس سے بڑھ کر اور پسندیدہ صورت و ترکیب فلاں قانون اور فلاں مذہب میں رائج ہو یا اب نئی صورت وہم و تصور میں آسکتی ہے۔

---

[۱] رنگ اللہ کا اور کس کا رنگ اللہ سے بہتر ہے؟

میں بڑی جرأت اور قوی ایمان سے کہتا ہوں۔ کہ اسکی مثال یا اس سے بڑھکر مقبول و مطبوع صورت نہ تو کسی مذہب میں رائج ہے۔ اور نہ اور نہ عقل میں آسکتی ہے۔ یہ جامع مانع طریق اُن تمام عمدہ اصولوں اور مسلمہ خوبیوں کو حاوی ہے۔ جو دُنیا کے اور مذاہب میں فرداً فرداً موجود ہیں۔ اور تمام اُن نیازمندی کے آداب کو شامل ہے جو ذوالجلال معبود کے عرش اعظم کے سامنے قوائے انسانی میں پیدا ہونے ممکن ہیں۔ وہ خاص اوراد و کلمات جو اس مجموعی ترکیب کے اجزا۔ قومہ۔ رکوع۔ قعدہ۔ سجود۔ جلسے وغیرہ میں زبان سے نہیں دل سے نکالے جاتے ہیں۔ اسکی بے نظیری کے کافی ثبوت ہیں۔

انصاف سے سوچیے کہ یہ ہیأت قوائے قلبی پر کسقدر قوی اثر کرنے والی ہے تعیین ارکان سے کون قوم انکار کر سکتی ہے۔ دُعا میں سر ننگا کرنا۔ سیدھا کھڑا ہونا۔ آنکھیں بند کرنا آخر میں برکت دیتے وقت ایک ہاتھ لمبا کرنا۔ اور ذرا اُنگلیوں کو نیچے کی طرف جھکانا۔ اور کبھی کبھی خاص حالت میں گھٹنے ٹیکنا یا گھٹنے پر کہنی ٹکا کر اُس پر سر رکھدینا۔ یہ سب امور بتفاوت نصاریٰ میں معمول ہیں۔ کوئی اُنہیں کہے ان ظاہری رسوم سے کیا نکلتا ہے۔ عبادت دل سے تعلق رکھتی ہے۔ اُسی پر اکتفا کرنا چاہیئے۔ صاف بات کا وہ کیا جواب دینگے۔ پس اسلامی صورت سے کیوں چڑتے ہیں۔

مجھے اُمید ہے کہ نصاریٰ نفس وجود ارکان سے تو کچھ تعرض نہ کرینگے۔ کیونکہ اس طبعی حالت میں وہ اضطراراً اہل اسلام کے ساتھ شریک کر دئے گئے ہیں۔ بایں معنی کہ وہ بھی دُعا یا نماز میں کسی نہ کسی صورت و رکن کا ہونا تو ضرور تسلیم کرتے ہیں۔ اگر زبان سے اور مذہبی مباحث کے وقت نہیں عملاً تو ثابت کر رہے ہیں۔ پس اب اصل وجود ارکان پر زیادہ قلم فرسائی کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ہاں شاید مقابلہ بین الصورتین منظور ہو تو خدا پرست حضرات کی اعانت سے غور کریں کہ اسلامی طریق میں کیسا جلال۔ کمال۔ تمکین اور وقار پایا جاتا ہے۔ اُس بے رنگ۔ بیچوں و احد احد لم یلد لم یولد کے حضور اقدس میں بے رنگ بے تصویر

مکان میں باوقار ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا۔ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ سے افتتاح کرنا اور سورۂ فاتحہ جیسی پُر معنی دُعا کا پڑھنا۔ اور پھر فرطِ انکسار سے اللہ اکبر کی عظمت کا تصور کرکے پُشتِ مستقیم کو جھکا کر سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡعَظِیۡم پڑھنا۔ اور پھر زمین پر مُنہ رکھکر بال گرا کر سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلٰی کہنا کیا یہ کم اثر کرنے والے اعمال ہیں۔ کیا یہ فطرتِ انسانی کے موافق نہیں ہیں؟ مَیں نہیں سمجھتا کہ ایک ایسے شخص کو جو عبادتِ حق کو کسی صورت میں کیوں نہ ہو۔ انسان کی عبودیت کا لازمی فرض جانتا ہے۔ اسلامی صورت نماز سے انکار ہو۔

یہاں ایک اور لطیف بات سوچنے کے قابل ہے کہ اسلامی احکام دو قسم کے ہیں۔ احکام اصلی اور تابع یا محافظ اصلی۔ مقصود بالذات احکام اصلی ہوتے ہیں۔ اور احکام محافظ صرف احکام اصلی کی بقا اور حفاظت کے لئے وضع ہوئے ہیں۔

نماز کے سب ارکان ظاہری احکام محافظ ہیں۔ اور اس امر کا ثبوت اُس وقت بخوبی ہوتا ہے۔ جب یہ ارکان عذر کی حالت میں انسان کے ذمّے سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ مثلاً نماز میں بحالت مرض علی اختلاف الاحوال قومہ۔ قعدہ۔ جلسہ وغیرہ سب معاف ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ اصلی حکم اور حقیقی فرض جو مقصود بالذات ہے یعنی قلبی خشوع و خضوع۔ جب تک قالب عنصری میں سانس کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہے۔ کبھی بھی انسان کے ذمّے سے نہیں ٹلتی۔ یہی اور صرف یہی نماز ہے۔ جسے اسلام نے لائق اعتبار اور مستحق ثواب کہا ہے۔ سُنو۔

وَاذۡکُرۡ رَّبَّکَ فِیۡ نَفۡسِکَ تَضَرُّعًا وَّ خِیۡفَۃً وَّ دُوۡنَ الۡجَہۡرِ مِنَ الۡقَوۡلِ بِالۡغُدُوِّ وَ الۡاٰصَالِ وَ لَا تَکُنۡ مِّنَ الۡغٰفِلِیۡنَ [1] ۝ سیپارہ ۹۔ سورہ اعراف۔ رکوع ۲۴۔

---

[1] اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو دل میں گڑگڑاتے اور ڈرتے اور پکارنے سے کم آواز بولنے میں صبح اور شام کے وقتوں اور مت رہ بے خبر ۱۲۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ[1] سیپارہ ۲۱۔ سورۂ عنکبوت رکوع ۵

اور اِن آیات سے نماز کی علت غائی خوب ظاہر ہوتی ہے کہ نماز منکرات اور فواحش سے محفوظ رہنے کے لئے فرض کی گئی ہے۔ اگر نماز کی اقامت اور مداومت سے نمازی کے اقوال و افعال میں کچھ روحانی ترقی نہیں ہوتی۔ تو شریعت اسلامی ایسی نماز کو مستحق درجات ہرگز نہیں ٹھہراتی۔ اب مجاز و ظاہر کہاں رہا۔

نبی عرب علیہ الصلوٰۃ کے لئے کچھ کم فخر کی بات نہیں۔ اور اُس کے خدا کی طرف سے ہونے کی قوی دلیل ہے کہ اُس نے خدا کی عبادت کو طبلوں مزماروں سارنگیوں اور بربطوں سے پاک کر دیا۔ اللہ کے ذکر کی مسجدوں کو رقص و سرود کی محفلیں نہیں بنایا۔ اور یہانتک احتیاط کی کہ تصاویر اور مجسمہ بنانے کی اور مسجدوں میں مُوہم بالشرک نقش و نگار کرنے کی قطعی ممانعت کر دی۔ کہ ایسا نہ ہو یہی مجاز رفتہ رفتہ مبدّل بحقیقت ہو کر اور یہی مجسمی معبودی تماثیل بنکر توحید کے پاک چشمے کو مکدّر کر ڈالیں۔

جب ہم ایک خوش قطع گرجا میں عیسائی جھنڈ کو بزعم عبادت جمع ہوئے دیکھتے ہیں سجے سجائے بنے ٹھنے۔ نیٹو انیاں اور گوری گوری پورپانیاں قرینے سے کرسیوں پر ڈٹی ہوئیں اُس وقت ہمیں عیسائیوں کا یہ فقرہ "کہ مسلمانوں میں صرف رسمی اور مجازی عبادت ہے" بڑا حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ یقیناً اہل اسلام کی غیور طبیعت نصاریٰ کی اس حقیقت سے آشنا ہونے کی کبھی کوشش نہ کرے گی۔

اِس موقع پر طریق اذان پر بھی کچھ تھوڑا سا لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ہر قوم نے پراگندہ افراد کو جمع کرنے یا منشائے عبادت کو حرکت دلانے کے لئے کوئی

---

[1] تو پڑھ جو اُتری تیری طرف کتاب اور کھڑی رکھ نماز بیشک نماز روکتی ہے بیحیائی سے اور بُری بات سے اور اللہ کی یاد ہے سب سے بڑی اور اللہ کو خبر ہے جو کرتے ہو ۱۲۔

نہ کوئی آلہ بنا رکھا ہے۔ کسی نے ناقوس نرسنگا۔ کسی نے گھنٹے گھنٹیاں۔ مگر انصاف شرط ہے۔ ان میں سے کوئی وضع بھی اذان سے مقابلہ نہیں کر سکتی ہے۔

اُس پیارے رسولؐ نے جسکی واقعی صفت میں قرآن فرماتا ہے۔

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ[1]۔ سیپارہ ۹۔ سورہ اعراف۔ رکوع ۱۹۔

اِن تمام رسمی بندشوں سیپوں اور سینگوں کی تلاش سے اُمت کو سبکدوش کر دیا۔ ذری انصاف سے اُن کلمات کو سوچو۔ اِس ترکیب کے سر پر نگاہ کرو کہ کوئی قوم بھی دُنیا میں ہے جو اس شد و مد سے پہاڑوں اور میناروں پر چڑھ کر اپنے سچے اُصولوں کی ندا کرتی ہے۔ عبادت کی عبادت اور بلاہٹ کی بلاہٹ۔ دُنیا میں ہزاروں حکما اور ریفارمر گذرے ہیں اور قومی گڈریے پیدا ہوئے ہیں۔ مگر تتر بتر ہوئی بھیڑوں کے اکٹھا کرنے اور ایک بہت میں لانے کا کس نے ایسا طریق نکالا۔ کس نے کبھی ایسی ترئی پھونکی۔ جس کی دل کش آواز معاً رُوحانی جوش اور ولولہ تمام ظاہر و باطن میں پیدا کر دے۔ اللہ اکبر کیسی صداقت ہے کہ ایک قوم علی الاعلان صبح و شام پانچ دفعہ اپنے بے عیب عقیدے کا اشتہار دیتی ہے!

ضبط اوقات

تعیین اوقات۔ پابندی وقت! آہ کیسے مقبول کلمات ہیں کہ جب کسی قوم کی ترقی کی راہ کھلی۔ اسی مشعل جان افروز کے نور سے تمام موانعات کی تاریکی دُور ہوئی۔ شریعت موسوی میں احکام نماز منضبط نہیں ہوئے تھے۔ توریت طریق نماز سے بالکل ساکت ہے۔ صرف علمائے دین کو وہ یکی دیتی اور پلوٹھے لڑکے کو ہیکل مقدس میں لاکر نذر دیتی۔ وقت خاص دُعا پڑھی جاتی۔ اور لڑکے کا باپ تمام احکام شرعی کو بجا لاکر یہوواہ سے دُعا مانگتا تھا۔ کہ اس اسرائیلی لڑکے کو برکت دے۔ جیسے تونے اس کے آبا و اجداد پر برکت نازل کی تھی۔ لیکن جب یہود اور اُنکے علما کا اعتقاد باری تعالیٰ کی نسبت زیادہ تر معقول اور پاکیزہ ہو گیا۔ اور خداوند عالم کے بشکل انسان ہونے کا فاسد عقیدہ دفع ہونے لگا۔ تب نماز یا دُعا کی

[1] اور اُتارتا ہے اُن سے بوجھ اُن کے اور پھانسیاں جو اُن پر تھیں ۱۲۔

حقیقت اُن کی سمجھ میں آنے لگی۔ کہ نماز انسان کے لئے بارگاہ الٰہی سے تقرب کا وسیلہ ہے۔
مگر چونکہ شریعت موسوی میں کوئی خاص قاعدہ نماز کا مقرر نہ تھا۔ لہذا روایت اور رواج پر
مدار رہا۔ اور بقول ڈاکٹر صاحب کے یہود بھی ایک نماز گذار قوم ہوگئے۔ اور ہر روز تین
گھنٹے عبادت خدا کے قرار دیئے گئے۔ یعنی نو بجے اور بارہ بجے اور تین بجے۔ مگر چونکہ نماز میں
مجتہدین کی ضرورت تھی۔ اور اس کا علم قطعی نہ تھا۔ کہ خود حضرت موسیٰؑ کیونکہ نماز پڑھتے تھے
لہذا اکثر اوقات یہود کی نماز صرف ایک مصنوعی فعل ہوتا تھا۔

حضرت مسیحؑ نے جو آخری رسول یہود کے تھے۔ اور اُنکے حواریین نے بھی عبادت کی
تاکید کی۔ مگر افسوس اُس میں بھی یہ نقص رہ گیا کہ کوئی محدود و معیّن قاعدہ نماز کا اُنہوں
نے ترتیب نہ دیا۔ اسلئے چند عرصے کے بعد عبادت خدا کا معاملہ بالکل عوام الناس کی
رائے پر موقوف ہوگیا۔ اور پادریوں ہی کے اختیار میں رہا۔ جنہوں نے نماز کی تعداد اور
مدّت اور الفاظ وغیرہ مقرر کرنا اپنے ہی فرقے میں منحصر کر دیا۔ اسی وجہ سے دُعاؤں کی
کتابیں تصنیف ہوئیں اور قسّیسین کی کمیٹیاں اور مجلسیں منعقد ہوئیں۔ تاکہ اصولِ دین
اور ارکانِ ایمان مقرر کریں۔ اور اسی وجہ سے راہبوں نے عجیب پُر تکلّف طریقہ عبادت کا
نکالا۔ اور گرجوں میں ہفتہ وار نماز قرار دی گئی۔ یعنی چھ روز کی غذائے رُوحانی نہ ملنے کی
مکافات صرف ایک روز کی نماز سے کی گئی۔ الغرض یہ سب خرابیاں منتہیٰ درجے کو پہنچ گئیں
کہ ساتویں صدی عیسوی میں رسولِ عربیؐ نے ایک مہذّب اور معقول مذہب تلقین کرنا
شروع کیا۔ آنحضرتؐ نے نماز پنجگانہ کا طریقہ اسلیئے جاری کیا کہ آپ خوب جانتے تھے کہ
انسان کی روح حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کی حمد و ستایش کرنے کی کیسی مشتاق رہتی ہے۔
اور نماز کے اوقات مقرر کر دینے سے آپنے ایک ایسا مضبوط قاعدہ نماز گذاری کا معیّن
کر دیا۔ کہ نماز کے وقت انسان کا دل عالمِ رُوحانی سے عالمِ مادی کی طرف ہرگز متوجہ نہیں
ہوسکتا۔ جو صورت اور ترکیب آپؐ نے نماز کی اپنے قول و فعل سے مقرر کر دی ہے

اُس میں یہ خوبی ہے کہ اہل اسلام اُن خرابیوں سے محفوظ رہے ہیں۔ جو اُس لڑائی جھگڑے سے پیدا ہوتی تھیں۔ جو عیسائیوں میں نماز کی ترکیب پر ہمیشہ ہُوا کرتے تھے۔ اور پھر ہر مسلمان کو گنجائش رہی کہ بکمال خشوع وخضوع عبادت خدا میں مصروف ہوئے[1]

پابندی اوقات میں ایک قدرتی تاثیر ہو کہ وقت معینہ کے آنے پر قلب انسانی پر بے اختیار جذب ومیلان اُس ڈیوٹی کے ادا کرنے کے لئے پیدا ہو جاتا ہے۔ اور رُوحانی قویٰ اُس مفروض عمل کی طرف طوعًا وکرہًا منجذب ہو جاتے ہیں۔ جونہی اُس غیر مصنوعی ناقوس (اذان) کی آواز سنائی دیتی ہے ایک دیندار مسلمان فی الفور اُس ایلیکٹریسیٹی کے عمل سے متاثر ہو جاتا ہے۔ پابند صوم صلوٰۃ گویا ہر وقت نماز ہی میں رہتا ہے۔ کیونکہ ایک نماز کے ادا کرنے کے بعد معًا دوسری نماز کی طیاری اور فکر ہو جاتی ہے۔

نماز پنجگانہ کا باجماعت پڑھنا۔ اور جمعہ وعیدین کی اقامت جس حکمت کے اصول پر مبنی ہیں انتظامات ملکی کا دقیقہ شناس اُسکی خوبی سے انکار نہیں کر سکتا۔ ہزاروں برسوں کے دور کے بعد جو دُنیا نے ترقی کی۔ اور چاروں طرف غلغلۂ تہذیب بلند ہُوا۔ اِس سے بڑھکر اور کوئی تجویز کسی کی عقل میں نہ آئی۔ کہ کلّب بنائے جائیں۔ انجمنیں منعقد ہوں۔ اور وقت کی ضروریات کے موافق قوم کو بیدار کرنیوالی تقریریں کیجائیں لیکن ظاہر ہے۔ کہ باایںہمہ ترقی علوم ایسی انجمنوں کے قیام واستحکام میں کسقدر دِقتیں واقع ہوتی ہیں۔

مگر مُبارکی ہو اُس افضل الرسل خاتم الرسالۃ کو کہ اُسنے کیسے وقت میں کیسی انجمنیں قائم کیں۔ اُنکے قیام واستحکام کے کیا کیا طریقے نکالے۔ جنہیں کوئی مزاحم کوئی مانع توڑ نہیں سکتا۔ اعضائے انجمن کے اجتماع کے لئے ٹکٹ جاری کیئے جاتے ہیں۔ اشتہار چھاپے جاتے ہیں۔ اس الٰہی طریق میں وقت معین پر اذان دی جاتی ہے۔ جو اُس پاک انجمن (مسجد) میں پہنچائے بغیر چھوڑ ہی نہیں سکتی۔

---

[1] تنقید الکلام ترجمۂ لائف آف محمدؐ۔ بانی سید امیر علی ۱۲۔

قرب وجوار کے لوگوں کا ہر روز پانچ مرتبہ ایک جگہ میں جمع ہونا۔ اور پھر شانے سے شانہ جوڑ اور پاؤں سے پاؤں ملاکر ایک ہی سچے معبود کے حضور میں کھڑا ہونا قومی اتفاق کی کیسی بڑی تدبیر ہے۔ ساتویں دن، جمعہ کو آس پاس کے چھوٹے قریوں اور بستیوں کے لوگ صاف و منظف ہو کر ایک بڑی جامع مسجد میں اکٹھے ہوں۔ اور ایک عالم بلیغ تقریر (خطبہ) حمد و نعت کے بعد ضروریات قوم پر کرے۔

عیدین میں کسی قدر دُور کے شہروں کے لوگ ایک فراخ میدان میں جمع ہو اور اپنے ہادی کی شوکت مجسّم کثیر جماعت بنکر دُنیا کو آفتاب اسلام کی چمک دکھاویں۔ اور بالآخر اُس پاک سرزمین میں اُس فاران میں جہاں سے اوّلاً نورِ توحید چمکا۔ کل اقطارِ عالم کے خدا دوست حاضر ہادیں۔ ساری بچھڑی ہوئی متفرق اُمتیں اُسی دنگل میں اکٹھی ہوں۔ وہاں نہ اُس مٹّی اور پتّھر کے گھر کی بلکہ اُس ربّ الارباب معبود الکل کی جسنے اُس ارضِ مقدسہ سے توحید کا عظیم الشان واعظ بے نظیر ہادی نکالا۔ حمد و ستائش کریں۔

اِسی طرح ہر سال اُس یادگار (بیت اللہ) کو دیکھ کر ایک نیا جوش اور تازہ ایمان دِل میں پیدا کریں۔ جو بحسب تقاضائے فطرت ایسی یادگاروں اور نشانوں سے پیدا ہونا ممکن ہے۔ سخت جہالت ہی۔ اگر کوئی اہلِ اسلام کیسی موحد قوم کو مخلوق پرستی کا الزام لگاوے ایسے شخص کو انسانی طبیعت کے عام میلان اور جذبات کو مدنظر رکھکر ایک واجب القدر امر پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ اگر قرآن کے پورے اور خالص معتقدین کے طبائع میں بُت پرستی ہوتی تو اُن کو اپنے ہادی منجی محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مقدسہ سے بڑھ کر کونسا مرجع تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مکّہ معظمہ میں آنحضرتؐ کا مرقد مبارک نہیں ہونے دیا۔ تاکہ توحید الٰہی کا سرچشمہ پاک ہر قسم کے شائبوں اور ممکن خیالات کے گرد و غبار سے پاک صاف رہے اور مخلوق کی فوق العادۃ تعظیم کا احتمال بھی اُٹھ جائے۔

نکتہ

مُسلمانوں کے ہادی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی آخری دُعا:۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ مِنْ بَعْدِیْ عِیْدًا ۔ اے اللہ میری قبر کو میرے بعد عید نہ بنائیو۔
خوب یاد ہے۔ اور وہ بجان و دل اپنے نبی صلعم کی اس دُعا کے ظاہر نتیجے کی تصدیق کر رہے ہیں اور
ہمیشہ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پڑھکر
اللہ اور عبد میں امتیاز بیّن دکھلاتے ہیں۔

سمتِ قبلہ

بہت صاف امر ہے اور حقیقت شناس عقل کے نزدیک کچھ بھی محل اعتراض نہیں۔
اُس ہادی کو جسنے تمام دُنیا کی متداولہ عبادت کے طریقوں سے جن میں شرک اور مخلوق پرستی کے
جُزو اعظم شامل تھے۔ اپنے طریق عبادت کو خالص کرنا منظور تھا۔ اور ایک واضح و ممتاز
مسلک قائم کرنا ضرور اسلیئے واجب ہوا کہ وُہ اپنی اُمت کے رُخ ظاہر کو بھی ایسی سمت کی
طرف پھیرے۔ جس میں قوائے رُوحانی کی تحریک اور اشتعال کی قدرت و مناسبت ہو۔
ہر ایک مسلمان کو یقین ہو کہ مکّے میں بیت اللہ کو توحید کے ایک بڑے واعظ نے تعمیر کیا۔
اور آخری زمانے میں اُسی کی اولاد میں سے ایک زبردست کامل نبی صلعم مکمل شریعت لیکر ظاہر ہوا
جسنے اُس پہلی تلقین و تعلیم کو پھر زندہ اور کامل کیا۔ پس نماز میں جب اُدھر رُخ کرتے
ہیں یہ تمام تصوّر آنکھوں میں پھر جاتے ہیں اور اس مصلح عالم کی تمام خدمات اور
جانفشانیاں جو اُسنے اعلائے کلمۃ اللہ میں دکھلائیں یاد آجاتی ہیں۔
یاد رہے کہ نماز علاوہ اُن تمام خوبیوں کے جو اُسپر مداومت کا لازمی نتیجہ ہیں بڑا بھاری
قومی امتیاز اور نشان ہے۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ میں ایک منافق مُسلمانوں کو دھوکا
دینے یا اُنکے رازوں پر مطلع ہونے کیلیئے شامل ہوسکتا ہے۔ اور اسکی قوم کو اسپر اطلاع بھی
نہ ہو۔ کیونکہ اُن امور کی بجاآوری میں اپنی قوم کے نزدیک وہ کسی بیماری۔ لزوم۔ فاقہ
سفر و تفرج یا خیرات کا حیلہ تراش سکتا ہے۔ اور مسلمان بھی اُسے بے تردد وفادار مسلمان
کہہ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ انہیں امور میں مسلمان ہونا محصور ہو۔ مگر سخت مشکل اور پردہ برانداز
امر نماز ہے۔ جیسے کوئی شخص بھی جو اپنے مذہب کا کچھ بھی پاس اور ہیبت دِل میں رکھتا ہو

کبھی بھی ادا کرنا گوارا نہیں کر سکتا۔ خصوصاً ایک علیحدہ قومی نشان اور ایک بالکل الگ ہیئت میں الگ مذہبی سمت کی طرف متوجہ ہو کر۔ اور باایں ہمہ اپنی قوم میں بھی شامل رہے ناممکن ہے۔ اب غور فرمائیے آنحضرتؐ کو اِس خصوص میں کیا مشکلات پیش آئیں۔

تاریخ اور قومی روایت متفقاً شہادت دیتی ہے کہ بیت اللہ زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے برابر آباً عن جدٍ قوموں کا مرکز اور جائے تعظیم چلا آیا ہے۔ کفار مکہ گو بُت پرستی کے لباس میں تھے۔ اس بیت ایل کو مقدس عبادت گاہ یقین کرتے۔ جب آنحضرتؐ نے دین حق کا وعظ شروع فرمایا۔ اور خدا کا کلام دن بدن پھیلنے لگا۔ اور دشمنانِ دین مخالفت میں ہر طرح کے زور لگا کر تھک گئے۔ آخر یہ حیلہ سوچا کہ نفاقاً اسلام میں داخل ہو گئے اور اس طرح وہ لوگ سخت سخت اذیتیں اور مخفی دیرپا مصائب مسلمانوں کو پہنچانے لگے۔ بناءً علیٰ ہذا بانی مذہب کو ضرور ہوا۔ کہ اس معجون مرکب کے اجزا کی تحلیل کیلئے کوئی بھاری کیمیاوی تجویز نکالے۔ آپ نے ابتداءً مکّے میں بیت المقدس کی جانب نماز میں مُنہ پھیرا۔ اِس ربّانی الہامی تدبیر سے قریش مکہ جو نہایت بُت پرست تھے۔ اور اہل کتاب اور اُنکے مذاہب کو بہت بُرا جانتے تھے مسلمانوں کی جماعت سے بالکل الگ ہو گئے۔ اب کوئی منافق ظاہر طور پر بھی شامل ہونے کو گوارا نہ کر سکا۔ اور خاص مکّے میں بجز خالص مخلص اصحاب اور یارانِ جان نثار کے اور کوئی پَیرو نہ بنا۔ اِس تدبیر سے ایک اور عظیم فائدہ یہ ہوا۔ کہ بانی کو اپنے مشن کی ترقی اور خالص پَیرؤوں کا اندازہ معلوم ہو گیا۔ اور آیندہ کے واسطے معتمد وفاداروں اور غدّار منافقوں میں امتیاز کلّی ہو گیا۔

پھر جب مدینے میں آپؐ تشریف لے گئے۔ جہاں بکثرت یہود رہتے تھے۔ اور جو اوّل اوّل باغراض مختلفہ آپؐ کی تشریف آوری سے خوش ہوئے۔ اور آپکے تابعین میں خوب رل مل گئے۔ پھر آخر اپنی اُمیدوں کے برخلاف دیکھ کر خفیہ خفیہ اضرار و افساد میں ریشہ دوانی کرنے لگے۔ تب آنحضرتؐ نے ربانی الہامی ہدایت سے جو ایسے تاریک وقتوں

میں اپنے پاک نبیوں کو کشایش کی راہ دکھاتی ہے۔ اصلی قدیمی ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ کے بیت اللہ کی طرف نماز میں توجہ کی۔ اِس سے خالص انصار اور غدار یہودیوں میں امتیاز کی راہ نکل آئی۔ قرآن بھی اِسی مطلب کا اشارہ کرتا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ[1] سیپارہ ۲۔ سورۂ بقر۔ رکوع ۱۷۔

اِس بات کو بھولنا نہیں چاہیئے۔ کہ ایسی جدید قوم کو جس کے استیصال کے درپے مختلف قومیں ہو رہی تھیں۔ ایسے نئے مذہب کو جسے اوّلاً مخلصین و منافقین میں تمیز کرنا اور دشمنوں کے جابرانہ حملوں کا اندفاع اختیار کرنا تھا۔ نہایت ضرور تھا اور عقلاً نقلاً اِس سے بہتر نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ ایسی ہی تدبیر سے کام لے۔

پس گو ابتدا میں سمتِ قبلہ کسی مصلحت کے لئے معیّن کی گئی ہو۔ اور عادۃ اللہ نے اُس میں کوئی راز مرکوز رکھا ہو۔ مگر انتہا میں بھی یادگار کے طور پر اور اس امر کے نشان اور یادآوری کے لئے کہ یہ کامل مذہب یہ توحید کا آفتاب اُسی پاک زمین سے نمودار ہوا۔ وہ خداوندی حکمت بحال رکھی گئی۔ ورنہ اہلِ اسلام کا عقیدہ تو یہ ہو کہ خدائے تعالیٰ کی ذات مکان اور جہت کی قید سے منزّہ ہے۔ اور عنصری و کونی صفات سے اعلیٰ اور مبرّا ہے۔ کوئی جہت نہیں جس میں وہ مقید ہو۔ کوئی خاص مکان نہیں جس میں مخصوصاً وہ رہتا ہو۔ اسی مطلب کی طرف قرآن کریم اشارہ کرتا ہے۔ اور معترضین کے اعتراض کو اپنے علمِ بسیط سے پہلے ہی ردّ کر دیا ہے۔

وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ[2] سیپارہ ۱۔ سورۂ بقر۔ رکوع ۱۴۔

پھر اور زیادہ مقصودِ حقیقی کی راہ بتاتا اور فرماتا ہے۔

---

[1] اور وہ قبلہ جو ہم نے ٹھہرایا جس پر تو تھا نہیں مگر اسی واسطے کہ معلوم کریں کون تابع ہو رسول کا۔ اور کون پھر جاوے گا اُلٹے پاؤں ۱۲۔

[2] اور اللہ کی ہے مشرق اور مغرب سو جس طرف تم مُنہ کرو وہاں ہی متوجہ ہے اللہ ۱۲۔

[۱] لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَآتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَأْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَأْسِ ۗ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۖ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ سیپارہ ۲۔ سورہ بقر۔ رکوع ۲۲

اِن آیات نے صاف بتا دیا کہ سمت قبلہ کی جانب توجہ کرنا مقصود بالذات اور اہم نہیں ہے۔ اصلی اور ابدی نیکیاں اور آسمانی خزانے میں جمع ہونے والی خوبیاں یہی ہیں جو اِن آیات میں مذکور ہوئیں۔

ایک اور لطیف بات قابل غور ہو کہ آغاز نماز میں جبکہ مُسلمان رُو بقبلہ کھڑا ہوتا ہے یہ آیت پڑھتا ہے۔

[۲] اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ سیپارہ ۷۔ سُورۂ انعام۔ رکوع ۹۔

اور یہ آیت [۳] اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ سیپارہ ۸۔ سُورۂ انعام۔ رکوع ۲۰ —

---

[۱] نیکی یہی نہیں کہ مُنہ کرو اپنے مشرق کی طرف یا مغرب کی۔ ولیکن نیکی وہ ہے جو کوئی ایمان لاوے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور نبیوں پر اور دیوے مال اسکی محبت پر ناتے والوں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور راہ کے مسافر کو اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور کھڑی رکھے نماز اور دیا کرے زکوٰۃ اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب پورا کریں اور ٹھہرنے والے سختی میں اور تکلیف میں اور وقت لڑائی کے وہی لوگ ہیں جو سچے ہوئے اور وہی بچاؤ میں آئے۔ ۱۲

[۲] میں نے اپنا مُنہ کیا اُس کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین ایک طرف کا ہو کر اور میں نہیں شریک کرنے والا ۱۲

[۳] میری نماز اور قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ کی طرف ہے کوئی نہیں اس کا شریک اور یہی مجھ کو حکم ہوا اور میں سب سے پہلے حکم بردار ہوں ۱۲ ۔

اس آیت کا افتتاح میں پڑھنا خوب آشکار کرتا ہے کہ اہل اسلام کا باطنی رُخ اور قلبی توجہ کدھر ہے۔ کعبۂ حقیقی اور قبلہ تحقیقی انہوں نے کس چیز کو ٹھہرا رکھا ہے۔

ایک انگریز مؤرخ لکھتا ہے کہ "فضائل اسلام میں سے ایک یہ بھی فضیلت ہے کہ اسلام کے معابد ہاتھ سے نہیں بنائے جاتے اور خدا کی خدائی میں ہر مقام پر اس کی عبادت ہوسکتی ہے۔" اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ [۱]۔ سیپارہ ۱۔ سورۂ بقر رکوع ۱۴۔ جس مقام پر خدا کی عبادت کی جاوے وہی مقام مقدس ہو اور اُسی کو مسجد سمجھ لیجیے۔ مسلمان چاہے سفر میں ہو چاہے حضر میں۔ جب نماز کا وقت آتا ہے۔ چند مختصر اور پُرجوش فقرات میں اپنے خالق سے اپنے دل کا عرض حال کرلیتا ہے۔ اسکی نماز اتنی طولانی نہیں ہوتی کہ اُس کا جی گھبرا جائے اور نماز میں جو کچھ وہ پڑھتا ہے اُس کا مضمون یہ ہوتا ہو کہ اپنے عجز و خاکساری کا اظہار۔ اور خداوند عالم کی عظمت اور جلال کا اقرار اور اُسکے فضل و رحمت پر توکّل۔ عیسائی کیا جانیں کہ اسلام میں عبادت خدا کا مزا کیسا کوٹ کوٹ کے بھرا ہے [۲]۔

انسان کی نجات قیامت کے روز کیونکر ہوگی۔ آیا صرف اعمال حسنہ کے سبب یا کسی شفیع کی شفاعت سے یا اعمال حسنہ اور شفاعت شفیع کے اجتماع سے۔

جواب۔ مخلوق کی نجات کا مدار ایسا تنگ اور محدود نہیں۔ جو پادریوں نے بیان کیا کیا خدائی ارادے محدود ہیں۔ کیا اس بیحد ہستی کے کام کسی مخلوق کے خیال اور وہم پر موقوف ہیں۔ بندگانِ خدا کی نجات قیامت کے روز محض باری تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہوگی اور صرف اُس کے رحم اور غریب نوازی سے ہم نجات پائیں گے۔ اگر اعمال وغیرہ سے نجات ہے تو فضل کچھ بھی نہیں۔ ناظرین یقین کرو کہ فضل و کرم خداوندی سے نجات ہے۔ اور یہی فضل و کرم اسلام میں نجات کا باعث ہے دیکھو سورۂ دخان۔ اِس میں اہلِ جنّت کے انعامات کا ذکر ہوتے ہوتے بتایا ہے کہ جنّت میں جانے والے

---

[۱] جس طرف تم مُنہ کرو وہاں ہی متوجہ ہے اللہ ۱۲ [۲] تنقید الکلام ترجمۂ لائف آف محمدؐ۔ از سیّد امیر علی ۱۲

دوزخ سے اللہ کے فضل سے بچے۔

وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ۔[1] سیپارہ ۲۵۔ سورہ دخان۔ رکوع ۳۔

اور سورۂ حدید میں ہے۔

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔[2] سیپارہ ۲۷۔ سورۂ حدید۔ رکوع ۳۔

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۔ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۔[3] سیپارہ ۵۔ سورۂ نساء۔ رکوع ۹۔

قرآن بیان کرتا ہے گناہ تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل[1] شرک۔ دوم[2] کبائر۔ سوم[3] صغائر۔ شرک کی نسبت قرآن کریم فیصلہ دیتا ہے کہ وہ ہرگز بدوں توبہ معاف نہ ہوگا۔ اُس کی سزا بھگتنی ضرور ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ ۔[4] سیپارہ ۵۔ سورہ نساء۔ رکوع ۱۸۔

انجیل بھی باوجودیکہ بڑی بشارت اور بشیر ہے۔ فرماتی ہے۔ متی ۱۲ باب۔ روح

---

[1] اور بچایا اُن کو دوزخ کی مار سے فضل سے تیرے رب کے ۱۲

[2] دوڑو اپنے رب کی معافی کی طرف اور بہشت کو جس کا پھیلاؤ ہے جیسے پھیلاؤ آسمان اور زمین کا۔ رکھی گئی ہے اُن کے واسطے جو یقین لائے اللہ پہ۔ اور اُس کے رسولوں پہ یہ بڑائی اللہ کی ہے۔ دیوے اُس کو جس کو چاہے۔ اور اللہ کا فضل بڑا ہے ۱۲

[3] اور جو لوگ چلتے ہیں حکم میں اللہ کے اور رسول کے سو وے اُنکے ساتھ ہیں جن کو اللہ نے نوازا نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت اور خوب ہے اُن کی رفاقت۔ یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ بس ہے خبر رکھنے والا ۱۲

[4] اللہ یہ نہیں بخشتا کہ اُس کا شریک ٹھہرایا جاوے اور اس سے نیچے بخشتا ہے ۱۲

کے خلاف کا کفر معاف نہ ہوگا[1]

دوسری قسم گناہوں کی وہ کبائر اور بڑے بڑے گناہ جو شرک کے نیچے ہیں اور صغائر یا مبادی کبائر سے اوپر۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ ہر ایک کبیرہ اور بڑے گناہ کی ابتدا میں چھوٹے چھوٹے گناہ جو اس کبیرہ سے کم ہیں ہوتے ہیں۔ مثلاً جو شخص زنا کا مرتکب ہوا۔ ضرور ہی کہ ارتکاب زنا سے پہلے وہ اُس نظر بازی کا مرتکب ہو جس سے زنا کے ارتکاب تک نوبت پہنچی۔ یا ابتداءً وہ باتیں سُنیں جنکے باعث اس بدکاری کے ارتکاب تک اس زنا کنندہ کی نوبت پہنچی۔ ایسے ہی ان باتوں کا ارتکاب جنکے وسیلے سے اسکو وہ شخص ملا۔ جس سے زانی نے زنا کیا۔ اور بالکل ظاہر ہے کہ ان ابتدائی کارروائیوں کی بُرائی زنا کی بُرائی سے ضرور کمی پر ہے۔ ایسے کبائر اور بڑے گناہوں کی نسبت قرآن کریم فرماتا ہے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ[2] سیپارہ ۵۔ سُورہ نساء رکوع ۵۔

کیا معنی جن بڑے بڑے گناہوں کے ارتکاب سے تم لوگ منع کئے گئے۔ اگر ان بڑے گناہوں سے بچ رہو۔ تو اُن کے مبادی اور اُن کے حصول کی ابتدائی کارروائی صرف ان بڑے گناہوں سے بچ رہنے کے باعث معاف ہو سکتی ہے۔

مثلاً کسی شخص نے کسی ایسی عورت سے جماع کرنا چاہا جو اُسکے نکاح میں نہیں اور اُس عورت کے بُلانے پر کسی کو ترغیب دی۔ یا کچھ مال خرچ کیا اور اُسے خالی مکان میں لایا۔ اور اُسے دیکھا۔ بلکہ اُس کا بوسہ بھی لے لیا۔ لیکن جب وہ دونوں برضا و رغبت بُرائی کے

---

[1] قرآن مجید کی تنذیر و تبشیر برخلاف توریت و انجیل کی افراط و تفریط کے ٹھیک انسان کی حالت امید و بیم کے مناسب ہے، جو بحسب فطرت اس کی جبلت میں مرکوز ہے۔ کیا ہی عجب آیت قرآن کی ہے نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۙ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝ سیپارہ ۱۴۔ سُورۂ حجر۔ رکوع ۴۔ ترجمہ خبر سُنا دے میرے بندوں کو کہ میں اصل بخشنے والا مہربان ہوں اور یہ بھی کہ میری مار وہی دکھ کی مار ہے ۱۲

[2] اگر تم بچتے رہو گے بُری چیزوں سے جو تم کو منع ہوئیں تو ہم اُتار دینگے تم سے تقصیریں تمہاری ۱۲

مرتکب ہونے لگے۔ اور کوئی چیز روک اور بدکاری کی مانع وہاں نہ رہی اور اس بدکارروائی کا آخری بدنتیجہ بھی ظاہر نہ ہوا تھا۔ کہ اس زانی کے ایمان نے آکر اُسے زنا سے روک دیا۔ اب یہ شخص با اینکہ مال خرچ کر چکا ہے۔ یا ثانی کی رضامندی پا چکا۔ صرف ایمان کے باعث ہاں صرف ایمان ہی کے باعث اور خدا سے باہمہ وسعت وطاقت اس بڑی بُرائی کے ارتکاب سے ہٹ گیا۔ اور اس کا مرتکب نہ ہوا۔ تو صرف اسی اجتناب سے اُس کی ابتدائی کارروائیاں جو حقیقت میں مبادی گناہ اور گناہ کی محرک تھیں۔ معاف ہو جائینگی۔ کیونکہ اس کا ایمان بڑا تھا جس نے آخری حالت میں خدا کے فضل سے دستگیری کی۔

اور تیسری قسم گناہ کی صغائر ہیں۔ جن کا ذکر کبائر میں ضمناً آگیا۔

ناظرین! نجات صرف رحم اور فضل سے ہے اور رحم اور فضل کا مستحق ایماندار ہے۔

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ [1] ۔ سیپارہ ۸۔ سُورۂ اعراف۔ رکوع ۷۔

اور ایمان کے پھل نیک اعمال ہیں۔ پس کل اعمال یا اکثر اعمال اگر عمدہ ہیں تو معلوم ہوا۔ کہ اُن عمدہ اعمال کے عامل کا ایمان بڑا اور قوی تھا۔ جب ایمان بڑا اور قوی ہوا۔ تو بہت بڑے فضل کا جاذب ہوگا۔ اور اگر نیک اعمال کے ساتھ تیسری قسم کے چھوٹے بداعمال یا چھوٹے بڑے دونوں قسم کے بُرے اعمال مل گئے تو ظاہر ہے کہ ایسے شخص کے ایمان میں مدِ مقابل کچھ کفر بھی ہے جس کے بدثمرات یہ معاصی چھوٹے اور بڑے ہیں۔ کیونکہ ایمان کا پھل تو یہ بداعمال ہو نہیں سکتے۔ پھر لامحالہ کفر سے یہ ثمرات ہونگے۔ گو وہ چھوٹا ہی کفر کیوں نہ ہو۔ اور کفر فضل کا جاذب نہیں۔ بلکہ فضل کو روکتا ہے۔ جیسے اندھیری کوٹھڑی کی دیواریں اور چھت سُورج کی روشنی کو روکتی ہیں۔

پس ایسے شخص میں ضرور جنت اور نجات کے اسباب اور فضل کے کھینچنے اور لینے کے ذریعے۔ دوزخ میں جانے کے اسباب اور بہشت ونجات میں جانے کی روکیں ملجائیں گی۔

---

[1] بے شک مہر اللہ کی نزدیک ہے نیکی والوں سے ۱۲۔

اس لیئے ایک میزان کی ضرورت پڑی۔ مگر یہ میزان دُکانداروں کی ترازو سے یا ریلوے والوں کی ماپ تول سے نرالی ہے۔ دیکھو اسموئیل ۲ باب ۳۔ یہ ترازو خدا کے عدل اور قدوسیت کی ترازو ہے۔ نیک اعمال کی زیادتی میں ایمان کی قوت ظاہر ہے۔ اسلیئے وہ ایمان بڑے فضل کا لینے والا ہوا۔ اور مساوات اور کمی کی صورت میں قرآن کی اِس امید بھری آیت سے۔

[۱] وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ [۲] اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ سیپارہ ۱۱۔ سُورہ توبہ۔ رکوع ۱۳۔

امید ہے کہ خداوندی رحم اُس کے غضب پر سبقت لیجاوے اور اُس کا فضل بچالے۔ اِلّا یہی فضل کبھی کسی شفیع کو اپنے پہنچنے کے لئے ذریعہ بنالیتا ہے۔ اہل اسلام میں بے اذن شفاعت ثابت نہیں۔ اور جب اذن سے شفاعت ہوئی۔ تو وہ شفاعت حقیقت میں فضل ہوگیا۔ یہی فضل نجات کا باعث ہے۔ اور اس بالاذن شفاعت کا ثبوت جسے خدا کے رحم اور فضل نے گنہگار کے بچانے کے لئے تحریک دی۔ قرآن میں یہ ہے۔

[۳] وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ سیپارہ ۵۔ سورۂ نساء۔ رکوع ۹۔

یاد رکھو۔ جب نیک اعمال [۴] کثرت سے نہیں ہوتے اور ایمانی قوت کا قوی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اُسوقت بڑے فضل کو یہ چھوٹا سا ایمان نہیں کھینچ سکتا اور فضل لینے کے سبب میں

---

[۱] اور بعضے لوگوں نے مان لیا اپنا گناہ ملایا ایک کام نیک اور دوسرا بد شاید اللہ معاف کرے [۲] بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۱۲۔ [۳] اور ان لوگوں نے جس وقت اپنا بُرا کیا تھا اگر آتے تیرے پاس پھر اللہ سے بخشواتے اور بخشواتا اُن کو رسول تو اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان ۱۲۔

[۴] اعمال۔ ایمان۔ گناہ۔ ثواب۔ فضل۔ اِن سب اصطلاحات کی نسبت حکیمانہ طور پر ہمارا خیال کچھ کیوں نہ ہو۔ اور عیسائی مفہوم اور مذاق سے بالکل الگ کیوں نہ ہو۔ لیکن بہرحال ان اصطلاحات کا اطلاق مخاطبین ہی کے مذاق کے موافق ہم کیئے جاتے ہیں۔ کیونکہ ہماری اس کتاب کا موضوع و منشاء بھی یہی ہے ۱۲

کمزوری ہوتی ہے۔ اس لئے باری تعالیٰ کا رحم اور کرم چھوٹے سے ایمان کے ساتھ کسی شفیع کی شفاعت اور دعیوں کی دعا کو ملا دیتا ہے اور اسی کمزور ایمان کو اس ذریعے سے قوت دے کر فضل کے لائق بنا دیتا ہے۔ بلکہ صرف ایمان ہی ابدی سزا سے بچانے کے لئے اس فضل کو لے لیتا ہے جسکے ساتھ انسان دوزخ کی ابدی سزا سے بچ جاوے۔ پادری صاحب پولوس بھی کیا کہتا ہے۔ پھر اگر فضل سے ہے تو اعمال سے نہیں۔ نہیں تو فضل فضل نہ رہیگا۔ اور اگر اعمال سے ہے تو پھر فضل کچھ نہیں۔ نہیں تو عمل عمل نہ رہیگا۔ نامۂ رومیان ۱۱ باب ۶۔

پادری صاحبان۔ آپ کو عہد جدید میں دکھلا دیا کہ آپکا یہ سوال کہ نجات اعمال سے ہے یا شفاعت سے۔ کیسا کمزور ہے۔ نجات نہ اعمال سے ہے نہ شفاعت سے۔ نجات صرف خدا کے فضل سے ہے۔

ہاں۔ اتنی بات رہی کہ خداوندی فضل کو کون چیز جذب کرتی ہے۔ اور کس کے ذریعے ہم محض فضل سے نجات پا سکتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہی ہے کہ ایمان فضل ربانی کو جذب کرتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَاعْتَصَمُوْا بِہٖ فَسَیُدْخِلُھُمْ فِیْ رَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَ فَضْلٍ۔ سیپارہ ۶۔ سورۂ نساء۔ رکوع ۲۴۔ [1]

اس آیت سے صاف واضح ہوتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے۔ اُن کو خداوند کریم فضل و رحمت میں داخل کریگا۔

عہد جدید بھی یہی کہتا ہے۔ دیکھو نامۂ رومیان ۳ باب ۲۸۔

کیونکہ ہمنے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آدمی ایمان ہی سے بے اعمال شریعت کے راستباز ٹھہرتا ہے۔

اور نامۂ رومیان ۴ باب ۳ فرشتہ کیا کہتا ہے۔ یہی کہ ابرہام خدا پر ایمان لایا۔ اور یہ اُسکے لئے راستبازی گیا گیا۔

---

[1] سو جو یقین لائے اللہ پر اور اسکو مضبوط پکڑا۔ تو اُنکو داخل کریگی اپنی مہر میں اور فضل میں ۱۲

نجات اور فضل اور ایمان کی مثال بعینہٖ ایسی ہے کہ ایک شخص جسکی آنکھیں تندرست ہیں۔ ایک ایسے مکان میں جو بالکل بند ہے۔ بیٹھا ہے۔ اور کہیں اس مکان میں روشنی آنے کا راستہ نہیں۔ اب اس شخص کو ایک نہایت عزیز اور پیارے دوست کا دیدار مطلوب ہے۔ اور وہ دوست بھی اس مکان میں موجود ہے۔ اور ظاہر ہے کہ روشنی کے بدون اپنے دوست کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا۔ اور اس دوست کے دیدار سے اس طالب دیدار کے دل اور رُوح کو کوئی راحت نہیں مل سکتی۔ جب تک روشنی نہ آوے۔ اور دوست کا چہرہ نہ دکھلاوے۔ روشنی لینے کے مختلف ذریعے ہیں۔ یا تو اس مکان میں روشندان نکالے یا چراغ وغیرہ سے روشنی لے تو دوست کے دیدار سے وہ دیدار کا طالب آرام پاسکتا ہے۔ ایسا ہی دیدار اور دیدار سے آرام تو نجات ہے۔ اور وہ روشنی فضل اور کرم خداوندی ہے۔ ایمان ایک روشندان یا چراغ ہے جو فضل کی روشنی کو کھینچتا ہے اور ایمان کو اس روشنی کا جاذب قرآن نے بھی کہا ہے۔

اَللّٰهُ[1] وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ سیپارہ ۳۔ سُورہ بقر۔ رکوع ۳۴۔

پس جس قدر مومن کا ایمان بڑھتا ہے۔ اسی قدر وہ بڑے فضل کو جذب کرتا ہے اور اسے حاصل کرتا ہے جیسے جسقدر روشندان اور فتیلہ بڑا ہوگا۔ اُسی قدر زیادہ روشنی کھینچے گا۔ اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ جب ایمان فضل کو بُلاتا ہے۔ اور فضل سے نجات ہے تو اعمال کیا ہوئے۔ کیا اعمال لغو اور بیکار ہونگے۔ تو معلوم ہوا کہ سائل نے ایمان اور اعمال نیک کا تعلق نہیں سوچا۔ کیونکہ نیک اعمال اور سچا ایمان ایک دُوسرے کو لازم و ملزوم ہے۔ سچا ایمان نیک اعمال کا بیج ہے اور اچھے بیج کا ضرور ہاں۔ اچھے بیج کا ضرور اچھا ہی پھل ہوتا ہے۔

[1] اللہ کام بنانے والا ہے ایمان والوں کا نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے اُجالے میں ۱۲

پولوس نامہ رومیان ۶ باب ۱۵ میں صاف فرماتے ہیں کہ تم فضل کے اختیار میں ہو۔ پس تو کیا ہم گناہ کیا کریں۔ اس لئے کہ ہم شریعت کے اختیار میں نہیں بلکہ فضل کے اختیار میں ہیں۔ ایسا نہ ہو۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ جس کی تابعداری میں تم اپنے آپ کو غلام کے مانند سونپتے ہو۔ اسی کے غلام ہو جسکی تابعداری کرتے ہو۔ خواہ گناہ کی جسکا انجام موت ہے۔ خواہ فرمان برداری کی جس کا پھل راستبازی ہے۔ بھلا کچھ شک ہے کہ درخت اپنے پھلوں سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ بالکل سچ ہے کہ سچا ایمان اچھے اور نیک اعمال کا باعث ہے اور کفر اقسام بدکاریوں کا ثمر۔ انسان کی کمزوریاں کبھی اسے کفر کے باعث فضل کے لینے میں بدنصیب کر کے گناہ کا مرتکب بناتی ہیں۔

اور غفلت کی حالت میں شیطان کڑوے بیج بوتا ہے۔ متی ۱۳ باب ۲۵

اس واسطے عادل خدا کی ذات بابرکات نے اس کی تدبیر فرمائی۔

ا فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ سیپارہ ۸ سورہ اعراف رکوع ا

۲ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔ سیپارہ ۲۴ سورہ مؤمن۔ رکوع ۵۔

کیا معنی کہ جب ایک انسان بد اور نیک اعمال دونوں قسم کے عملوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اس میں ایمان اور اسکے مدمقابل کے بیج بوئے گئے ہیں اسلئے میزان کی ضرورت ہوئی۔ تاکہ عدل کی صفت پوری ہو۔ پس جس کے نیک اعمال بڑھ گئے۔ عدل اور رحم اسکا شفیع ہوا۔ اور فضل و کرم سے ایسے شخص کا بیڑا پار ہو گیا۔ سچ ہے۔ بھلے اور چنگے کو طبیب کی ضرورت نہیں۔ متی ۹ باب ۱۲۔ اور جسکے اعمال نیک اور بد ملے جلے ہیں۔

ا سو جن کی تولیں بھاری ہوئیں سو وہی ہیں جن کا بھلا ہوا۔ ۱۲

۲ اور جس نے کی ہے بھلائی وہ مرد ہو یا عورت اور وہ یقین رکھتا ہو۔ سو وہ لوگ جائیں گے بہشت میں۔ روزی پائیں گے وہاں بے شمار ۱۲

تو اسکے لیئے بھی رحم اور کرم کا پلّہ امید ہے کہ فضل سے بھاری ہو جاوے۔

سوال

اگر شفیع کی ضرورت ہے تو اس کے شرائط اور وجہ خصوصیت کیا ہے؟

جواب

شفیع کے شرائط وہی جانے جسے شفیع بنانا ہو۔ یعنی جسکے رحم اور کرم اور فضل نے شفیع بنایا ہو۔ اِلّا جہاں جہاں شفاعت کا ثبوت ہے۔ وہاں وہاں قرآن نے وہ شرائط بتلا دیئے ہیں۔ غور کرو انبیاء اور ملائکہ کی شفاعت اُسی کے رحم اور فضل سے ہے۔ اور اسی کے اذن اور اجازت سے دیکھو۔

لہ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ۔ سیپارہ ۱۷ سورۂ انبیاء۔ رکوع ۲۔

کہ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ۔ سیپارہ ۱۷۔ سورہ انبیاء۔ رکوع ۲۔

سہ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۞ سیپارہ ۲۵۔ سورہ زخرف۔ رکوع ۷۔

ٰکہ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ۔ سیپارہ ۲۴ سورہ مؤمن۔ رکوع ۱

لہ لیکن وہ بندے ہیں جنکو عزت دی ہے اس سے بڑھکر نہیں بول سکتے اور وہ اسی کے حکم پہ کام کرتے ہیں ۱۲

کہ اور سفارش نہیں کرتے مگر اُس کی جس سے وہ راضی ہو ۱۲

سہ اور اختیار نہیں رکھتے جن کو یہ پکارتے ہیں سفارش کا۔ مگر جس نے گواہی دی سچی اور انکو خبر تھی ۱۲

کہ اور گناہ بخشواتے ہیں ایمان والوں کے لیے رب ہمارے ہر چیز سمائی ہے تیری مہر اور خبر میں سو معاف کر اُن کو جو توبہ کریں اور چلیں تیری راہ اور بچا اُن کو آگ کی مار سے ۱۲

وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِى الْاَرْضِ[1] سیپارہ ۲۵- سورۂ شوریٰ- رکوع ۱-

سوال

اگر نیک اعمال سے نجات ہے تو نیک اعمال سے کل اوامر اور نواہی کا بجالانا ضرور ہے یا جسقدر ہوسکیں؟

جواب

صاحب نجات فضل سے اور فضل کو ایمان لے سکتا ہے ایمان اچھے پھلوں کا بیج ہے اچھے بیج سے اچھے ہی پھل حاصل ہوتے ہیں۔ اگر ایمان بڑا اور قوی ہے تو اعمال نیک ہی ہوں گے۔ پس آپکے اگر مگر کی گنجائش ہی کہاں ہے سنو۔

نجات دو قسم کی ہے۔ ایک جہنم میں ہمیشہ رہنے سے بچے رہنا۔ وہ فضل سے ہوگی۔ بشرطیکہ ایمان ہو۔ اور فضل کو چاہے۔ بلکہ صحیح مسلم جیسی بھی انجیل شریف میں محمد رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں۔ بِغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوْهُ وَلَا خَيْرٍ قَدَّمُوْهُ۔ یعنی جنت میں ایسے لوگ بھی جائیں گے جنہوں نے کوئی عمل اور خیر نہیں کی۔

اور جن کبائر گناہوں پر ابدی سزا کا ہونا بیان ہوا۔ وہ بیان بالکل راست ہے۔ وہ کبائر ایسے ہیں کہ ابدی سزا میں پھنسائیں۔ اِلّا خدا پر ایمان لانا اور اسکی توحید پر ثابت قدم ہونا۔ اور جس بلائے بد شرک میں مشرک پھنسکر تباہ ہوئے۔ اُس بلا سے الگ ہوجانا بلکہ صرف رحم بھی ایسے فضل کے لایق کر دیتا ہے۔ کہ بڑے گناہ کے مرتکب کو وہ فضل ابدی جہنم سے نکال لاتا ہے۔ اور اس ابدی سزا کے موجب پر یہ فضل نجات کا موجب غالب آجاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نے تھوڑی سی گرم چیز کھالی وہ گرم چیز ضرور گرمی کرے گی۔ اِلّا اگر اس کے ساتھ بہت سی سرد چیز کھائی گئی۔ تو ظاہر ہے کہ اس سرد کی سردی اُس گرم کی گرمی کو باطل کردے گی۔ اور دوسری قسم کی نجات۔ اُن نیک اعمال کی کثرت سے ہوگی۔ جو سچے ایمان کا ثمرہ ہیں۔ خدا کے فضل وکرم سے حاصل ہوگی۔

---

[1] اور گناہ بخشواتے ہیں زمین والوں کے ۱۲

اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ[1]۔ سیپارہ ۱۲ سورہ ھود۔ رکوع ۱۰ ۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبٰٓئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ[2]۔ سیپارہ ۵۔ سورہ نساء۔ع ۶۔

اور بصورت کمی اعمال کے عفو الٰہی اور شفاعت شفیع خدا کے فضل سے ضعیف ایمان کے ساتھ مل کر فضل بلکہ نجات کو حاصل کرینگے۔ قانون قدرت اور دنیا کے اسباب اور موانع پر غور کرنے سے یہ بات بہت آسانی سے حل ہوسکتی ہے۔

شفاعت کبریٰ اور صغریٰ کی کیا تعریف ہے۔ شفاعت کبریٰ یا صُغریٰ کا قرآن سے بہ نسبت محمدؐ صاحب کے کیا ثبوت ملتا ہے۔ لفظی معنی لکھ کے آیت سے ثابت کریں۔ تاویلیں اور مُرادی معنے مطلوب نہیں۔

جواب

پادری صاحب۔ آپ نے کتنا پُر زور سوال کیا ہے۔ اور اعتراض میں کتنے پہلوؤں پر نگاہ رکھی ہے۔ اور جواب سے بزعم خود روکا ہے۔ اِلّا میں سچ کہتا ہوں۔ یہ قرآن ہی وہ کتاب ہے۔ جو ہر زمانے کے فلسفے میں اپنے آپکو راستباز ثابت کرتی رہی اور ثابت کریگی۔ جسقدر علوم دُنیا میں ترقی پاوینگے یہ کتاب اُن کے سچے اصولوں سے کبھی مخالفت نہ کریگی اور اپنا صدق ظاہر کرنے کو بے تعصب محققوں کو اپنی راستی پر کھینچ لائے گی۔ اگر حق طلبی مدنظر ہے۔ اسی سوال کے جواب پر اکتفا کیجئے اور لیجئے۔ ہم آپ کے تمام پہلوؤں کو دیکھ کے جواب دیتے ہیں اور لفظی معنی لکھکر آیتیں دکھلاتے ہیں۔ اور دونوں قسم کی شفاعتوں کا قرآن سے ثبوت دیتے ہیں۔ شفاعت کے معنی سفارش۔ صغریٰ کے معنی چھوٹی اور کبریٰ کے معنی بڑی۔ شفاعت صغریٰ چھوٹی سپارش۔ شفاعت کُبریٰ بڑی

[1] البتہ نیکیاں دُور کرتی ہیں بُرائیوں کو ۱۲

[2] اگر تم بچتے رہوگے بُری چیزوں سے جو تم کو منع ہوئیں تو ہم اُتار دینگے تم سے تقصیریں تمہاری ۱۲

سپارش - ہاں نہیں سپارش بڑی - چھوٹا اور بڑا ہونا ایک نسبتی امر ہے - جیسے ایک اور تین - ایک تین سے چھوٹا اور تین ایک سے بڑا -

اب قرآن سے ثبوت لیجئے - اور ثبوت بھی کیسا جسمیں یہ بات بھی ثابت ہو جائیگی کہ دونوں قسم کی سفارش آنحضرت صلعم کے حق میں ثابت ہے پہلے چھوٹی سفارش -

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا سیپارہ ۵ - سورہ نساء - رکوع ۹ - [۱]

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ سیپارہ ۱۱ - سورہ توبہ - رکوع ۱۳ - [۲]

دیکھو یہاں صرف منافقوں کے گروہ کی شفاعت کا تذکرہ ہے - اسلیئے یہ شفاعت صغریٰ شفاعت ہوئی -

اور کبریٰ شفاعت کا ذکر ان آیات شریفہ میں ہے جنکے ذریعے آپ بڑے جوش و خروش سے آنحضرت صلعم کے گنہگار ہونے کا استدلال کرتے ہیں وہ آیات اس قسم کی ہیں -

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ [۳] سیپارہ ۲۶ سورہ محمدؐ - رکوع ۲

آپکے ان اعتراضات کا جواب کہ اس قسم کی آیات سے آنحضرتؐ کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے - عنقریب آتا ہے -

---

[۱] اور ان لوگوں نے جسوقت اپنا بُرا کیا تھا - اگر آتے تیرے پاس پھر اللہ سے بخشواتے اور بخشواتا اُنکو رسول تو اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان ۱۲

[۲] لے اُن کے مال میں سے زکوٰۃ کہ اُن کو پاک کرے اُس سے اور تربیت اور دُعا دے اُن کو البتہ تیری دُعا اُن کے واسطے آسودگی ہے اور اللہ سب سُنتا ہے جانتا ۱۲

[۳] اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے ۱۲

سوال

کوئی گنہگار گنہگار کو بہشت میں داخل نہیں کرسکتا۔ اور قرآن و حدیث سے ثابت ہونا ہی کہ محمدؐ صاحب خود گنہگار ہیں۔ اسلئے وہ اس لائق نہیں کہ وہ شفاعت صغریٰ اور کبریٰ کرنے کا اختیار پاویں۔ بلکہ صاف آشکارا ہی کہ وہ خود بھی نجات نہ پائینگے۔

جواب

نجات اور بہشت میں پہنچنے کی راہ اور اس کا طریقہ بیان کرچکا ہوں کہ نجات فضل سے ہے۔ اور فضل ایمان کے وسیلے سے مل سکتا ہے اور ایمان نیک اعمال کا بیج ہی۔ الّا آپ کا یہ فقرہ کہ گنہگار گنہگار کو بہشت میں نہیں پہنچا سکتا۔ کیا کوئی الہامی کلام ہے یا عہد عتیق یا عہد جدید کا حکم ہے۔ کیا روح القدس سے نکلا۔ نہیں نہیں۔ بلکہ آپ کا خیال ہی یا آپکی عقل کی تجویز۔ یہ فقرہ نہ تو کلام الٰہی ہے نہ روح القدس کی تحریر۔ اور آپکے خیالات اور تجاویز سے واقعات نفس الامریہ کا ابطال محال ہے۔ آپ کو اگر اپنی عقل پر کچھ بھروسا ہی تو اسے پہلے تثلیث کے مسئلے پر اور کفارے کے خیال پر پرکھ لیجئے اور دیکھئے۔ کارگر ہی یا نہیں۔ پھر کتب اللہ میں سے مقدسہ کتب پر نظر کیجئے۔ جن میں صاف لکھا ہی کہ ابراہیم۔ ایوب اور موسیٰ اور ایلیا اور سموئیل۔ دانیال۔ با اینکہ سب کے سب عیسائی اعتقاد کے مواقق گنہگار ہیں۔ کیونکر شفیع ہوئے۔ دیکھو یرمیاہ باب ۱۔ زبور ۹۹ باب ۶۔ حزقیل ۱۴ باب ۱۴۔ پیدائش ۱۸ باب ۲۳۔ خروج ۸ باب ۸ و ۳۰۔ ۱۴ باب ۱۸ و ۱۹۔

شفاعت ایک قسم کی دُعا ہی اور دُعا کا مؤثر ہونا کل مذاہب تاریخیہ میں مسلم اور دعا کے لئے یا دعا کی قبولیت کے لئے گناہوں سے پاک ہونا ہرگز ہرگز شرط نہیں۔

سوال

لفظی معانی قرآن سے ثابت کرو۔ خدا کے عدل و رحم میں بھی فرق نہ آوے اور گنہگار بے سزا پائے بہشت کا جاودانی آرام پائے۔ قرآن کے لفظوں سے خدا کا قدوس رحیم و

عادل ہونا ثابت کرو۔

الزامی جواب

متی ۲۱ باب ۲۳-۲۴ مسیح سے کاہنوں اور بزرگوں نے پوچھا "تو کس اختیار سے یہ کرتا ہے اور کس نے تجھے یہ اختیار دیا۔ مسیح نے کہا۔ مَیں بھی تم سے ایک بات پوچھتا ہوں اگر وہ مجھ سے کہو تو مَیں بھی تم سے کہونگا"

سو مَیں بھی بطور مسیح تم سے پوچھتا ہوں۔ بتاؤ شیطان بھی گنہگار ہے۔ یہودا اسکریوطی بھی جس نے مسیح کو پکڑوایا گنہگار ہے۔ اور کافا جس نے مسیح کے قتل کا فتویٰ دیا گنہگار ہے۔ اب بتائیے بے سزا پائے بہشت میں کیونکر داخل ہوں گے۔ تمام بُت پرست قومیں اور تمام منکرین مسیح کیا بے سزا جنّتی ہیں۔

جس دولتمند نے دوزخ میں ابراہیم سے عرض کی کہ لعاذر کو بھیج پانی سے میری زبان ٹھنڈی کرے۔ (لوقا ۱۶ باب ۲۲-۲۴) کیا وہ گنہگار بے سزا پائے جاودانی آرام میں داخل ہوا۔

اب آپ لوگ ان تمام مثالوں میں اپنی انجیل سے جسکے معنی بشارت ہیں رحم و عدل کو جمع کردیں۔ شیطان کی نجات کا ذریعہ انجیل سے نکال دیں۔

اگر صرف رحم اس طرح باعث نجات ہو کہ اعمال یا ایمان نہ ہو اور بدکار نجات پاوے تو چھٹی ہوئی۔ بقول معترض مسیح ملعون ہوا۔ پادریوں کو کیوں منادی کی فکر ہے۔

اور ہم مسلمان تو ضرور ہی نجات پاوینگے۔ کیونکہ بقول (لوقا ۹ باب ۵۰) "جو مسیح کے خلاف نہیں گو مسیح کی پیروی نہیں کرتا وہ مسیح کی طرف ہے"

ہم مسلمان تو حضرت مسیح کے سچّے پیرو ہیں۔ ان کو دل سے مانتے ہیں اور اُن کی سب سے اعلیٰ اور آخری وصیت پر دل سے کاربند ہیں۔ جو یوحنا ۱۰ باب ۲ میں مذکور ہے۔

مَیں صدق دل سے اصالتاً اور تمام اہل اسلام کی طرف سے وکالتاً اقرار کرتا ہوں۔ کہ

خدا اکیلا سچا خدا ہی اور یسوع مسیح جسے اُس نے رسول کرکے بھیجا واعظ نجات اور سچا رسول ہی
اور آخر میں ہزاروں صلوات و سلام اُس مبارک فخر المرسلین ہادی کو جس نے آخری زمانے
میں کل نبیوں کی اصلی اور واقعی تعلیم کو پھر دُنیا میں پھیلایا۔ اور مسیح کی خالص اور پاک تعلیم کو تمام
کفر و شرک کے شائبوں اور انکی خلاف منشا آمیزشوں سے مبرا کرکے ہزاروں لاکھوں مخلوق
کو ابدی نجات کی راہ بتائی اور بڑی صفائی سے فرمایا۔

قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ۔ سیپارہ ۱۔ سورہ بقر۔ رکوع ۱۶۔[1]
قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ
وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ سیپارہ ۳۔
سُورۂ آل عمران۔ رکوع ۷۔[2]

عدل و رحم یہ دو لفظ اکثر نصاریٰ کی گفتگو کا سرمایہ ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ ان الفاظ کا
مفہوم ان لوگوں نے کیا سمجھا ہی۔ کیا عدل یوں ہی قائم ہوتا ہے کہ خدائے قدوس ایک عورت
کے پیٹ میں کسی طرح گھس کے اور پھر اُس میں سے نکل کے مصلوب و ملعون ہو۔ تب لوگ
نجات پائیں۔ لا الہ الا اللہ۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ
مِنْ اَفْوَاھِھِمْ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا۔ سیپارہ ۱۵۔ سورہ کہف۔ رکوع ۱۔[3]

اس موقعہ پر مجھے ایک عجیب واقعہ یاد آگیا جس کا بیان کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ ایک
پادری صاحب رحم و عدل کی منادی کر رہے تھے۔ وہاں ایک سلیم الفطرت زمیندار آنکلا۔
اُس نے پادری صاحب سے عرض کیا۔ میں نہایت غریب آدمی ہوں۔ اتنا اثاثہ بھی نہیں،

---

[1] کہو ہم نے یقین کیا اللہ پر اور جو اُترا ہمپر اور جو اُترا ابراہیم پر ۱۲
[2] تم کہو اے کتاب والو آؤ ایک سیدھی بات پر ہمارے تمہارے درمیان کی کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کو اور شریک نہ ٹھہراویں اُس کا کسی چیز کو۔ اور نہ پکڑیں آپس میں ایک ایک کو رب سوائے اللہ کے ۱۲
[3] کیا بڑی بات ہو کر نکلتی ہے اُن کے مُنہ سے سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں ۱۲

جس سے رات کو میرے بچے پیٹ بھر کھاویں اور میری اولاد کثیر ہے اور ہر سال میرے یہاں ایک بچہ پیدا ہوتا ہی اور میرے پڑوس میں ایک زمیندار بڑا معزز مالدار ہی مگر بالکل لاولد ہے۔ اب پادری صاحب ہمارے دیکھتے دیکھتے دُنیا ہی میں خدا کا عدل و رحم جمع کر دکھلایئے اگر یہاں جمع نہیں تو قیامت میں کیسے ثابت ہو کہ جمع کریگا۔

پادری صاحب نے جھُنجلا کر کہا۔ او نادان کیا تو خدا کا بھید پا سکتا ہے۔ کیا تو سمندر کو چُلّو سے ناپتا ہے۔ اسپر زمیندار بولا۔ پس او نادان ہمیں کیسے کہتا ہے کہ جمع کا بھید بتلاؤ۔ کیا تو ہم سے سمندر کو چُلّو سے نپواتا ہے۔

حقیقی جواب

خدا کے رحم و عدل اور اسکی قدوسیت کے بیان سے تمام قرآن مالامال ہے۔ سُنو۔

هُوَ[۱] الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔ هُوَ[۲] اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ۔ سیپارہ ۲۸۔ سورہ حشر۔ رکوع ۳۔

نَبِّئْ[۳] عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ سیپارہ ۱۴۔ سورہ حجر۔ رکوع ۴۔

قُلْ[۴] يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ سیپارہ ۲۴۔ سورہ زمر۔ رکوع ۶۔

وَرَحْمَتِيْ[۵] وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ سیپارہ ۹۔ سورۂ اعراف۔ رکوع ۱۹۔

يٰعِبَادِ[۶] لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝ سیپارہ ۲۵ سورہ زخرف رکوع ۷

---

[۱] وہ ہے مہربان رحم والا۔ [۲] وہ اللہ ہے جس کے سوا بندگی نہیں اور کہ وہ بادشاہ ہے پاک ذات چنگا ۱۲

[۳] خبر سنا دے میرے بندوں کو کہ میں اصل بخشنے والا مہربان ہوں ۱۲

[۴] کہدو اے بندو میرے جنہوں نے زیادتی کی اپنی جان پر نہ آس توڑو اللہ کی مہر سے بیشک اللہ بخشتا ہے سب گناہ وہ جو ہے وُہی ہے گناہ معاف کرنے والا مہربان ۱۲ [۵] اور میری مہر شامل ہے ہر چیز کو ۱۲

[۶] اے بندو میرے نہ ڈر ہو تم پر آج کے دن اور نہ غم کھاؤ ۱۲ -

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ [۱] ۔ سیپارہ ۷ سورہ انعام رکوع ۶

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۚ [۲] سیپارہ ۸ سورہ انعام رکوع ۱۴۔

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ [۳] سیپارہ ۲۶ سورۂ قٓ رکوع ۲

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ [۴] سیپارہ ۵ سورہ نساء رکوع ۶

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ۗ [۵] سیپارہ ۱۳ سورہ رعد رکوع ۲

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ [۶] سیپارہ ۲۴ ۔ سورہ حٰمٓ سجدہ رکوع ۶

أَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا ۚ لَّا يَسْتَوُونَ [۷] سیپارہ ۲۱ ۔ سورہ سجدہ رکوع ۲

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ [۸]

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ سیپارہ ۲۲ سورۂ فاطر رکوع ۳ ۔

وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِن ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ [۹] ۔ سیپارہ ۱۲ سورۂ ھُود ۔ رکوع ۹

قرآن کا عدل و رحم تو یہ ہی اور بیشک یہ نصاریٰ کے فرضی ذہنی اور مسلّم عدل و رحم کے خلاف ہے ۔ جب ہم فطرت انسانی پر اور عادۃ اللہ پر جو اس عالم مشاہدہ میں جاری ہی اور جس سے آیندہ اور بعد الموت عالم غیب پر ایمان و ایقان لانے کی راہ اور ثبوت ملتا ہی ۔ بغور نظر کرتے ہیں تو انسانی حالت اور اس کے قویٰ کی ترکیب اور اسکے فطری تقاضے اور لازمی افعال و اعمال کو ٹھیک اسی رحم و عدل کے مطابق اور بالکل موافق پاتے ہیں جسکی بابت قرآن کریم کی آیتیں خبر دیتی ہیں اور اسی لئے ہم اس مقدس کتاب کو خدا کا کلام کہتے اور اعتقاد کرتے ہیں کہ

---

[۱] لکھی ہے تمہارے رب نے اپنے اُوپر مہرکرنی ۱۲ [۲] تیرے رب کی بات پوری سچ ہے انصاف کی ۔ کوئی بدلنے والا نہیں اس کے کلام کو ۱۲ [۳] بدلتی نہیں بات میرے پاس اور میں ظلم نہیں کرتا بندوں پر ۱۲ [۴] اللہ حق نہیں رکھتا کسی کا ایک ذرّے برابر ۱۲ [۵] اللہ نہیں بدلتا جو ہے کسی قوم کو جبتک وہ نہ بدلیں جو اپنے بیچ ہی ۱۲ [۶] اور تیرا رب ایسا نہیں کہ ظلم کرے بندوں پر ۱۲ [۷] بھلا ایک جو ہے ایمان پر برابر ہے اسکے جو بے حکم ہی نہیں برابر ہوتے ۱۲ [۸] اور نہیں برابر اندھا اور دیکھتا اور نہ اندھیرا اور نہ اُجالا اور نہ سایہ اور نہ لُو ۔ اور برابر نہیں جیتے نہ مرتے ۱۲ [۹] اور ہم نے انپر ظلم نہ کیا ۔ لیکن ظلم کر گئے اپنی جان پر ۱۲

خدا کے فعل یعنی قانون قدرت کے مطابق ہدایات کرتا ہے۔

چونکہ قانون قدرت ٹھیک نمونہ شرعی قانون کا ہے یا یوں کہو کہ شرعی قانون ایک مکتوبی صورت اور سچا فوٹو قانون قدرت کا ہے۔ اور انسان کو معاملات عقبیٰ اور حالات اُخروی کے فہم کی راہ اسی عالم مشاہدے اور محسوسات کے ذریعے سے کھُلی ہی۔ اور خود خدا نے بھی اپنی ذات و صفات کے غیب الغیب اسرار کو اسی عالم کے مجازی محسوسی صورتوں اور تمثیلوں سے مطابق کر کے سمجھایا ہے۔ اس لئے ہم کو ضرور ہوُا۔ اور لازمی طور پہ ہم پابند کئے گئے۔ کہ ان صفات (عدل و رحم) کی محک اُس کے فعل یعنی قانون قدرت کو ٹھیراویں کہ وہ قدوس اپنے فعل سے ان موجودات میں کیسا صفاتی نمونہ بتاتا ہی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ انسان جتنا معلومہ قوائین قدرت کا اتباع کرتا ہے۔ اور اپنی قوے سے اُن کی ترکیب اور فطرت کے اصلی تقاضے کے موافق کام لیتا ہی۔ اُتنے ہی زیادہ فائدے اور منتفع اُٹھاتا ہے۔ اگر اس کے ثمرات شخصی محنت اور ذاتی ہمت سے حاصل ہونے والے ہیں۔ تو شخصی محنت ہی اُن کی تحصیل کرنے والی ہوتی ہے۔ اور اگر قومی کوشش اور متفق سعی اُن کے حصول کا سبب ہے۔ تو شخصی محنت وہاں کارگر نہیں ہوسکتی ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ قانون قدرت کے اُن خفی اسباب سے جن کا علم سردست علی العموم لوگوں کو حاصل نہیں۔ ایک انسان کو آرام و راحت حاصل ہوجاتی ہے۔ جسے قدرت کے اسرار سے ناآشنا اور کتاب اللہ سے ناواقف لوگ اتفاقی بات کہتے ہیں۔

اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی اعمال کے ثمرات تدریجاً ملتے ہیں۔ اور کبھی نہایت جلد گویا عمل کے تابع اور لازم ہوتے ہیں۔ غرض ہر چیز کا ایک اندازہ اور تقدیر ہے۔ جس سے حتماً سرِمُو تفاوت ممکن نہیں۔

ایسا ہی حال شرعی قانون کے وعید و وعد یعنی اُخروی آلام و نعما کا ہی۔ بحسب مراتب و دفعات کوئی فرد بشر اُن کے نتائج سے محروم اور غیر محفوظ رہ نہیں سکتا۔

شخصی عبادات اور شخصی نیکیوں کے ثمرات قومی عبادات اور قومی نیکیوں کے نتائج اور وہبی فیضان الٰہی پر غور کرو۔ اور شخصی نافرمانیوں بدکاریوں اور قومی بدکاریوں اور بغض و طغیان پر نگاہ دوڑاؤ۔ کوئی بادشاہ ہے۔ کوئی دولتمند۔ کوئی میعادی قیدی۔ کوئی دائم الحبس کوئی بیمار۔ کوئی نہایت صحیح الحال۔ فارغ البال۔ ایساہی بحسب قانون قدرت قیامت کے دن کوئی الٰہی لقاسے لذائذ و نعمت میں سرشار۔ کوئی عالم آرام میں کوئی خدائی خوشنودی کے بلند تختوں پر۔ کوئی دانت پیستا انتھاہ کوئیں میں جھونکا ہوا۔ پیاس سے مرا جاتا ہے۔

باوجودیکہ خدائے تعالیٰ اسوقت بھی عادل و رحیم ہے۔ پھر کوئی آرام میں ہے۔ کوئی آلام میں۔ ایساہی آخرت میں بھی کوئی بہشت میں کوئی دوزخ میں۔ پھر بھی خدا ویساہی قدوس و رحیم و عادل رہیگا۔

خدائی عدل و رحم کی عجیب نظیر ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ مخلوق کو آرام کا محتاج بنایا اور اُسکے قویٰ میں اُن کی ترکیب کے بموجب مختلف تقاضے اور جذبات اور گوناگون میلان اور تعلقات رکھدیئے۔ اور پھر اس عالم میں اسباب و آلات بھی اُس کی قویٰ کے تعلقات کے مناسب پیدا کردئے۔

اگر کوئی شخص عمداً یا سہواً قانون قدرت کی خلاف ورزی کے سبب سے کسی مرض و علت میں گرفتار ہوا۔ اور عدل نے اُسے ماخوذ کیا۔ تو معاً رحم نے ہزاروں لاکھوں دوائیں اس کے لئے بہم پہنچائیں۔ اور فضل نے اُسے اُس بلا سے نجات دیکر پھر اصلی صحت کا مزہ چکھادیا۔

ایساہی ایک بدکار قانون شرع کی خلاف ورزی میں اپنی عافیت تباہ کرچکا اور قریب تھا کہ دارالعدالت میں پہنچکر ابدی عذاب میں مبتلا ہو۔ رحم الٰہی نے معاً سچی توبہ[1] و

[1] آریہ توبہ و رحم سے بیخبر ہیں۔ اس قانون پر نظر کریں ۱۲

انابت جو حقیقتہً محرک رحم ہے۔ اُس کے لئے مہیا کر دی۔ اگر اُس نے خلوص قلب سے سچی توبہ کی اور بڑی تضرّع سے اپنے خالق کی طرف رجوع کی تو فضل اُسکے سارے گناہوں کے دفتر کو دھو ڈالتا ہے۔ اس لئے اور اسی لئے ہم کہتے ہیں اور مشاہدے سے کہتے ہیں کہ فضل کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے کبھی بند نہیں ہوا۔

مگر جس طرح روشنی اور اسکے انوار فی حد ذاتہٖ روشنی بخش ہیں۔ اِلّا اگر کوئی تاریک جھونپڑے میں گھسا ہوا ہو۔ اور اُسے روشنی نہ پہنچے۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ روشنی نور بخش نہیں ہے۔ نہیں وہ فی ذاتہٖ نور ہے۔ اور اسی لئے نور بخش ہے۔ مگر اُسے حاصل کرنا چاہیئے۔

اور روشنی لینے اور اُسکے انوار کا مظہر بننے کیلئے جمیع سامان کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً اندھیری کوٹھڑی سے باہر اور اسکے خطوط شعاعی کے محیط میں موجود ہونا۔ ایسا ہی آخرت کے نور اور اُس کے سامان کے حصول کے لئے یہاں فضل اور نجات کے سامان کی ضرورت ہے۔ اور وہ سامان جاذبِ فضل اور مقناطیس رحم سچا ایمان ہے۔ جسے قرآن بیان کرتا ہے۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۔ سیپارہ ۳ سورۂ بقر۔ رکوع ۳۴۔

پس جو شخص ولایت الٰہیہ کو اختیار کرے اور سچا ایمان باریتعالیٰ کے ساتھ رکھے۔ یقیناً فضل اُس کا دستگیر ہوگا۔ پر جس طرح درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے اور بیج کی خوبی اپنے ثمر سے ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح جسکے اندر سچا ایمان ہو گا۔ اور جس کے دل میں ایمان کے پاک بار آور درخت نے جڑ پکڑی ہو گی۔ لامحالہ اُسکے پھل یعنی

ف اللہ کام بنانے والا ہے ایمان والوں کا۔ نکالتا ہے اُن کو اندھیروں سے اُجالوں میں۔ اور جو منکر ہیں۔ اُنکے رفیق ہیں شیطان۔ نکال لیتے ہیں اُن کو اُجالے سے اندھیروں میں ۱۲

اعمال و افعال بھی اچھے ہونگے۔ اور جس کا ایمان ناقص ہے۔ اسکے اعمال بھی ناقص ہونگے جسکی مثال قرآن اس طرح پر بیان فرماتا ہے۔

مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ[1]

سیپارہ ۱۳ - سورہ ابراھیم - رکوع ۴ -

یہی سچی تعلیم ہے اور یہی واقعی باریتعالیٰ کا عدل و رحم و انصاف ہے جسے قرآن عظیم اور فرقان حمید تعلیم کرتا ہے۔ نہ یہ کہ ایک شخص کے مصلوب و مقتول و ملعون ہونے سے کوئی بھی کیوں نہ ہو، انسان کی نجات ہو۔ اور عدل و رحم کی تکمیل جس کی کوئی نظیر عالم امر و مشاہدے میں پائی نہیں جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کفارۂ مسیح کے اعتقاد نے جس کی تسلیم کل اخلاقی نیکیوں اور قوائے فطرت کے اصلی مقتضیات کی رأسا جڑ کاٹ ڈالتی ہے۔ ان فرضی اور مخترع مقدراتِ ذہنی پر نصاریٰ کو مجبور کر رکھا ہے۔ اور اس کو اولاً ایک عقیدۂ مسلمہ اور اصول موضوعہ کے طور پر فرض کر کے پھر ایسے ناشدنی امور کا بیڑا اٹھایا ہے کہ فلاں صورت میں عدل و رحم جمع ہو سکتا ہے۔ اور فلاں صورت میں نہیں ہو سکتا۔ مگر افسوس یہ لوگ ان الفاظ کا موضوع اصلی اور مفہوم حقیقی سمجھنے سے قاصر رہے ہیں اور اپنے ذہنی اور فرضی مخترعات کو قانون قدرت کی محک پر کسنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔

مسئلہ تقدیر

پادری صاحب کے اعتراض کا خلاصہ

مسلمان گناہ کو ایک خفیف سی حرکت اور وہ بھی خدا کی کرائی جانتے ہیں مسلمان گناہ کو خدا کا فعل اور اسی کے مجبور کرنے سے سرزد ہوا ہوا یقین کر کے گناہ کرنے میں

[1] ایک مثال ایک بات ستھری جیسے ایک درخت ستھرا اس کی جڑ مضبوط ہے اور ٹہنی آسمان میں ۱۲

بے باک ہیں۔

مسئلہ تقدیر نے مسلمانوں کو بے دست و پا کر کے ایسا سُست کر رکھا ہے۔ کہ اس قوم کی ترقی کی کبھی اُمید نہیں ہو سکتی۔

جواب

معترض کے قصور فہم پر مجھے سخت تعجب آتا ہے۔ کیونکہ یہی مسئلہ اسلام میں ترقی کی جڑ تھا۔ اور یہی اصل حقیقت میں تمام بلند ہمتیوں کا سرچشمہ تھا۔ جسے معترض صاحب نے مانع ترقی اور سبب تنزل تصور کیا ہے۔

بیشک مدتوں سے یہ مسئلہ زیر بحث ہے۔ اور ایک عالم نے اس پر خامہ فرسائی کی ہے۔ غالباً عالم کی کل قوموں میں یہ مشترک خیال پایا جاتا ہے حقیقت یہ ہے۔ جسوقت انسان باوجود موجودگی اسباب اور ترتیب سامان کے امر مطلوب کے حصول سے محروم رہ جاتا ہے۔ یا کبھی کسی دوسرے آدمی کو بے ترتیب اسباب کامیاب دیکھتا ہے تو طبعاً اپنی کمزوری کا معترف ہو کر اور اپنے عجز و کوتاہ دستی سے گھبرا کر فطرتاً اُس ہمہ قدرت محیط علی الکل ہستی کی طرف آنکھ اٹھاتا ہے۔ اور قوائے طبعی اور اسباب مُعدّہ کو اپنے قبضہ قدرت سے خارج اس علۃ العلل مخفی ذات ہی کے قابو میں یقین کرتا ہے۔

جب تو لامحالہ کوئی تقدیر۔ کوئی قسمت۔ کوئی فیٹ یا پریڈسٹینیشن۔ کوئی پرمیشر بھادی وغیرہ اس قسم کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ بیشک ایسے وقت میں اس کو اپنی عبودیت کے ضعف اور اپنے معبود کی فوق الفوق قدرت کا نہایت کامل انتقاد ہو جاتا ہے جس سے صفت تذلل و خشوع و خضوع اس کے قلب میں پیدا ہو جاتی ہے۔ غرض یہ امر طویل البحث ہے۔ دوسری قوموں میں اس کی نسبت کچھ ہی خیال کیوں نہ ہو مگر سچ تو یوں ہے کہ اسلام کی تقدیر کا مضمون کم ہی سمجھتے ہیں۔ اور اکثر جو سمجھے ہیں تو غلط سمجھے ہیں اس عدم فہم کا بھاری باعث قرآن مجید کی آیات پر بحالت مجموعی غور نہ کرنا ہے۔

الگ الگ ایک ایک آیت سے کچھ کا کچھ استدلال کر لیا ہے۔ اور یہ بات اس مضمون میں ہم دکھلا دیں گے۔

دو قسم کے لوگ آجکل معترض کے خطاب سے سرفراز ہیں۔ اصحاب معقول یا منقول اصحاب معقول سے ہمارے برادر وہ لوگ مراد ہیں جو کسی ایک کتاب کے الہامی آسمانی کتابوں سے قائل نہیں۔ وہ لوگ تو ہماری کتاب کے موضوع اور منشا سے خارج ہیں۔ اب اہل منقول رہ گئے۔ ازانجملہ اہل کتاب اس وقت ہمارے مخاطب ہیں۔ گویا وہ اور ہم آسمانی کتابوں کے ماننے اور ان کتابوں کے طرز عبارات و طریق نئی ادا مطالب کے اعتقاد کرنے میں مساوی ہیں۔ اگر ایک فریق کی کتاب میں کوئی بیان یا مجاز یا اصل ایسی ہو۔ جو اصحاب معقول کے نزدیک بظاہر محل اعتراض ہو۔ (گو نفس الامر میں نہ ہو) اور دوسرے فریق کی کتاب میں بھی ویسا ہی یا اس کے قریب قریب پایا جائے تو یقین اطمینان دلاتا ہے۔ اور عقل گواہی دیتی ہے کہ ہر دو فریق میں سے کوئی ایک دوسرے پر اعتراض کرنے کی جرأت نہ کرے گا کیونکہ اعتراض کی زد (اگر وہ اعتراض ہے) دونوں پر پڑتی ہے۔ بلکہ دونوں سے اس کے ڈیفنس اور دفاع میں متحد زور لگانے کی درخواست کی جاوے گی۔

اب ہم عیسائی قوم کے وتیرے کو اس مادے میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ یہ عقلمند باحیا قوم کس مسلک پر چلتی ہے۔ ہٹ۔ ضد۔ تعصب۔ بیجا حملہ۔ متہورانہ زد۔ اچانک یہ سب چیزیں ان کی صورت حال میں ہمیں دکھلائی دیتی ہیں۔ افسوس یا تو یہ لوگ اپنی مسلّم الہامی کتابوں کا بالاستقصا تفحص نہیں کرتے۔ یا عمداً حق کا خون کرنے پر کمر باندھ کھڑے ہو جاتے ہیں۔

خدا کے لئے کوئی حق کا طالب اس بے خوف دلیر قوم سے پوچھے کہ الہامی کتابوں کا یا مُلہم شخصوں کا کچھ پاس بھی ان لوگوں کو ہے۔ کس طرح اُن کا دل گواہی دیتا ہے۔ کہ بیباکانہ قرآن مجید کے اس مسئلے کو تیر اعتراض کا نشانہ بنادیں جو بالسویہ توریت وانجیل میں بھی

موجود ہے۔ کاش یہ لوگ سوچتے اور پھر سمجھتے کہ عبری اور عربی زبان کا طریق ادائے مطالب خصوصاً مادۂ الہام میں بہت ہی متشابہ ہے۔ بلکہ بہت نزدیک ہے کہ متحد ہو جاوے۔ پھر قرآن پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے یہاں ٹٹولیئے۔ یقیناً تعصب کی تاریک رات میں ہوائے نفس کے سرکش گھوڑے پر سوار ہو کے بے حالتہ اپنے ہی گھروں پر آپ شبخون مارتے ہیں۔

ہم بڑی جرأت سے قرآن کے اصول و مسائل کو ہر قوم و فرقے کے رُو برُو کلام حق ثابت کرنے کو طیار ہیں۔ کیونکہ ہمارا کامل اعتقاد اور با دلائل اعتقاد ہے کہ صرف قرآن ہی ایسی کتاب ہے جسے کسی عالم معقول و منقول یا کسی فلاسفر و محقق کے اعتراض کا کچھ بھی خطر نہیں۔ بنا بریں قرآن کی ہر آیت کی صداقت کے اثبات میں وسیع و مدلل مضمون لکھنے کو ہم آمادہ ہیں۔ مگر اس مضمون کی تطویل و لسط میں اس قدر زحمت ہم گوارا نہ کریں گے کیونکہ بات واضح ہے۔ ہاں ایک غافل اور مستِ خواب قوم کی تنبیہ اور اشعار کے لئے اول کتب سابقہ انبیاء سے اسی مضمون کی آیتیں پیش کریں گے۔ پھر قرآن کریم کی آیات کو لکھ کر تھوڑا ترجمہ کر دیں گے اور آیات کی تطبیق بھی بیان کر دیں گے۔

عہد عتیق اور جدید اور مسئلۂ تقدیر

۱۔ خروج۔ ۴ باب ۲۱۔ اور خداوند نے موسیٰ کو کہا۔ کہ جب تو مصر میں داخل ہوئے۔ تو دیکھ سب معجزے جو میں نے تیرے ہاتھ میں رکھے ہیں فرعون کے آگے دکھلائیو۔ لاکن میں اُسکے دل کو سخت کروں گا۔ کہ وہ ان لوگوں کو جانے نہ دیگا۔

۲۔ خروج۔ ۷ باب ۳۔ اور اس نے فرعون کے دل کو سخت کر دیا۔ کہ اُس نے اُن کی جیسا خُداوند نے کہا تھا نہ سُنی۔

۳۔ خروج ۱۰۔ باب ۲۰۔ پر خداوند نے فرعون کے دل کو سخت کر دیا۔

۴۔ استثنا ۲۔ باب ۲۹ و ۳۰۔ حسبون کے بادشاہ سیحون نے ہم کو یہاں گذرنے

نہ دیا۔ کیونکہ خداوند تیرے خدا نے اُس کا مزاج کڑا کر دیا۔ اور اس کے دل کو سخت۔ تاکہ اُسے تیرے ہاتھ میں دیوے۔ جیسا آج ہے۔

۵۔ استثنا ۲۹۔ باب ۴۔ لاکن خداوند نے تم کو وہ دل جو سمجھے۔ اور وے آنکھیں جو دیکھیں۔ اور وے کان جو سُنیں۔ آج تک نہیں دئے۔

۶۔ یشوع ۱۱۔ باب ۲۰۔ کیونکہ یہ خداوند کی طرف سے تھا کہ اُن کے دل سخت ہو گئے تھے۔ تاکہ وے جنگ کے لئے اسرائیل کا مقابلہ کریں۔ تاکہ وہ ان کو حرم کرے۔ تاکہ وہ مورد رحم کے نہ رہیں۔ بلکہ وہ اُن کو نیست و نابود کر دیوے۔

۷۔ زبور۔ ۱۰۵۔ ۲۵۔ اُس نے اُن کے دلوں کو پھیرا۔ کہ وے اس کے لوگوں سے عداوت کرنے لگے۔ اور اس کے بندوں سے دغا بازی۔

۸۔ سلاطین ۲۲۔ باب ۲۱ و ۲۲۔ جھوٹی رُوح بد ترغیب کو آئی۔

۹۔ ۸۴ زبور۔ اس نے ایک تقدیر مقرر کی جو ٹل نہیں سکتی۔

۱۰۔ یسعیاہ۔ ۶ باب ۹۔ اور اُس نے فرمایا کہ جا۔ اور اُن لوگوں کو کہہ کہ تم سُنا کرو۔ پر سمجھو نہیں۔ تم دیکھا کرو۔ پر بوجھو نہیں۔

۱۱۔ حزقیل۔ ۱۵ باب ۶۔ اس لئے خداوند یہواہ یُوں کہتا ہے کہ جس طرح تاک کی لکڑی بن کے اور درختوں کی بہ نسبت کہ جسے میں نے آگ کے لئے ایندھن ٹھہرایا۔ اسی طرح میں نے یروشلم کے باشندوں کو ٹھہرایا ہے۔

ھاں۔ میں نے اپنا مُنہ اُن کے برخلاف ثابت کیا ہے۔

۱۲۔ امثال۔ ۱۶ باب ۴۔ خُدا نے ہر ایک چیز اپنے لئے بنائی۔ ھاں شریروں کو بھی اُس نے بُرے دن کے لئے بنایا۔

۶۳ باب ۱۷ یسعیاہ۔ اے تُو نے کیوں گمراہ کیا۔ اور ہمارے دل سخت بنائے۔

۱۳۔ صفینا۔ ۲ باب ۱۔ تم عقل پکڑو اور تامل کرو۔ اے ناپسند قوم اس سے آگے کہ

تقدیر الٰہی ہے۔ یسعیاہ ۴۵ باب ۷۔ میں سلامتی کو بناتا اور بلا کو پیدا کرتا ہوں۔ اسلئے آخر کہمار سے کہے۔

۱۴۔ یسعیاہ ۲۹۔ باب ۹۔ ٹھہر جاؤ۔ اور تعجب کرو۔ عیش و عشرت کرو۔ اور اندھے ہو جاؤ۔ وے مست ہیں۔ پر مے سے نہیں۔ وے لڑکھڑاتے ہیں۔ پر نشے سے نہیں۔ کہ خداوند نے تمپر اونگھنے والی رُوح کو ڈھالا ہے۔ اور تمہاری آنکھیں جو کہ نبی ہیں موندی ہیں۔

۱۵۔ ۲۔ سموئیل۔ ۱۔ باب ۲۴۔ میں ہے۔ بعد اس کے خداوند کا غصہ بنی اسرائیل پر بھڑکا کہ اس نے داؤد کے دل میں ڈالا جو بنی اسرائیل اور بنی یہودا کو گنے۔ (پھر اس گننے پر کیسا بُرا نتیجہ داؤد اور اُس کی رعایا پر گذرا۔)

۱۶۔ ۱۔ باب ۲۔ ملاکی۔ لاکن میں نے یعقوب کو پیارا اور عیسو سے دشمنی رکھی۔

۱۷۔ القضاۃ ۹۔ باب ۲۳۔ تب خدا نے ابی ملک اور سکم کے لوگوں کے درمیان رُوحِ فساد کو بھیجا۔

۱۸۔ ۲ باب ۲۔ نامہ تسلنو۔ نیکیوں کی آیت ۱۱ میں ہے۔ اس لئے خدا اُن کے پاس تاثیر کرنیوالی دغا کو بھیجیگا۔ یہاں تک کہ وہ جھوٹ کو سچ جانینگے۔

۱۹۔ مرقس۔ ۴ باب ۲۵ و متی ۱۳ باب ۱۲۔ اسلئے کہ جس کے پاس کچھ ہے اسے دیا جائیگا۔ اور جس کے پاس کچھ نہیں اُس سے وہ بھی جو اس کے پاس ہے لے لیا جائے گا۔

۲۰۔ یُوحنّا۔ ۶ باب ۴۴۔ کوئی شخص مجھ پاس آ نہیں سکتا۔ مگر جس حال کہ باپ جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اُسے کھینچ لاوے۔

۲۱۔ ۱۔ اعمال ۱۳ باب ۴۸۔ اور جتنے ہمیشہ کی زندگی کیلئے طیار کئے گئے تھے۔ ایمان لائے۔

۲۲۔ نامۂ رُومیان۔ ۱۔ باب۔ ۲۴۔ اس واسطے خدا نے بھی اُن کے دلوں کی خواہش پر اُنہیں ناپاکی میں چھوڑ دیا۔

نامۂ رُومیان ۹ باب۔ ۱۰۔ بلکہ ربقہ بھی جب ایک سے یعنی ہمارے باپ اضحاق سے حاملہ ہوئی۔ تب ہی اُس سے کہا گیا کہ بڑا چھوٹے کی خدمت کریگا۔ خطوط وحدانی میں لکھا۔

اور جب ہنوز لڑکے پیدا نہ ہوئے۔ اور نہ نیک و بد کے فاعل تھے۔ تاکہ جننے میں خُدا کا ارادہ جو کاموں پر نہیں۔ بلکہ بُلانے والے پر موقوف ہے قائم رہے۔

جیسا لکھا ہے کہ میں نے یعقوب سے محبت رکھی اور عیسو سے عداوت۔ پس ہم کیا کہیں کیا خدا کے یہاں بے انصافی ہے۔ ایسا نہ ہوئے کہ وہ مُوسیٰ سے کہتا ہے۔ میں جس پر رحم کیا چاہتا ہوں اس پر رحم کروں گا۔ اور جس پر مُہر کرنی چاہتا ہوں۔ اس پر مُہر کروں گا۔ پس یہ نہ چاہنے والے پر نہ دوڑنے والے پر بلکہ خدائے رحیم پر موقوف ہے۔ کیونکہ کتاب میں وہ فرعون سے کہتا ہے کہ میں نے اس لئے تجھے برپا کیا ہے کہ تجھ پر اپنی قدرت ظاہر کروں اور میرا نام تمام رُوئے زمین پر مشہور ہووے۔ پس وہ جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے سخت کرتا ہے۔ پس تو یہ مجھ سے کہیگا۔ پھر وہ کیوں الزام دیتا ہے۔ کس نے اسکے ارادے کا مقابلہ کیا۔ اے آدمی تو کون ہے۔ جو خدا سے تکرار کرتا ہے۔ کیا کاریگری کاریگر کو کہہ سکتی ہے۔ کہ تو نے مجھے کیوں ایسا بنایا۔ کیا کمہار کا مٹی پر اختیار نہیں کہ وہ ایک ہی لوندے میں سے ایک برتن عزت کا اور دوسرا بے عزتی کا بناوے۔ اگر خدا اس ارادے سے اپنے غصے کو ظاہر کرے اور قدرت کو دکھاوے۔ قہر کے برتنوں کی جو تباہ کرنے کے لائق تھے۔ نہایت برداشت کی اور اپنے بے نہایت جلال کو رحم کے برتنوں پر جو اُس نے حشمت کے لئے آگے تیار کئے تھے۔ ظاہر کیا تو کیا ہُوا۔ (قلتی ۲ باب ۱۲۔ افسی۔ ۱ باب ۴)

۴۳۔ تمطاؤس ۲۔ ۱ باب ۹۔ اُس نے ہمیں بچایا۔ اور پاک بُلاہٹ سے بُلایا۔ نہ ہمارے کاموں کے سبب سے بلکہ اپنے ارادے ہی اور اُس نعمت سے جو مسیح یسُوع کے واسطے ازل میں ہمیں دی گئی۔

لُوقا۔ ۸ باب ۱۰۔ اُس نے کہا کہ خُدائی بادشاہت کا بھید جاننا تمہیں دیا گیا ہے۔ پر اوروں کو تمثیل میں کہ وہ دیکھتے ہوئے نہ دیکھیں۔ اور سُنتے ہوئے نہ سمجھیں۔

۴۴۔ متی۔ ۱۰ باب ۲۹۔ کیا پیسے کو دو چڑیاں نہیں بکتیں۔ اور اُن میں سے ایک بھی

تمہارے باپ کی بے مرضی زمین پر نہیں گرتی۔ تب خدا نے سر کی چھوڑ دیا۔ کہ آسمان کی فوج کو پُوجیں۔ ۷ باب۔ ۴۲۔ اعمال۔

۲۵۔ متی۔ ۱۱ باب۔ ۲۵، ۲۶۔ تیری ستائش کرتا ہوں کہ تو نے ان باتوں کو عالموں اور داناؤں سے چھپایا۔ اور بچوں پر ظاہر کیا۔ ہاں اے باپ کہ یونہیں تجھے پسند آیا۔

۲۶۔ متی۔ ۱۳ باب ۱۱۔ اُس نے جواب دے کے اُنہیں کہا۔ اس لئے کہ تمہیں آسمان کی بادشاہت کے بھیدوں کی سمجھ دی گئی ہے پر انہیں دی گئی ہے۔

۲۷۔ متی۔ ۱۸ باب۔ ۷۔ کہ ٹھوکروں کا آنا تو ضرور ہے۔ پر افسوس آدمی پر جس کے سبب ٹھوکر آوے۔

۲۸۔ واقرنتی۔ ۱۱ باب ۱۹۔ آیت۔ اور تاکہ کامل غیر کامل ظاہر ہوں۔ استثناء ۱۳۔ باب ۳ دیوحنا ۳ باب ۱۰۔ یہوداکا خط۔ ۱۔ باب۔ ۴۔ کیونکہ بعضے شخص چپکی سے گھسے جو آگے سے قدیم زمانے میں اس سزا کے حکم کے واسطے لکھے گئے تھے۔ وے بے دین ہیں اور ہمارے خدا کے فضل کو شہوت پرستی سے بدل کرتے ہیں۔ اور خدا کا جو اکیلا مالک ہے اور ہمارے خداوند یسوع مسیح کا انکار کرتے ہیں۔

تحقیقی جواب مسئلہ تقدیر مختصرًا

تقدیر کے معنی حسب لغت عرب اور محاورۂ قرآن کے کسی چیز کا اندازہ اور مقدار ٹھہرانا ہیں۔ دیکھو آیات مرقومۃ الذیل۔

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا[1] ۔ سیپارہ ۱۸ سورۂ فرقان۔ رکوع ۱۔

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ[2] ۔ سیپارہ ۲۷۔ سورۂ قمر۔ رکوع ۲۔

---

[1] اور بنائی ہر چیز پھر ٹھیک کیا اس کو ناپ کر ۱۲

[2] ہم نے ہر چیز بنائی پہلے ٹھہرا کر ۱۲

وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ[1] - سیپارہ ۱۳ - سورہ رعد - رکوع ۲ -
خدا تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو موجودات سے ایک خلقت (نیچر) اور اندازے پر بنایا ہے - اور جیسا اس کی ترکیب اور ہیئت کذائی کا مقتضا ہو - لابد ویسے افعال اور آثار اس سے سرزد ہوتے ہیں - گویا جیسے اس کے مقدمات ہوں گے - لامحالہ ویسا نتیجہ اس سے ظہور پذیر ہوگا - ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص ان خدائی حدوں کو توڑ سکے اور اُن اصلی خواص کو جو قدرت نے کسی چیز میں خلق کئے ہیں - بدوں اُن اسباب کے جن کو خالق نے بمقتضائے فطرت اُن کا سبب معطل قرار دیا ہو کوئی شخص کسی اور طرح پر باطل کر دے سلسلۂ کائنات کے خالق کا کلام اس مطلب و مقام میں فرماتا ہے -

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا[2] سیپارہ ۲۲ ، سورہ فاطر رکوع ۵ -
وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا[3] - سیپارہ ۲۲ - سورہ فاطر رکوع ۵ -
مثلاً توحید اور عبادت اور طاعت اور اتفاق اور صحیح کوشش اور چستی کو جن ثمرات اور پھلوں کا درخت بنایا ہے - ممکن نہیں - کہ وُہی پھل اور وُہی ثمرات شرک اور ترک عبادت اور بغاوت اور باہمی نفاق اور تفرق اور غلط کوشش اور سستی سے حاصل ہو سکیں - جن باتوں کے لئے تریاق کا استعمال ہوتا ہے اُن باتوں کے لئے زہر مار سے کام نکلنا دشوار کیا محال ہے - ع گندم از گندم بروید جَو زجَو -
گناہ اور جرائم کے ارتکاب سے نیکی اور فرمانبرداری کے انعامات کو طلب کرنا بے ربط تقدیر اور خدائی اندازے کے خلاف ہے - اور نیکی اور فرمانبرداری پر دوزخ میں جانے کا یقین بے شبہ رحیم اور کریم عادل ذات پاک پر ظلم کا الزام قائم کرتا ہے - قرآن کہتا ہے :-

---

[1] اور ہر چیز کی ہے اُس کے پاس گنتی ۱۲
[2] سو تو نہ پاوے گا - اللہ کا دستور بدلنا ۱۲
[3] اور نہ پاوے گا اللہ کا دستور ٹلنا ۱۲

اَفَمَنْ[۱] کَانَ مُؤْمِنًا کَمَنْ کَانَ فَاسِقًا لَا یَسْتَوٗنَ۔ سیپارہ ۲۱ سورہ سجدہ رکوع ۲۔
اَمْ[۲] نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ کَالْفُجَّارِ۔ سیپارہ ۲۳۔ سورۂ ص۔ رکوع ۳۔

اسلام تقدیر کے مسئلے پر یقین دلاکر اہل اسلام کو اس بات پر اُبھارتا ہے۔ کہ بُرے کاموں کے نزدیک مت جاؤ۔ بُرے بیج بُرا پھل لاتے ہیں آرام و آسودگی کے سامان مہیا کرو۔ بیدل مت ہو۔ کیونکہ ہر ایک چیز کا اندازہ خدا کی درگاہ سے معیّن ہو چکا ہے۔ نقصان کے اندازے والی چیزیں نافع نہ ہوں گی۔ اور منافع کی مثمر اشیاء دکھوں کی موجب نہ ہوں گی۔ ہر ایک چیز اپنی فطرت پر ضرور قائم ہے اور تمہارا ہر فعل وجوباً وہی نتیجہ دیگا جو اس کی ترکیب کا مقتضا ہے۔

فِطْرَتَ[۳] اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ۔ سیپارہ ۲۱۔ سورۂ روم۔ رکوع ۴۔

وَاَنْ[۴] لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی۔ سیپارہ ۲۷۔ سورۂ نجم۔ رکوع ۳۔

بالتفصیل سُنئے۔ قرآن میں اللہ تعالےٰ نے۔ یا یُوں کہو قرآن نے بندوں کو اُنکے کسبوں اور اعمال اور افعال کا کاسِب اور عامل و فاعل فرمایا ہے۔ دیکھو کاسب اور کسب کا ثبوت۔

(۱) وَلَوْ[۵] یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوْا۔ سیپارہ ۲۲۔ سورۂ فاطر۔ رکوع ۵۔

---

[۱] بھلا ایک جو ہے ایمان پر برابر ہے اُس کے جو بے حکم۔ نہیں برابر ہوتے۔۱۲
[۲] کیا ہم کریں گے ڈر والوں کو برابر ڈھیٹ لوگوں کے۱۲
[۳] وہی تراش اللہ کی جس پہ تراشا لوگوں کو بدلتا نہیں اللہ کے بنائے کو یہی ہے دین سیدھا ۱۲
[۴] اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو کمایا اور یہ کہ اس کی کمائی اس کو دکھاتی ہے ۱۲
[۵] اور اگر پکڑ کرے اللہ لوگوں کو ان کی کمائی پر ۱۲

(۲) لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔ سیپارہ ۲۲ سورۂ فاطر۔ رکوع ۵

(۳) وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا۔ سیپارہ ۵۔ سورۂ نساء۔ رکوع ۱۶۔

اور عامل ہونے اور عمل کا ثبوت

(۱) وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ۔ سیپارہ ۵۔ سورۂ نساء۔ رکوع ۱۶۔

(۲) مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ۔ سیپارہ ۲۴۔ سورۂ سجدہ رکوع ۶۔

(۳) لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ۔ سیپارہ ۲۳۔ سورہ صافات۔ رکوع ۲۔

اور فاعل ہونے کا ثبوت

(۱) وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ۔ سیپارہ ۲۸۔ سورہ ممتحنہ۔ رکوع ۱۔

(۲) هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ۔ سیپارہ ۱۳۔ سورۂ یوسف۔ رکوع ۱۰۔

(۳) فَعَلْتُهَا إِذًا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ۔ سیپارہ ۱۹۔ سورۂ شعراء۔ رکوع ۲۔

بلکہ خالق بھی کہا ہے جہاں فرمایا۔ وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا۔ سیپارہ ۲۰ سورہ عنکبوت رکوع ۲۔
اور بناتے ہو جھوٹی باتیں

ل۱ اسی کو ملتا ہے جو کمایا اور اسی پر پڑتا ہے جو کیا ۱۲

ل۲ اور جو کوئی کماوے تقصیر یا گناہ۔ پھر لگادے بے گناہ کو اُس نے سر دھرا طوفان اور گناہ صریح ۱۲

ل۳ اور جو کوئی گناہ کرے یا اپنا بُرا کرے ۱۲

ل۴ جس نے کی بھلائی سو اپنے واسطے ۱۲

ل۵ ایسی چیزوں کے واسطے چاہیے محنت کریں محنت کرنے والے ۱۲

ل۶ اور جو کوئی یہ کام کرے تم میں سے وہ بھولا سیدھی راہ ۱۲

ل۷ کچھ خبر رکھتے ہو تم۔ کیا کیا تم نے یوسف سے اور اسکے بھائی سے ۱۲

ل۸ کیا تو ہے میں نے وہ اور تھا میں چوکنے والا ۱۲

اور مختلف افعال کی نسبت بندوں کی طرف قرآن میں ہزاروں جگہ موجود ہے۔ دیکھو نمونہ
فَمَنْ[1] تَبِعَ هُدَايَ - سیپارہ ۱ - سورہ بقر - رکوع ۴ -
قَدْ[2] ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا - سیپارہ ۶ - سورہ مائدہ - رکوع ۱۰ -
وَاِنِ[3] اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ سیپارہ ۲۲ - سورہ سبا - رکوع ۶ -
پھر اتنی ہی بات پر اکتفا نہیں کیا - بلکہ یہ بھی فرمایا کہ تمہارے بُرے افعال اور قبیح اعمال کے سبب سے تم کو زوال آتا ہے -
(۱) اِنَّ[4] اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ - سیپارہ ۱۳ - سورہ رعد - رکوع ۲ -
(۲) ضُرِبَتْ[5] عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ - سیپارہ ۱ - سورہ بقر - رکوع ۷ -
(۳) فَكَيْفَ[6] اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ - سیپارہ ۵ - سورہ نساء رکوع ۹ -
(۴) وَمَآ[7] اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۭ سیپارہ ۵ - سورہ نساء - رکوع ۱۱ -
(۵) وَاللّٰهُ[8] اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا - سیپارہ ۵ - سورہ نساء - رکوع ۱۲ -
(۶) فَاَخَذْنٰهُمْ[9] بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ - سیپارہ ۹ - سورہ اعراف - رکوع ۱۲ -

---

[1] جو کوئی چلا میرے بتانے پر ۱۲ [2] جو بہک گئے ہیں آگے اور بہکا گئے بہتوں کو ۱۲
[3] اور اگر میں سوجھا ہوں تو اس سبب سے کہ وحی بھیجتا ہے مجھ کو میرا رب ۱۲
[4] اللہ نہیں بدلتا جو ہے کسی قوم کو جب تک وے نہ بدلیں جو اپنے بیچ ہے ۱۲
[5] ڈالی گئی اُن پر ذلت اور محتاجی اور کما لائے غصہ اللہ کا اس پر کہ وے تھے نہ مانتے حکم اللہ کے ۱۲
[6] پھر وہ کیسا کہ جب ان کو پہنچے مصیبت اپنے ہاتھوں کے کئے سے ۱۲
[7] اور جو تجھ کو برائی پہنچی سو تیرے نفس کی طرف سے ہے ۱۲
[8] اور اللہ نے اُن کو اُلٹ دیا اُن کے کاموں پر ۱۲
[9] تو پکڑا ہم نے اُن کو بدلا اُن کی کمائی کا ۱۲

(۷) اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ - سیپارہ ۱۱ - سورۂ یونس - رکوع ۱ -

(۸) فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ - سیپارہ ۶ - سورۂ مائدہ - رکوع ۱ -

(۹) سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ○ سیپارہ ۸ - سورۂ انعام - رکوع ۱۵ -

(۱۰) وَنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ سیپارہ ۴ - سورۂ آل عمران - رکوع ۱۹ -

(۱۱) اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ - سیپارہ ۴ - سورۂ آل عمران - رکوع ۱۷ -

(۱۲) فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ - سیپارہ ۹ سورۂ اعراف - رکوع ۲۰ -

(۱۳) كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ - سیپارہ ۹ سورۂ اعراف - رکوع ۲۱ -

(۱۴) ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ - سیپارہ ۲۲ سورہ سباء رکوع ۲ -

ان آیاتِ کریمہ سے صاف واضح اور ظاہر ہے کہ آدمی کے اعمال بد اور افعال مکروہ سے

ف۱ بلیسوں کا ٹھکانا ہے آگ بدلا اُس کا جو کماتے تھے ۱۲

ف۲ سو اُن کے عہد توڑنے پر ہم نے اُن کو لعنت کی ۱۲

ف۳ اب پہنچے گی گنہگاروں کو ذلت اللہ کے یہاں اور عذاب سخت بدلہ حیلہ بنانے کا ۱۲

ف۴ اور کہیں گے چکھو جلن کی مار۔ یہ بدلا اُس کا جو تم نے بھیجا اپنے ہاتھوں اور اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر ۱۲

ف۵ کیا جس وقت تم کو پہنچے ایک تکلیف کہ تم پہنچا چکے ہو اس کے ۲ برابر کہتے ہو یہ کہاں سے آئی تو کہہ یہ آئی تمکو اپنی طرف سے"

ف۶ پھر بھیجا ہم نے اُن پر عذاب آسمان سے بدلا ان کی شرارت کا ۱۲

ف۷ یوں ہم آزمانے لگے اُن کو اس واسطے کہ بے حکم تھے ۱۲

ف۸ یہ بدلا دیا ہم نے اُن کو اس پر کہ ناشکری کی اور ہم بدلا اُسی کو دیتے ہیں جو ناشکرا ہو۔ ۱۲

آدمی پر وبال آتا ہے۔ جب ہر ایک تکلیف کا سرچشمہ گناہ ٹھہرا۔ جب ہر ایک گناہ کا نتیجہ تکلیف ٹھہری تو منصفو۔ بیجا تعجب میں ہلاک نہ ہونے والو۔ قیامت میں نجات کے امید وارو۔ راستی پسندو سوچو اور اندازہ کرو۔ کہ حسب تعلیم قرآن حضرت انسان کو گناہ سے کیسی نفرت ضرور ہے اور آدمی کو خدا کی نافرمانی سے بچنا کیسا لابد ہوا۔ بھلائی کے لینے میں اور برائی سے بچنے کے لئے مسلمانوں قرآن کے ماننے والوں کو کیسی تاکید ہوئی جب ہر ایک تنزل اور مصیبت گناہ کا نتیجہ ہوا۔ تو اہل اسلام کو کہاں تک ترقی کرنے اور عصیان الٰہی سے بچنے کی سعی کرنی چاہیئے۔ جن نافہم لوگوں نے کہا ہے۔ کہ گناہ کو مسلمان ایک خفیف حرکت اور وہ بھی خدا کی طرف سے مان کر گناہ میں بیباک ہیں۔ وہ سوچیں کہ اُن کی بات کچھ بھی راست ہے۔

مَیں اُن آیات کا مفصل ذکر کروں گا جنکے معانی نہ سمجھنے سے عربی لغت یا قرآنی مہارت سے بے بہرہ لوگوں نے یہ غلط خیال کیا ہے۔ کہ قرآن جبر کی تعلیم دیتا ہے اور انسان کو جسے حیوانوں سے صرف دو ہی باتوں میں امتیاز حاصل ہے کہ انسان غیر محدود ترقی کی استعداد رکھتا ہے۔ اور حیوانات محدود عروج کی۔ انسان کسبی ترقی دوسرے بنی نوع یا بنی جنس کو سکھا سکتا ہے اور حیوان اس میں عاجز ہے۔

لیکن ان آیات کے بیان سے پہلے اس امر کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں کہ شیطان کو مذہب اسلام میں ایسا اختیار حاصل نہیں کہ وہ آدمیوں کو خواہ مخواہ گمراہ کردے یا گناہ کرنے پر مجبور کردے۔ شیطان چاہو اُسے موجود خارج عن الانسان مانو۔ چاہو اُسے انسانی قوت۔ چاہے کسی بڑے شریر کو کہو۔ چاہے اُن شریر امرا کو کہو جن کی خوشامد اور ڈر سے آدمی کسی وقت معاصی کا مرتکب ہوتا ہے۔ غرض شیطان کو یہ اختیار نہیں کہ انسان کی اُس استطاعت اور قدرت کو جسکے باعث انسان نیک و بد کا فاعل اور عامل اور کاسب کہا گیا سلب[۱] کردے۔

[۱] اہل اسلام جس طرح اس قوت امارہ یا ساکن بین جنبین یا خون کے مانند انسان کے رگ و ریشے میں چلنے والی یا قوت بہیمی کی تعریف و تحدید کرتے ہیں ہرگز عقلا کے نزدیک محل اعتراض نہیں۔ الا انجیلی شیطان کا جو خدا کے مقابل (باقی صفحہ ۴۱۷ پر)

بلکہ ہدایت اور ضلالت کی نسبت قرآن نے صاف بتایا ہے کہ وہ مکلف انسان کی وسعت اور استطاعت میں ہے۔ دیکھو آیاتِ ذیل۔

ف۱ مَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ۔ سیپارہ ۱۵۔ سورۂ کہف۔ رکوع ۴۔

اور آیہ ف۲ اَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى۔ سیپارہ ۲۴۔ حٰم سجدہ۔ رکوع ۲۶۔

ف۳ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ سیپارہ ۳۔ سورۂ بقر۔ رکوع ۴۰

اب ہم اُن آیات کو لکھتے ہیں جن میں گمراہ کنندوں کا تذکرہ ہے۔ ان پر غور کرو۔

ف۴ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ۔ سیپارہ ۵۔ سورۂ نسآء۔ رکوع ۹۔

ف۵ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ۔ سیپارہ ۱۹۔ سورۂ نمل۔ رکوع ۲۔

ان آیات مذکورہ بالا میں شیطان کی ترغیب ثابت ہے اور یہ ظاہر امر ہے شیطان کا انسان کو مجبور کرنا ثابت نہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۶:۔ ایک اور قادر مطلق مانا گیا ہے جس کے ہاتھ سے تنگ آکر اور جس کی دست درازی سے سخت مجبور ہو کر اپنے بندوں کے بچانے کیلئے اُسے پھانسی ملنا پڑا اور پھر بھی وہ دہن دریدہ شیر انکی ذریت کے پیچھے ہی لگا رہا۔ اور سینکڑوں روح القدسوں کے دل خوش کن وعدے خدا کے بیٹوں کو اس کے ہاتھوں سے چھڑا نہ سکے۔ وہ زبردست محیط جس نے مسیح کو ایک ٹیلے پر چڑھا کر کل دنیا دکھا دی۔ وہ چالاک جس نے پطرس جیسوں سے عجیب کھیل کھیلے۔ عیسائیوں کو فلسفے کے موافق ثبوت دینا ضرور ہے۔ قرآن کو مبارکی ہو کہ اُن مضحکات سے پاک اور بالکل پاک ہے۔ ملاں ایوب کی کتاب کا پہلا دوسرا باب ضرور ضرور مطالعہ فرمائیے اور انصاف اور ایمان سے سوچکر قرآن پر اعتراض کیجیے۔

ف۱ اور جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے نہ مانے۔ ۱۲

ف۲ جو ثمود تھے سو ہم نے اُن کو راہ بتائی پھر اُن کو خوش لگا اندھے رہنا۔ ۱۲

ف۳ اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر جو اُس کی گنجائش ہے۔ ۱۲

ف۴ چاہتا ہے شیطان کہ اُن کو بہکائے۔ ۱۲

ف۵ اور بھلے دکھلائے ہیں اُن کو شیطان نے ان کے کام۔ ۱۲

فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ سیپارہ ۲۰۔ سورہ قصص رکوع ۵[۱]

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ سیپارہ ۲۳۔ سورہ ص۔ رکوع ۲۔[۲]

وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ۔ سیپارہ ۱۳۔ سورہ یوسف۔ رکوع ۷۔[۳]

ان آیات میں اضلال اور گمراہ کرنے کی نسبت انسانی خاص قویٰ کی طرف ہے۔

وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا۔ سیپارہ ۵۔ سورہ نساء۔ ع ۵۔[۴]

وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ۔ سیپارہ ۱۹۔ سورہ شعرا۔ رکوع ۵۔[۵]

اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ۔ سیپارہ ۲۹۔ سورہ نوح۔ رکوع ۲۔[۶]

ان آیات میں اضلال کی نسبت اشرار اور بدکار لوگوں کی طرف ہے۔

۱۔ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ۔ سیپارہ ۸۔ سورہ انعام۔ ع ۱۶[۷]

۲۔ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا۔ سیپارہ ۸۔ سورہ اعراف۔ رکوع ۴۔[۸]

۳۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ۔ سیپارہ ۳۔ سورہ بقر۔ رکوع ۳۴۔[۹]

---

[۱] تو جان لے کہ وے چلتے ہیں پرے اپنی خواہش کے اور اس سے بہکا کون جو چلے اپنی خواہش پر بن راہ بتائے اللہ کے ۱۲

[۲] اور نہ چل جی کی چاہ پر پھر تجھ کو بہکا دے اللہ کی راہ سے۔ ۱۲

[۳] اور میں پاک نہیں کہتا اپنے جی کو۔ جی تو سکھاتا ہے برائی۔ ۱۲

[۴] اور جو لوگ ہیں اپنے مزوں کے پیچھے۔ وے چاہتے ہیں کہ تم مڑ جاؤ راہ سے بہت دور۔ ۱۲

[۵] اور ہم کو راہ سے بھلایا۔ ان گنہگاروں نے۔ ۱۲

[۶] اگر تو چھوڑے تو یقیناً بہکا دیں تیرے بندوں کو۔ ۱۲

[۷] اور اسی طرح بھی دکھائی ہے بہت مشرکین کو اولاد مارنی اُن کے شریکوں نے۔ ۱۲

[۸] کہا پچھلوں نے پہلوں کو۔ رب ہمارے ہم کو انہوں نے گمراہ کیا۔ ۱۲

[۹] اور وے جو منکر ہیں اُن کے رفیق ہیں شیطان۔ ۱۲

۴۔ وَقَالُوا رَبَّنَا اِنَّا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا۔ سیپارہ ۲۲۔ سورہ احزاب رکوع ۸
۵۔ فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا۔ سیپارہ ۱۳ سورہ ابراہیم۔ رکوع ۳
۶۔ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ۔ سیپارہ ۲۲ سورہ سبا رکوع ۳
۷۔ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا يٰوَيْلَتٰى
لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا۔ سیپارہ ۱۹۔ سورہ فرقان۔ رکوع ۳۔

قانون فطرت پر نظر کرنے سے یہ سب اضلال کے اسباب ظاہر و باہر ہیں۔ اب شیطانی طاقت کے محدود ہونے کی دلیل قرآن سے سنو۔

۵ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ۔ سیپارہ ۱۴۔ سورہ حجر۔ رکوع ۳۔
۶ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ
السَّعِيْرِ۔ سیپارہ ۲۲۔ سورہ فاطر۔ رکوع ۱۔
۷ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ۔ سیپارہ ۲۲ سورہ سبا ع ۳
قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ

---

۱ اور کہیں گے اے رب ہم نے کہا مانا اپنے سرداروں کا اور اپنے بڑوں کا پھر انہوں نے بہکا دیا ہم کو راہ سے۔ ۱۲
۲ پھر کہیں گے کمزور بڑائی والوں کو ہم تھے تمہارے پیچھے۔ ۱۲
۳ کہتے ہیں جن کو کمزور سمجھا تھا۔ بڑائی کرنے والوں کو تم نہ ہوتے تو ہم ایماندار ہوتے۔ ۱۲
۴ اور جس دن کاٹ کاٹ کر کھاوے گا گنہگار اپنے ہاتھ۔ کہے گا کسی طرح میں نے پکڑی ہوتی رسول کے ساتھ راہ۔
اے خرابی میری کہیں نہ پکڑی ہوتی میں نے فلانے کی دوستی۔ ۱۲
۵ جو میرے بندے ہیں تجھ کو ان پر کچھ زور نہیں ۱۲
۶ تحقیق شیطان تمہارا دشمن ہے۔ سو تم سمجھ رکھو اس کو دشمن وہ تو بلاتا ہے اپنے گروہ کو اسی واسطے۔ کہ ہوویں دوزخ والوں میں۔ ۱۲
۷ کہتے ہیں جن کو کمزور سمجھا تھا بڑائی کرنے والوں کو تم نہ ہوتے تو ہم ایماندار ہوتے۔ ۱۲
۸ کہنے لگے بڑائی کرنے والے کمزور کئے گیوں کو کیا ہم نے روک رکھا تم کو سوجھ کی بات سے۔ تمہارے پاس پہنچے پیچھے کوئی نہیں تم ہی تھے گنہگار۔ ۱۲

جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ۔ سیپارہ ۲۲۔ سورۂ سبا۔ رکوع ۴۔

معلوم ہو گیا شیطان کی طاقت ہم کو ہرگز ہرگز مجبور نہیں کرتی کہ ہم طوعاً و کرہاً ضلالت کی طرف کھینچے چلے جاویں۔

اب میں ان آیات کریمہ کا ذکر کرتا ہوں جن سے پادری صاحبوں یا اور نا فہموں نے استدلال کیا ہے کہ انسان مجبور ہے۔ یہ مجبور کا لفظ عربی ہے۔ تمام قرآن اور کسی حدیث میں اس کا ثبوت نہیں اور نہ یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ خدا کو کیا ضرور ہے کہ کسی کو مجبور کرے۔

پہلی آیت

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ[1]۔ سیپارہ ۱۔ سورۃ البقر۔ رکوع ۱۔

سوال: جب خدائی مُہر دلوں پر لگ گئی تو ہدایت کیونکر ممکن ہو گی۔

جواب۔ اسی قرآن میں مُہر کی وجہ اور جس لاکھ کی مُہر ہے اس کا پتہ اور اس کا سبب مرقوم ہے وہ سبب اور وہ مُہر اور وہ لاکھ ہٹا دو وہ خدائی مُہر خود اُکھڑ جائے گی سُنو۔

وَقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ[2]۔ سیپارہ ۶۔ سورہ نساء۔ رکوع ۲۲

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ[3]۔ سیپارہ ۲۴۔ سورہ مومن۔ رکوع ۴۔

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ[4]۔ سیپارہ ۳۰۔ سورہ مطففین۔ رکوع ۱۔

دیکھو کفر اور تکبر اور بد اعمالی کے سبب مُہر لگتی ہے ان بُری باتوں کو چھوڑ دو۔ مُہر ہٹی ہوئی دیکھ لو۔ خدائے تعالےٰ نے اپنے قانونِ قدرت میں یہ بات رکھدی ہے کہ جن قویٰ سے کام نہ لیا جاوے وہ قویٰ بتدریج اور آہستہ آہستہ کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ قویٰ جن سے کام نہیں لیا

---

[1] مہر کر دی اللہ نے ان کے دلوں پر اور اُن کے کانوں پر اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ہے ۱۲

[2] اور اس کہنے پر کہ ہمارے دل پر غلاف ہے کوئی نہیں پر اللہ تعالےٰ نے مُہر کی ہے ان پر مارے کفر کے۔ ۱۲

[3] اسی طرح مہر کرتا ہے اللہ ہر دل پر غرور والے سرکش کے ۱۲

[4] کوئی نہیں پر زنگ پکڑ گیا ہے اُن کے دلوں پر جو وے کماتے تھے۔ ۱۲

گویا اسی طرح سے بیکار اور معطل رہتے رہتے بالکل نکمے ہو جاتے ہیں۔ اور اُن پر صادق آتا ہے کہ اب ان قویٰ پر اور ان قویٰ کے رکھنے والوں پر مُہر لگ گئی ہے۔ ہر ایک گناہ کا مرتکب دیکھ لے جب وہ پہلے پہل کسی برائی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس وقت اس کے ملکی قویٰ کیسے مضطرب ہوتے ہیں پھر جیسے وہ ہر روز برائی کرتا جاتا ہے ویسے آہستہ آہستہ وہ اضطراب اور حیا اور تامل جو پہلے دن اس بدکار کو لاحق ہوا تھا وہ اُڑ جاتا ہے تمہیں تعجب اور انکار کیوں ہے۔ انسانی نیچر اور فطرت اور اُس کے محاورے کی بولی پر غور کرو۔ شریر اور بدذات آدمی کو ایک ناصح فصیح نہیں کہتا کہ اُن کی عقل پر پتھر پڑ گئے۔ اُن کے کان بہرے ہو گئے۔ ان کی سمجھ پر تالے لگ گئے کیا ان محاوروں سے حقیقت مراد ہوتی ہے۔

دوسری ایت

فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ[۱] ۔ سیپارہ ۸۔ سورہ اعراف۔ رکوع ۳۶

اس کا جواب خود اسی آیت کے آگے موجود ہے۔

اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ[۲]۔ سیپارہ ۸۔ سورہ اعراف۔ رکوع ۳۶۔

جب شیطان کی محبت چھوڑ دی جاوے تو یہ سزا اُٹھ جاتی ہے۔

تیسری ایت

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ[۳]۔ سیپارہ ۲۲۔ سورہ یٰس۔ رکوع ۱۔

اس کا جواب قرآن کریم دے چکا ہے۔

---

[۱] ایک فرقے کو راہ دی اور ایک فرقے پر ٹھہری گمراہی ۱۲

[۲] انہوں نے پکڑا شیطانوں کو رفیق اللہ چھوڑ کر اور سمجھتے ہیں کہ وے راہ پر ہیں ۱۲

[۳] ثابت ہو چکی ہے بات ان بہتوں پر سو وے نہ مانیں گے ۱۲

[1] وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ط سیپارہ ۲۴۔ سورۂ مومن ع ۱

[2] وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ط اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ۔ سیپارہ ۸۔ سورۂ اعراف۔ رکوع ۳۔

[3] وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ۔ سیپارہ ۲۰۔ سورہ نمل۔ رکوع ۷۔

قول اور کلمے کے معنی وہ لازمی معین سزا اور عذاب ہے جو بحسب قانونِ قدرتِ اعمالِ بد کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ انہیں امور کو الہامی زبان میں اس قسم کے محاورات میں ادا کیا جاتا ہے۔ اُنکے لئے معین ہو چکا ہے۔ ان کے لئے لکھا گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان امور مشاہدہ کا کون انکار کر سکتا ہے۔

چوتھی آیت

[4] فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ط وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ط سیپارہ ۲۹۔ سورہ مدثر۔ رکوع ۲

[5] لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ط وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔ سیپارہ ۳۰۔ سورۂ تکویر ع ۱

جواب۔ معدوم کو موجود کرنا خدا کا کام ہے۔ مخلوق میں ہاں حیوان اور انسان کے دل میں کسی ارادے اور مشیت کا پیدا کر دینا بیشک باری تعالیٰ کا کام ہے۔ الا ہر ایک منصف جانتا ہے کہ صرف مشیت اور ارادے کے وجود سے کسی فعل کا وجود ضروری اور لازمی امر نہیں۔ یقیناً قویٰ فطری کا خلق اور عطا کرنا جن پر ہر گونہ افعال کا وجود و ظہور مترتب و متفرع ہو سکتا ہے۔ خالق ہی کا کام ہے اس لطیف نکتے کے سمجھانے کے لئے اور نیز اس امر کے اظہار کرنے کو کہ قویٰ طبعی اور کائنات سے کوئی وجود اصل امر خلق میں شریک نہیں سب اشیاء کی علت العلل ہیں ہی ہوں باری تعالیٰ سب افعال کو بلکہ ان افعال کو بھی جو ہم معائنے اور مشاہدے کے طور پر انسان اور

---

[1] اور ویسی ہی ٹھیک ہو چکی بات تیرے رب کی منکروں پر کہ یہ ہیں دوزخ والے ۱۲

[2] اور ایک فرقے پر ٹھہری گمراہی انہوں نے پکڑا شیطان کو رفیق ۱۲

[3] اور پڑ چکی اُن پر بات اس واسطے کہ انہوں نے شرارت کی۔ سو وے کچھ نہیں بولتے ۱۲

[4] پھر جو کوئی چاہے اُسے یاد کرے اور وے یاد بھی کریں کہ چاہے اللہ ۱۲

[5] اور جو کوئی چاہے تم میں سے کہ سیدھا چلے اور تم جبھی چاہو کہ چاہے اللہ جہان کا صاحب ۱۲

حیوان سے سرزد ہوتے دیکھتے ہیں اپنی طرف نسبت کرتا ہے۔ کہیں قرآن میں فرماتا ہے ہوا بادلوں کو ہانک لاتی ہے۔ کہیں فرماتا ہے ہم بادلوں کو ہانکتے ہیں۔ ہم ہی گایوں اور بھینسوں کے تھنوں میں دودھ بناتے ہیں ہم ہی اناج بوتے ہیں ہم ہی کھیت اُگاتے ہیں اور تامل کے بعد یہ سب نسبتیں جو ظاہرًا متضاد الطرفین ہیں بالکل صحیح اور حقیقةً بالکل صداقت ہیں۔

پانچویں آیت

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَّا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ۔ سیپارہ ۲۴۔ سورۂ فصّلت۔ رکوع ۳۔

اس آیت کے اشکال کو خود قرآن نے حل کر دیا ہے اور ہمنشینوں کے باعث تعین اور وجہ تقرر کو بتلا دیا ہے۔

وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ۔ سیپارہ ۲۵۔ سورۂ زخرف۔ رکوع ۴۔

اب ظاہر ہے کہ ذکر الٰہی کے چھوڑ دینے کے سبب شیطان نے اُس پر تسلط پایا۔

چھٹی آیت

وَلَوْ شَآءَ اللَّهُ مَآ أَشْرَكُوا۔ سیپارہ ۷۔ سورۂ انعام۔ رکوع ۱۳۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ۔ سیپارہ ۸۔ سورۂ انعام۔ رکوع ۱۴۔

یہ جملہ شرطیہ جملہ ہے۔ اور اس کا مطلب صاف ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ایسا کر سکتے۔ لیکن باریتعالٰے نے علی العموم لوگوں کو ہدایت محض اور ضلالتِ محض پر مجبول نہیں کیا۔ اور نہ حکمت ایزدی اس امر کی متقاضی ہو سکتی تھی یہی معنی اس آیت کے ہیں کہ اگر ہم چاہتے تو وہ شرک نہ کرتے یعنی اُن کو ہدایت

۱؎ اور لگا دی ہم نے اُن پر تعیناتی پھر انہوں نے بھلا دکھایا اُن کو جو اُن کے آگے اور اُن کے پیچھے اور ٹھیک پڑی اُن پر بات مل کر سب فرقوں میں جو ہو چکے ہیں اُن سے آگے جنوں کے اور آدمیوں کے وے تھے ٹوٹے والے ۱۲

۲؎ اور جو کوئی آنکھ چرا دے رحمٰن کی یاد سے ہم اس پر تعین کریں ایک شیطان پھر وہ ہے اُس کا ساتھی۔ ۱۲

۳؎ اور اگر اللہ چاہتا تو شرک نہ کرتے۔ ۴؎ اور اگر تیرا رب چاہتا تو یہ کام نہ کرتے ۱۲

محض پر مجبول و مخلوق کر دیتے۔ رہا یہ امر کہ کیوں ایسا نہ کیا۔ یہ جدا حکیمانہ بحث ہے اور خدا کے فضل سے ہم خوب فیصلہ کر سکتے ہیں۔ مگر یہ امر ہماری اصل مبحث سے خارج ہے۔ کیونکہ یہ سب باتیں مخاطبین کے مسلمات سے ہیں۔ ہاں آریہ کے جواب میں اس وجہ کو ہم نے مفصل لکھا ہے اور کچھ اشارۃً آگے آتا ہے۔

ساتویں آیت

تَمَّتْ[1] كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ سیپارہ ۱۲۔ سورۂ ھود۔ ع ۱۰۔

لَاَمْلَئَنَّ[2] جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔ سیپارہ ۲۳۔ سورۂ ص۔ رکوع ۵۔

پس اوپر کی آیت کی تفسیر نہایت صاف ہے اور النّاس اور الجنّۃ پر الف لام عہد ذہنی ہے۔ جس کی تشریح اس اگلی آیت نے شیطان اور اُسکے تابعین سے کر دی کہ وہ سب کون لوگ ہیں۔

اٹھویں آیت

يُضِلُّ[3] بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ط وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ۔ سیپارہ ۱۔ سورۂ بقر۔ رکوع ۳۔

کیسا صاف مطلب ہے کہ فاسق ہی اس کتاب کریم کو پڑھ کر گمراہ ہوتے ہیں ورنہ مومنوں کے لئے شفا اور راحت اور نور ہے۔

نویں آیت

اَتُرِيْدُوْنَ[4] اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ط وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ؁ سورۂ نساء۔ ع ۱۲

یہ آیت اپنے ماقبل اور اپنے مابعد کے ساتھ ملانے سے صاف ظاہر کرتی ہے کہ منافقوں کے حق میں ہے اور صریح اہل نفاق کے حق میں وارد ہے منافق اپنے کئے پر گمراہ ہوئے۔

---

[1] پورا ہوا کلمہ تیرے رب کا کہ البتہ بھروں گا دوزخ جنوں سے اور آدمیوں سے اکٹھے۔ ۱۲

[2] مجھ کو بھر دوں دوزخ تجھ سے اور جو ان میں تیری راہ چلے ان سے سارے۔ ۱۲

[3] گمراہ کرتا ہے اس سے بہتیرے اور راہ پر لاتا ہے اس سے بہتیرے اور گمراہ کرتا ہے انہیں کو جو بے حکم ہیں۔ ۱۲

[4] کیا تم چاہو کہ راہ پر لاؤ جس کو گمراہ کیا اللہ نے اور جس کو اللہ راہ نہ دے پھر تو نہ پاوے اس کے واسطے کوئی راہ۔ ۱۲

وَاللّٰهُ اَرْکَسَهُمْ بِمَا کَسَبُوْا ۔ سیپارہ ۵ سورہ نساء رکوع ۱۲

مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِیْلًا

س ۵ ۔ سورہ نساء ۔ ع ۲۱ ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّمْ یَکُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِیَهْدِیَهُمْ سَبِیْلًا ط سیپارہ ۵ ۔ سورہ نساء ۔ رکوع ۲۰

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ یَکُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِیَهْدِیَهُمْ طَرِیْقًا اِلَّا طَرِیْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ۔ سیپارہ ۶ ۔ سورہ نساء ۔ رکوع ۲۳

دسویں ایت

وَلَیَزِیْدَنَّ کَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا وَّکُفْرًا ط وَاَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۔ سیپارہ ۶ ۔ سورہ مائدہ ۔ رکوع ۹ ۔

تشریح وتوضیح

وَمِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓی اَخَذْنَا مِیْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوْا بِهٖ فَاَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ط سیپارہ ۶ ۔ سورہ مائدہ ۔ رکوع ۳۴

---

۱ اور اللہ نے اُن کو الٹ دیا اُن کے کاموں پر ۔ ۱۲

۲ لٹکتے دونوں کے بیچ ادھر ہیں نہ ان کی طرف نہ ان کی طرف اور جس کو بھٹکاوے اللہ پھر تو نہ پاوے اسکے واسطے کہیں راہ ۔ ۱۲

۳ جو لوگ مسلمان ہوئے پھر منکر ہوئے پھر مسلمان ہوئے پھر منکر ہوئے پھر بڑھتے گئے انکار میں ۔ اللہ ان کو بخشنے والا نہیں اور نہ اُن کو دیوے راہ ۔ ۱۲

۴ جو لوگ منکر ہوئے اور حق دبا رکھا ۔ ہرگز اللہ بخشنے والا نہیں اُنکو اور نہ اُنکو ملاوے راہ مگر راہ دوزخ کی پڑے رہیں اس میں ہمیشہ ۱۲

۵ اور اس حکم سے جو تجھ کو اُترا تیرے رب کی طرف سے اُن کو بڑھے گی اور شرارت اور انکار ہم نے ڈال رکھی ہے ان میں دشمنی اور بیر قیامت کے دن تک ۱۲

۶ اور وے جو کہتے ہیں اپنے تئیں نصاریٰ اُن سے بھی لیا تھا ہم نے عہد اُن کا ۔ پھر بھول گئے ایک فائدہ اپنا اس نصیحت سے جو اُن کو کی تھی ۔ پھر ہم نے لگا دی اُنکے آپس میں دشمنی اور کینہ قیامت کے دن تک ۱۲

یعنی القائے عداوت اور ازدیاد طغیان اور کفر کی علت۔ بھول جانا اس نصیحت کا اور توڑنا اُس عہد کا ہے جو چند دن سے باندھا۔ کیسا صاف علت و معلول اور سبب و مسبب کا سلسلہ ہے اور غور کرنے پر کچھ بھی اشکال نہیں رہتا۔

گیارھویں آیت

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ[1] سیپارہ ۹۔ سورہ اعراف۔ رکوع ۲۲

بارھویں آیت

فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ[2]۔ سیپارہ ۲۲۔ سورہ فاطر۔ رکوع ۲

تشریح و توضیح

قرآن نے ان دو گروہوں کی تفصیل فرمادی۔

اول گروہ جن کو خدا تعالےٰ نے گمراہ کیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا[3]۔ سیپارہ ۶۔ سورہ نساء۔ ع ۲۳

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۙ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ[4]۔ س ۲۴۔ سورہ مومن ع ۴۔

جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا[5] سیپارہ ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل۔ ع ۵

یعنی کفر۔ ظلم۔ اسراف۔ ارتیاب۔ اللہ کی آیات میں مجادلہ۔ آخرت پر ایمان نہ لانا یہ سب سامان ضلالت کے ہیں۔

---

[1] جس کو اللہ بہکاوے اُسے کوئی نہیں راہ دینے والا ۱۲

[2] کیونکہ بھٹکاتا ہے اللہ جس کو چاہے اور سمجھاتا ہے جس کو چاہے ۱۲

[3] ترجمہ اس آیت کا گذر چکا ۱۲

[4] اسی طرح بہکاتا ہے اللہ اس کو جو ہو زیادتی والا شک کرتا۔ وے جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں بغیر سند کے جو پہنچی اُن کو بڑی بیزاری ہے اللہ کے یہاں اور ایمانداروں کے یہاں اسی طرح مہر کرتا ہے اللہ ہر دل پر غرور والے سرکش کے ۱۲

[5] کر دیتے ہیں ہم بیچ میں تیرے اور اُن لوگوں کے جو نہیں مانتے پچھلا جیتا ایک پردہ ڈھانکا ۱۲

اور دوسری قسم مہدیین۔

۱ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَّیَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ؕ سیپارہ ۶۔ سورہ نسآء۔ رکوع ۲۴۔

۲ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۙ یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَیَهْدِیْهِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۔ سیپارہ ۶۔ سورہ مائدہ ع ۳۔

۳ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا یُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِیْتًا ۙ وَّاِذًا لَّاٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِیْمًا ۙ وَّلَهَدَیْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ۔ سیپارہ ۵۔ سورہ نسآء۔ ع ۱۰۔

۴ یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ ۔ سیپارہ ۱۱ سورہ یونس۔ رکوع ۱۔

۵ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ سیپارہ ۲۱۔ سورہ عنکبوت۔ رکوع ۷۔

۶ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی ۔ سیپارہ ۱۶۔ سورہ طٰہٰ۔ رکوع ۷۔

ف۱ سو جو یقین لائے اللہ پر اور اس کو مضبوط پکڑا تو اُن کو داخل کرے گا اپنی مہر میں اور فضل میں اور پہنچا دے گا اپنی طرف سیدھی راہ پر ۱۲

ف۲ تمہارے پاس آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب بیان کرتی ہے جس سے اللہ راہ پر لاتا ہے جو کوئی تابع ہو اُس کی رضا کا بچاؤ کی راہ پر اور اُن کو نکالتا ہے اندھیروں سے روشنی میں اپنے حکم سے اور اُن کو چلاتا ہے سیدھی راہ ۱۲

ف۳ اور اگر یہی کریں جو اُن کو نصیحت ہوتی ہے تو ان کے حق میں بہتر ہو اور زیادہ ثابت ہو دین میں اور ایسے ہم دیں ان کو اپنے پاس سے بڑا ثواب اور چلا دیں اُن کو سیدھی راہ ۱۲

ف۴ راہ دے گا اُن کو رب اُن کا اُن کے ایمان سے ۱۲

ف۵ اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سمجھائیں گے اُن کو اپنی راہیں ۱۲

ف۶ پھر جو چلا میری بتائی راہ پر نہ بہکے گا وہ اور نہ تکلیف میں پڑے گا ۱۲

تیرھویں آیت

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَیْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ[1] سیپارہ ۸ سورہ اعراف رکوع ۳-

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ[2] پ ۲۵ سورہ زخرف ع ۲

سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰی ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ۝ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝[3] سیپارہ ۸ - سورہ انعام - ع ۱۸

اپنے آپ کو مجبور کہنے والوں کو کیسے کیسے سخت جواب دئے ہیں بلکہ یہ بھی کہہ دیا کہ مجبور سمجھنے والے جھوٹ بولتے ہیں میرے ایک دوست فرماتے ہیں لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِیْنَ ماقبل کے خلاف معلوم ہوتا ہے افسوس انہوں نے نہایت لطیف بات نہ سمجھی - باریتعالیٰ تو فرماتا ہے کہ اگر ہم مجبول کرنے کو ہوتے اور خواہ مخواہ کسی کو ایک طرف لگانا چاہتے تو ہماری ذات بابرکات کسی کو گمراہ نہ بناتی جیسا جاہل اور جھوٹے شخص کا خیال ہے - ہم مجبول کرتے تو سب کو خواہ مخواہ ہدایت پر چلنے کیلئے پیدا کر دیتے اور جیسے تندرست آنکھ کو دیکھنے کے لئے پیدا کیا ہے - اس لئے وہ دیکھتی ہے سن نہیں سکتی - اور کانوں کو سننے کے لئے بنایا ہے اور وہ دیکھ نہیں سکتے - ایسے ہی اگر تمام لوگ ہدایت کے لئے بنائے جاتے

---

[1] اور جب کریں کچھ عیب کا کام کہیں ہم نے پایا اس پر اپنے باپ دادوں کو اور اللہ نے ہم کو یہ حکم کیا - تو کہہ کہ اللہ حکم نہیں کرتا عیب کے کام کو ۱۲

[2] اور کہتے ہیں اگر چاہتا رحمٰن ہم نہ پوجتے ان کو - کچھ خبر نہیں ان کو اس کی یہ سب اٹکلیں دوڑاتے ہیں ۱۲

[3] اب کہیں گے مشرک اگر اللہ چاہتا تو شریک نہ ٹھہراتے ہم نہ ہمارے باپ اور نہ حرام کر لیتے کوئی چیز - اسی طرح جھٹلائے گئے ان سے اگلے جب تک چکھا ہمارا عذاب - تو کہہ کچھ علم بھی ہے تمہارے پاس کہ ہمارے آگے نکالو - نری اٹکل پر چلتے ہو تجویزیں کرتے ہو - تو کہہ پس اللہ کا الزام پورا ہے سو اگر وہ چاہتا تو راہ دیتا تم سب کو ۱۲

توسب نیک ہی ہوتے۔ اور اگر تمام کفر کے لئے بنائے جاتے تو سارے کافر ہو جاتے۔ الاّ جس حالت میں ہماری ذات بابرکات نے سب کو خواہ مخواہ ہدایت یاب ہونے پر مجبول نہیں کیا تو کیا یہ بات صحیح ہوسکتی ہے کہ ہم نے اد مشرکو تم کو مشرک بننے پر مجبول کیا ہے۔ نہیں یہ بات غلط ہے۔ غرض نہ اللہ تعالے نے علی العموم لوگوں کو ہدایت پر مجبول کیا ہے اور نہ شرک پر۔ اسے جبر کرنے کی کیا حاجت۔ وہ برائی کرنا چاہے اور پھر جبر کرادے۔ دیکھو ہم کو کوئی زور سے بُرے کام پر لیجاتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو وسعت اور قدرت دی ہے اور تکلیفات شرعیہ ہمیں کہا ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا اور فرمایا ہے۔

فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ[1]۔ سیپارہ ۱۵۔ سورۃ کہف۔ رکوع ۴۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَھَدَیْنٰھُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰی عَلَی الْھُدٰی[2]۔ سیپارہ ۲۴۔ سورۃ حٰم سجدہ۔ ع ۲۔

بلکہ شرعی طاقت اور استطاعت عقلی طاقت اور استطاعت سے بھی وسیع ہے۔ دیکھو

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا[3] س ۳۔ سورہ بقرہ۔ رکوع ۴۔

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا[4]۔ سیپارہ ۴۔ سورۃ آل عمران۔ ع ۱۰۔

فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی[5]۔ سیپارہ ۳۰۔ سورہ لیل۔ رکوع ۱۔

ج

کل دُنیا کی ترقی کا مدار قومی اجتماع پر ہے۔ تمام مہذب بلاد میں جب تہذیب شروع ہوئی اس وقت بھی یہی کلب و انجمنیں بنیں حضور علیہ السلام کے دین میں اللہ تعالیٰ نے قومی اجتماع کے

---

[1] پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے نہ مانے ۱۲۔

[2] اور جو ثمود تھے سو ہم نے اُن کو راہ بتائی پھر اُن کو خوش لگا اندھے رہنا سوجھنے سے ۱۲

[3] اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر جو اُس کی گنجائش ہے ۱۲

[4] اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو کوئی پاوے اس تک راہ ۱۲

[5] تو ہم سہج سہج پہنچادیں گے ہم اس کو آسانی میں ۱۲

عجیب بے غریب سامان تجویز فرمائے۔ اور ایسے رُوحانی محرک اُن میں رکھے جس کے باعث ان انجمنوں کے برہم ہونے کا خطرہ نہ رہا۔

اہل محلہ کے روزانہ اجتماع کے لئے پانچ وقت کی جماعت کو واجب کیا۔ رات کو سب لوگ اپنے گھروں میں سوتے ہیں۔ شبینہ واقعات میں اگر ہمدردی کی ضرورت ہے تو علی الصباح نماز فجر کی جماعت میں یہ امر حاصل ہے۔ اب بازار کی آمد و رفت شروع ہوئی مختلف معاملات خارجیہ پیش آئے تو دوپہر کے بعد جماعت کا وقت آگیا۔ عصر روزانہ اوقات کا اختتام ہے اور ابھی اہل تجارت و حرفہ غالب عمرانات میں گھر نہیں پہنچے۔ عین اس وقت کے معاملات پر اگر ہمدردی کی ضرورت ہے تو عصر کی جماعت کا عمدہ موقع ہے۔ شام کو گھر پہنچے وہاں کے نئے معاملات جو غیبوبت میں ہوئے اگر باعث اجتماع ہیں تو جماعت نماز شام اس کے لئے موزون ہے ۹، ۱۰ بجے رات کو الگ الگ ہونے کا وقت آگیا۔ مناسب ہے سب آپس میں الوداعی رخصت کرلیں اور یہی عشا کا وقت ہے۔ اس روزانہ پانچ وقت کے اجتماع میں اگر تمام اہل بلاد کو تکلیف دی جاوے تو ایک قسم کی مالایطاق ہے۔ اس لئے تمام شہر کے اہل اسلام کے واسطے ہفتے میں ایک دن جمعے کا اس اجتماع کے لئے تجویز ہوا لاکن اس اجتماع کے لئے حفظ صحت کے سامان کے واسطے نہانا، کپڑے بدلنا، صفائی ایک ضروری تھا۔ بنا براں اس کا وقت قریب نصف النہار تجویز کیا گیا۔ اور اس میں موسیٰ والی تشدید کہ سبت میں کام کرنے والے کو جلا دیا جائے۔ عالمگیر مذہب میں جس کا نام اسلام ہے مناسب نہ سمجھی زیادہ دیر تک اجتماع کو مخل صحت خیال کرکے اصل نماز سے اس نماز کو نصف کر دیا گیا۔ اور ایک خطیب (اسپیکر) کو حکم دیا گیا۔ کہ ضروریات پر کھڑے ہوکر لکچر دے اور بعد ختم نماز جمعہ کے حکم ہے چلے جاؤ۔ اور منتشر ہو جاؤ۔ قصبات اور دیہات کے اجتماع کے لئے عید کی نماز تجویز ہوئی۔ چونکہ یہ جلسہ بھاری اور سال میں کُل دو دفعہ ہوتا تھا۔ اور اس میں لوگوں کی کثرت تھی۔ اس لئے تبدیل لباس اور عطر و خوشبو لگانا جیسے جمعے میں حکم تھا۔ اس میں بھی رہا اور زیادہ تر اجتماع کے لحاظ سے حکم ہوا عید کا جلسہ شہر سے باہر میدان میں ہو تاکہ فرش ایر (تازہ ہوا) کی روک نہ رہے۔ چونکہ میدان

محل انجمن ٹھہرا اور غالب عمرانات میں دُھوپ کا خوف ہوا۔ اس لئے ابتدائے روز عید کا وقت ٹھہرایا گیا۔

عید میں رُوحانی محرک دو رکعت کی نماز ہے اور بعد نماز کے ضروری ضروری باتوں پر لکچر ہے (جسے خطبہ کہتے ہیں)۔

تمام قوموں میں میلوں کا رواج ہے۔ اور میلوں کا ہونا عمدہ مصالح دُنیوی پر مبنی ہے۔ کُل مذاہب اور تمام اقوام کے میلے خالص توحید سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ کہیں غیر اللہ کی پرستش ہے۔ کہیں صرف دنیوی خیال ہے جو فانی اور غیر باقی ہے۔ اُن کو عظمت الٰہی سے کچھ سروکار نہیں۔

اسلامی میلہ عید کا تمام دنیا کے میلوں سے رُوحانیت میں بڑھا ہوا ہے۔ اب تمام اہل اسلام کے اجتماع کے لئے صدر مقام کی ضرورت تھی۔ تاکہ مختلف بلاد کے بھائی اور اسلامی رشتے کے سلسلے میں یکتا باہم مل جاویں۔ مگر ایسے اجتماع کے لئے اول تو کُل اہل اسلام کا اکٹھا ہونا اور امیر و فقیر کا جانا محال تھا۔ علاوہ بریں فقرا اور محتاجوں کے جانے میں کوئی بڑے فائدے مترتب ہونیکی امید بھی نہیں ہوسکتی تھی۔ اس لئے حکم ہُوا۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔ سیپارہ ۴۔ رکوع ۱

اور یہ بھی ہے کہ امرا کے حق میں عیش اور کبر ہی مہلک امراض اور ترقی کے دشمن ہیں دُور و دراز کا سفر کرنا۔ احباب اور اقارب کو چھوڑنا۔ سردی اور گرمی کی برداشت کرنا۔ مختلف بلاد کے علوم اور فنون اور اقسام مذاہب اور عادات پر واقف ہونا۔ سُستی اور نفس پروری کا خوب استیصال کرتا ہے۔

حج کے اعمال کبر و بڑائی کے سخت دشمن ہیں۔ زیب و زینت کو ترک کرنا۔ غربا کے ساتھ ننگے سر کوسوں چلنا دنیا داروں مستوں، عیاشوں کو کیسی کیسی ہمت بڑھانے کا موجب ہے۔ غرض حج کیا ہے اسلامیوں کو تجربہ کار اور ہوشیار بنانا ہے

بے ریب ایک ملک کے فوائد کو دوسرے ملک تک پہنچانے میں جیسی طاقت دولت مند

رکھ سکتے ہیں ویسی علی العموم غریب لوگ نہیں رکھ سکتے۔ ایسے صدر مقام کے لئے کون سا مکان تجویز ہوتا۔ پس مکہ معظمہ سے کوئی مکان بہتر نہ تھا۔ کیونکہ اول تو وہ مقام مبدء اسلام تھا۔ دوم اُس میں ایسے لوگوں کی یادگاری تھی جن کی سعی اور کوشش سے سخت سے سخت بُت پرستی کا دُنیا سے استیصال ہوا اور خالص الٰہی توحید قائم ہوئی۔

تمام مساعی جمیلہ اشاعتِ اسلام کے جن لوگوں سے سرزد ہوئے اُن کا اصل مولد وہی شہر تھا۔ اگر کوئی چیز یادگار جوش دلانے والی دنیا میں ہو سکتی ہے تو مکے سے بہتر کوئی بھی نہیں۔ الاّ امرا کے ساتھ جن پر حج فرض ہے۔ ممکن بلکہ ضرور تھا کہ اُن کے نوکر چاکر بھی حج کرنے کو ساتھ جاویں۔ اور کچھ لوگ غربا میں سے عشق کے مجبور کئے ہوئے بھی وہاں پہنچیں۔ اس لئے اسلام نے بغرض کمال اتحاد اہل اسلام تجویز فرمایا کہ سب لوگ سادہ دو چادروں پر اکتفا کر کے امیر و غریب یکساں سر سے ننگے کرتے سے الگ سادہ وضع پر ظاہر ہوں۔ تاکہ ان کی یکتائی اور اتحاد کامل درجے پر پہنچے۔

۱۔ اس حالت کا نام احرام ہے۔ کچھ عقلی حسن اس کا سُن چکے ہو کچھ اور سُن لو۔ زیب و زینت کی پہلی سیڑھی حجامت بنوانا، بال کٹوانا ہے۔ اور اس کی ان ایام میں ممانعت ہے۔ جو وضع کے پابندوں کو محال نظر آتی ہے اور کتب مقدسہ میں اس طرح کی نظیر موجود ہے۔

"نذیر کے سر پر اُسترا نہ پھیرا جائے جب تک وے دن جن میں اُس نے اپنے آپکو خداوند کے لئے نذر کیا ہے گذر نہ جاویں۔ سر کے بال بڑھنے دے"۔ گنتی ۶ باب ۵

۲۔ پھر اس مسجد میں جس کے وجود اور جس کی عظمت کا عنقریب ہم ثبوت دیں گے۔ ابراہیمی عبادت کی طرح پر ایک عبادت ہے۔ جسے طواف کہتے ہیں۔ پروانہ وار چند بار الٰہی مسجد کے گرد گھومنا۔ اس طواف کا ثبوت اگر دیکھنا ہو زبور ۲۶ کو دیکھو۔

۳۔ پھر صفا اور مروہ کے درمیان بیادگار اُمّ اسمٰعیل ہاجرہ علیہا السّلام چلنا۔ ہاجرہ کو جب ابراہیم نے یہاں چھوڑا تو انہوں نے ابراہیم سے پوچھا۔ تو ہمیں کس کے سپرد کرتا ہے۔ تو ابراہیم نے

فرمایا خدا کے سپرد اور اُسی کے حکم سے۔ تب ہاجرہ نے کہا جاؤ۔ وہ اللہ تعالیٰ ہم کو ضائع نہ کرے گا آخر پیاس کی شدت میں پانی کی جستجو میں جب یہاں دوڑیں تو خدا نے زمزم سے اُنکی امداد کی۔ اس قسم کی یادگاریں اولادِ ابراہیم میں مروج تھیں۔ دیکھو پیدائش ۳۵ باب ۱۵ بلکہ یشوع نے بارہ پتھر جن کا ذکر یشوع ۴ باب میں ہے دریا سے صرف یادگار کے لئے اٹھائے اور دریا کے باہر لاکر رکھے۔ پولا ہلانے کی رسم جسکا ذکر احبار ۲۳ باب میں عیسائی مانتے ہیں مسیح کے جی اُٹھنے کی یادگار ہے۔

۴۔ پھر عرفات کے میدان میں جانا ایک ضروری فعل حج کا ہے۔ جہاں نہ کوئی پتھر نہ کوئی درخت صرف الٰہی یاد ہے۔ اور اُسی سے دُعا۔ دیکھو موسیٰ بھی فرعون کو کہتے ہیں۔ خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے۔ کہ میرے لوگوں کو جانے دے تاکہ وے بیابان میں میرے لئے عید کریں۔

۵۔ پھر حلق ہے جس کی وجہ یہ ہے۔ بہت دنوں سے سر کھلا رہا۔ گرد و غبار پڑا۔ عام لوگوں کا سامان سر دھونے کا اس سے بہتر کیا ہے۔ کہ سر منڈوادیں یا بالوں کو کٹوائیں حلق کا رواج اور اس کا ثبوت مقدسہ کتب میں موجود ہے۔ دیکھو ایوب ۱۔ باب ۲۰۔ نذیر جماعت کے خیمے کے دروازے پر سر کی منت منڈاوے۔ گنتی ۶ باب ۱۸ بلکہ احبار ۱۴ باب ۹ میں تو چار ابرو کا صفایا مندرج ہے۔ متی ۸ باب ۴ میں اس کا جواز اور ان رسوم کا اتباع دیکھ لو۔

قربانی۔ نذیر کے پاس اگر کوئی ناگہاں مر جاوے۔ تو ایسی قمریاں یا کبوتر ایک خطا کی قربانی اور ایک سوختنی قربانی گذرانے۔ اور نذیر قربانی بے عیب یکسالہ برہ ایک خطا کی قربانی۔ دُوسرا سوختنی قربانی کے لئے اور فطیری روٹی چپڑی ہوئی اور مہدی۔ میدے کے کلچے تیل سے چپڑے ہوئے کاہن کو دے۔ گنتی ۶ باب ۱۰۔ اور دیکھو پیدائش ۸ باب ۲۰ و ۱۲ باب ۸

کثرت قربانی۔ ۲ تاریخ ۷ باب ۵۔ ۱ سلاطین ۸ باب ۵ میں دیکھنے کے قابل ہے۔ ہاں اتنی بات رہ گئی۔ مقدسہ کتب میں اجتماع کے لئے ترئی اور ناقوس کی ابدی رسم ہے۔ اسلام نے اس کے بدلے کہیں اذاں کے لطیف کلمات اور رج میں۔

لَبَّیْکَ[1] لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکُ لَاشَرِیْکَ لَکَ۔

توجہ الی القبلہ (قبلے کی طرف منہ پھیرنا)۔ سچ ہے شک نہیں۔ سجدہ پرلے درجے کا عجز اور نیاز ہے۔ یہ عمدہ فعل ضرور ہے۔ کسی طرف واقع ہو۔ اور کوئی طرف ہو اس میں مخلوق کا ہونا ضروری ہے۔ اس لئے شارع نے خود ایک جہت مقرر کر دی جس میں کئی فائدے ہیں۔

اول[1] یہ اشارہ کہ سب کو چاہئیے ایک دل ہو کر معبود حقیقی کی عبادت کریں۔

دوم[2] اہل اسلام اور منافقین میں مابہ الامتیاز ہو۔ اسی واسطے مکے میں آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اور مدینے میں جب تشریف لائے تو بعد چند مدت کے مکے کی طرف توجہ فرمائی۔ قرآن خود اس سِرّ اور بھید سے آگاہ کرتا ہے جہاں فرماتا ہے۔

وَمَا[2] جَعَلْنَا الْقِبْلَۃَ الَّتِیْ کُنْتَ عَلَیْھَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْہِ۔ سورۃ البقرہ۔ سیپارہ ۲

سوم[3] جماعت کے انتظام میں خلل نہ ہو۔ اور تمام دنیا کے اہل اسلام یک جہت رہیں۔

چہارم[4] قبلے کی طرف منہ کرنا۔ ملّت ابراہیمی کا نشان اور ان کی اولاد کا معمول ہے۔ دیکھو یشوع اور سارے اسرائیلی بزرگوں نے اپنے کپڑے پھاڑے اور خداوند کے عہد کے صندوق کے آگے شام تک اوندھے پڑے رہے یشوع ۷ باب ۶۔ ۱۔ سلاطین ۸ باب ۲۸۔ ۴۸۔ ترکیب آنے کی مقدس میں احبار ۱۶ باب۔ ملاکی ۳۔ باب ۱۴۔ اور تیرے آگے سجدہ کریں گے وے تیرے آگے منت کریں گے۔ اور کہیں گے یقیناً خدا تجھ میں ہے یسعیاہ ۴۵۔ باب ۱۴

دعا بیت اللہ میں مقبول ہے۔ ۲ تاریخ ۷ باب ۱۵۔

---

۱ حاضر ہوں اے میرے خدا حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ حاضر ہوں بے شک حمد اور نعمت اور ملک تیرے ہی لئے ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ ۱۲

۲ اور نہیں کیا تھا ہمنے وہ قبلہ جس پر تو تھا مگر اسلئے کہ ظاہر ہو جاوے کہ کون رسول کے تابع ہے اس سے جو پھر جاتا ہے ایڑیوں پر ۱۲

دانیال اپنی کوٹھری کا دریچہ جو یروشلم کی طرف تھا۔ کھول کر دن میں تین دفعہ گھٹنے ٹیک کر اور داؤد بیت ایل کی طرف خدا کے حضور دعا اور شکر گذاری کرتے رہے۔ دانیال ۶ باب ۱۰ زبور ۹۹۔ ۹ اور زبور ۱۳۸۔ ۲

حجر اسود کیا ہے۔ ایک بن گھڑا پتھر ہے۔ چونکہ گھڑے ہوئے پتھروں کی عبادت ہوتی تھی اس واسطے ابراہیم اور اُن کی اولاد نے یادگار یا نشان کے لئے بن گھڑے پتھر رکھے تھے پیدائش ۲۸ باب ۱۸۔ یعقوب نے پتھر کھڑا کیا۔ اور اس پر تیل ڈالا۔ اور پیدائش ۳۵ باب ۱۵ اور یشوع ۴ باب ۵۔ ۶۔ ہر ایک تم میں سے بنی اسرائیل کے فرقوں کے مطابق ایک ایک اپنے کاندھے پر رکھے۔ تو کہ تمہارے درمیان نشان ہو۔ پادری ان باتوں سے انکار نہیں کر سکتے۔

پُرانے زمانے میں کیا اس زمانے میں بھی تصویری زبان کا رواج ہے۔ اکثر آریہ ورت کے قصص تصویری زبان ہیں ہیں۔ اور کئی اخباروں میں تصویری زبان معمول ہے۔ سکندر اور دارا کے قصے میں تصویری زبان کی گفتگو مشہور ہے۔ عیسائی بھی تسلیم کرتے ہیں یشوع کے بارہ پتھر بارہ حواریوں کا اشارہ جانتے ہیں۔ یہودی قربانیاں مسیح برّے کی پھانسی بتاتے ہیں۔ بلکہ ختنہ بھی عیسٰے ابن مریم کے قتل کا نشان کہتے ہیں۔ پولا ہلانا جس کی نسبت احبار ۲۳ باب ۱۰ میں حکم ہے مسیح کا جی اٹھنا بیان کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں۔ متی ۲۱ باب ۳۳۔ ۴۲ میں لکھا ہے۔ بنی اسرائیل کو اللہ تعالٰے نے آباد کیا۔ ایک باغ کا مہتمم بنایا (ایک شرع کا) مگر انہوں نے نافرمانی کی یہاں تک کہ اپنے آخری صلح کار (اکلوتے بیٹے) کو مار ڈالا۔ اس لئے خدا اُن کو سزا دے گا۔ کونے کے پتھر سے جسے معماروں نے ناپسند کیا۔ یہی مضمون یسعیا ۲۸ باب ۱۶ میں ہے اور دانیال ۲ باب ۳۴ میں ہے۔ یہود غیر قوموں کو بھی پتھر کہتے تھے۔ اور ہمیشہ بنی اسمٰعیل کو یہ معمار قوم حقیر جانتے تھے۔ الاعرب میں قدیم سے اس لئے کہ وہ ان پڑھ قوم تھی تصویری زبان میں بطور پیشین گوئی اور بشارات کے یہ یسعیا ۲۸ باب ۱۶۔ اور متی ۲۱ باب ۴۲۔ اور دانیال ۲ باب ۴۴ والا کلام کے ہیں اس طرح سے

تحریر ہوا کہ بیت اللہ کے کونے پر ایک بن گھڑا پتھر نصب کیا گیا ہے۔ جس کے ساتھ یہ بات کیجاتی تھی کہ اُسے صرف ہاتھ لگاتے جو بیعت اور اقرار کا نشان ہے۔ مطلب یہ کہ اس پاک شہر میں وہ کونے کا پتھر ہوگا جس کے ہاتھ پر بیعت کرنا ضرور ہے۔ جو کوئی اس پر گرے گا چُور ہوگا جس پر یہ گرا اُسے پیس ڈالے گا حسب بیان دانیال ۲ باب بابل کا حال دیکھو۔

نادان کہتے ہیں مسلمان پتھر کی پرستش کرتے ہیں۔ آریہ اور عیسائی بتائیں عبادت کسے کہتے ہیں۔ عبادت میں اُستتی حمد اور تعریف۔ پرارتھنا۔ یعنے دُعا۔ اور اُپاشنا یعنی دھیان ضرور ہے بتائیں مُسلمان کب اُس پتھر کی تعریف اور اُس سے دُعا اور اس کا دھیان کرتے ہیں۔ اسلامی کسی عبادت میں اس پتھر کا ذکر بھی نہیں۔ بلکہ عباداتِ اسلامیہ میں تو مکے کا ذکر بھی نہیں۔ اُس کی عبادت کیا ہوگی۔ اگر اس کو ہاتھ لگانا۔ یا چُومنا عبادت ہے۔ تو سب لوگ بیاہی ہوئی عورتوں کے عابد اور خدا کو سجدہ کرنے والے زمین کے پُجاری ہوں گے۔ بات یہ ہے کہ مقدس مقام میں تصویری زبان کے اندر یہ گفتگو ہے کہ نبوت کی پاک محل سرا میں کونے کا پتھر یہاں مکے سے نکلے گا۔ بلکہ مسیح نے متی ۲۱ باب ۳۳ میں خود کہا ہے کہ یہ تمثیل ہے اِنتہٰے۔

نفسِ وجود کعبہ اور بیت اللہ کا ثبوت

پیدائش ۱۲ باب ۶-۹- ابراہیم نے خداوند کے لئے کنعان میں ایک قربان گاہ بنائی اور وہاں سے روانہ ہو کے اُسنے بیت ایل کے پورب ایک پہاڑ کے پائیں اپنا ڈیرہ کھڑا کیا۔ بیت ایل اس کے پچھم اور عی اس کے پورب تھا۔ اور وہاں اُس نے خدا کے لئے ایک قربانگاہ بنائی اور خداوند کا نام لیا۔ اور ابرام رفتہ رفتہ دکھن کی طرف گیا۔ یہاں جس بیت ایل کا تذکرہ ہے۔ وہ ضرور مکہ ہی ہے۔ کیونکہ کنعان عرب کے حدود میں ہے۔ اور لکھا ہے قربانگاہ بنا کے جب روانہ ہُوا۔ پھر ایک جگہ ڈیرا لگایا۔ اور وہاں دُوسرا قُربانگاہ بنایا۔ اور اس کے پچھم ایک بیت ایل کا بیان کیا۔ جو بیت ایل سمندری ہے۔ یم سمندر کو کہتے ہیں اور وہاں لفظ بیت ایل یم ہے۔ اور

نیز آخر میں کہا ہے ابرام رفتہ رفتہ دکھن پہنچا۔ اور مسیح فرماتے ہیں کہ دکھن کی ملکہ شہر سبا کی شہزادی تھی۔ جو سلیمان کی پاس آئی۔ اور صاف ظاہر ہے کہ بیت اللہ جسے مکہ کہتے ہیں۔ کنعان سے دکھن کی طرف واقع ہے۔ علاوہ بریں پیدائش ۱۳ باب ۳ میں ابرام کی نسبت لکھا ہے کہ وہ دکھن کی طرف چلا اور سفر کرتا دکھن سے بیت ایل میں پہنچا۔ اور تراجم موجودہ میں جو فقرہ اس کے بعد لکھا ہے وہ توریت کا فقرہ نہیں اور قومی روایات ملکی تواتر۔ رسومات کا توافق ابراہیمی عبادات سے ختنے کی رسم قربانی وغیرہ مناسک میں اتحاد تمام اقوام عرب کا اس بات پر نسلاً بعد نسلٍ اتفاق صاف گواہی دیتا ہے کہ ابراہیم کو اس مسجد سے تعلق ہے جسے بیت اللہ کہتے ہیں۔

پھر کوئی امر قانون قدرت میں اور کوئی ضروری اور بدیہی علم ہمیں اس اعتقاد سے پھرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔

یسعیا۔ ۶۰ باب ۶۔ اونٹنیاں کثرت سے تجھے آکے چھپالیں گی۔ مدیان اور عیفہ کی جوان اونٹنیاں وے سب جو سبا کے ہیں آویں گے۔ ۷۔ قیدار (پسر اسمٰعیل) کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ نبیط (پسر اسمٰعیل) کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جاویں گے۔ اور میں اپنی شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔ یہ کون ہیں جو بدلی کی طرح اُڑتے آتے ہیں۔ اور کبوتر کی مانند اپنی کابک کی طرف یقیناً بحری ممالک تیری راہ تکیں گے۔ اور ترسیس کے جہاز پہلے آویں گے۔ ۱۰۔ اجنبیوں کے بیٹے بھی تیری دیوار اٹھائیں گے۔ اور ان کے بادشاہ تیری خدمت گذاری کریں گے۔ اگرچہ میں نے اپنے قہر سے تجھے مارا پر اپنی مہربانیوں سے تجھ پر رحم کروں گا۔ اور تیری پھاٹکیں نت کھلی رہیں گی۔ وے دن رات کبھی بند نہ ہوں گی۔

۱۴ اہل وہ سب جنہوں نے تیری تحقیر کی تیرے پاؤں پڑیں گے اور وہ خدا کا شہر اسرائیل کے قدوس کا صیہون (سنگلاخ زمین) تیرا نام رکھیں گے۔ اس کے بدلے کہ تو ترک کی گئی۔ اور تجھ سے نفرت ہوئی۔ الے آخرہ

یسعیا ۵۴ باب ۱- اری بانج تو جو نہیں جنتی تھی (کے اور قوم قریش میں کوئی نبی اور رسول نہ ہوا اسلئے اُسے بانج کہا) خوشی سے للکار تو جو حاملہ نہ ہوتی تھی وجد کرے گا اور خوشی سے چلاّ کیونکہ خداوند فرماتا ہے۔ بیکس چھوڑی ہوئی کی اولاد خصم والی کی اولاد سے زیادہ ہیں (اہل اسلام یہود سے زیادہ ہیں۔ اور عیسائی مجوس اور موجودہ یروشلم سے الگ ہو بیٹھے ہیں۔ وہ ظاہری یروشلم کی اولاد ہی نہیں) اپنے خیمے کو بڑھا دے۔ ہاں مسکن کے پردے پھیلا۔ دریغ مت کر۔ اپنی ڈوریاں لمبی اور اپنی میخیں مضبوط کر۔ اس لئے کہ تو داہنی اور بائیں طرف بڑھے گی۔ اور تیری نسل قوموں کی وارث ہوگی۔ اور اُجاڑ شہروں کو بسادے گی۔ مت ڈر کہ تو پھر پریشان نہ ہوگی۔ تو مت گھبرا کہ تو پھر رسوا نہ ہوگی۔ تو اپنی جوانی کے ننگ بُھول جائے گی۔ اور اپنی بیوگی کی عار پھر نہ یاد کریگی کیونکہ تیرا خالق تیرا شوہر ہے۔ اس کا نام ربّ الافواج ہے۔ اور تیرا نجات دینے والا اسرائیل کا قدوس ہے۔ وہ ساری زمین کا خُدا کہلائے گا۔ کیونکہ تیرا خدا کہتا ہے خداوند نے جو تجھے طلاق کی ہوئی اور دل آزردہ عورت سے ہے۔ اور جوانی میں کی ایک جورو کے مانند جو رد کی گئی ہو۔ پھر بُلایا ہے۔ لاکن اب میں بہت سی مہربانیوں کے ساتھ تجھے سمیٹ لونگا۔ شدت قہر کے حال میں میں نے اپنا مونہہ تجھ سے ایک لحظ چھپایا۔ پر اب میں ابدی عنایت سے تجھ پر رحم کروں گا۔ خداوند تیرا بچانے والا یوں فرماتا ہے۔ میرے آگے یہ نُوح کے پانی کا سا معاملہ ہے۔ جس طرح میں نے قسم کھائی تھی۔ کہ پھر زمین پر نُوح کا سا طُوفان کبھی نہ آوے گا۔ اسی طرح اب میں نے قسم کھائی کہ میں تجھ سے پھر کبھی آزردہ نہ ہوں گا۔ غرض یسعیاہ ۵۴ باب میں دُور تک یہ مضمون ہے۔ یسعیاہ ۶۰ اُٹھ روشن ہو تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا۔ دیکھ تاریکی زمین پر چھا گئی۔ اور تیری قوموں پر بھی تاریکی نے اثر کیا۔ لاکن خداوند تجھ پر طالع ہوگا اور اس کا جلال تجھ پر نمود ہوگا۔ اور قومیں اور بڑے بادشاہ تیری روشنی اور تیرے طلوع کی تجلی میں چلیں گے۔ انتہی مختصراً

ہم یقینی طور پر کہتے ہیں یہ سب مکے کی تعریف ہے۔ اگر نہیں تو بتاؤ مدیان اور عیفہ اور سبا کی اونٹنیاں کہاں جمع ہوتی ہیں۔ قیدار کی بھیڑیں اور نبیط کے مینڈھے کس مذبح پر چڑھائے جاتے

ہیں۔ عبری میں جس چیز کی زیادہ تعریف کرنا مطلوب ہوتا ہے اُسے ملکہ اور عورت کر کے تعبیر کرتے ہیں۔ اگر انکار ہے تو دیکھو حزقیل ۱۶ باب الی آخرہ۔

نسخ احکام یا تکمیل اور احکام کا پُورا ہونا

امر اوّل۔ عیسائیوں اور مسلمانوں میں اس جھگڑے کو سُن کر بڑا تعجب آتا ہے۔ اگر مباحث میں تھوڑا انصاف بھی مد نظر ہوتا تو یہ قضیہ جلد طے ہو جاتا۔ کیونکہ پادری صاحبان اور اُن سے سُن کر یہود و آریہ یہ کہتے ہیں کہ نسخ کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ کوئی حکم کسی وقت دیا گیا یا کوئی کام کیا گیا۔ پھر اس میں دوسرے وقت نقص معلوم ہوا یا پہلے حکم یا کام سے دوسرا اور عمدہ حکم یا کام سمجھ میں آیا تو پہلے حکم کو اٹھا کر دوسرا حکم جاری کر دیا۔ یا پہلے کام کو ترک کر کے دوسرا کام شروع کر دیا۔

نسخ کے ان معنی سے خداوند تعالےٰ کے کمال علمی اور تقدس کو نقص ثابت ہوتا ہے اور ایسا اعتقاد کفر ہے۔ اے برادران اسلام ان معترض صاحبوں کی خدمت میں عرض کر دو کہ اسلامی شریعت میں ہم ایسے نسخ کے قائل نہیں۔ اور جن اعتقادات سے ذاتِ پاک میں نقص لازم آوے اُن کو ہم لوگ کفر یقین کرتے ہیں ہم نہیں کہتے کہ موسیٰ کے زمانے میں خدا کو علم یا تجربہ کم تھا۔ پھر داؤد کے وقت زیادہ ہوا۔ مسیح کے زمانے میں اور زیادہ۔ اور نبی عربی کے دور دورے میں اور بھی زیادہ ہو گیا۔ توبہ توبہ توبہ۔ پس جھگڑا طے ہوا۔

امر دوم۔ بعضے متعصبان مدعی علم کہتے ہیں۔ قرآن میں لکھا ہے۔ کہ زبور کے آنے سے توریت اور انجیل سے زبور اور قرآن سے انجیل منسوخ ہو گئی۔ اُن کی خدمت میں گذارش ہے کہ قرآن میں یہ بات نہیں لکھی۔ زبور تو مناجات کی کتاب ہے۔ اُس کو نسخ سے کیا تعلق۔ معلوم نہیں ہو سکتا۔ یہ دھوکا معترض کو کہاں سے ہوا۔ کیونکہ قرآن میں یہ باتیں ہرگز ہرگز نہیں۔ نسخ کے معنے عربی لغت میں بدلنے اور باطل کرنے کے ہیں۔ قرآن میں لکھا ہے۔

فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ ۔ سیپارہ ۱۷ سورہ حج رکوع ۷ ۔

اور قرآن توریت اور انجیل کی نسبت فرماتا ہے۔

[۲] إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيهَا هُدًى وَّنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا بِاٰيٰتِى ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ ۝ سیپارہ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۷ ۔

یہ تو توریت کی نسبت ارشاد ہوا۔

[۳] وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ص وَاٰتَيْنٰهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَّنُورٌ لا وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۝ وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيهِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ۔ سیپارہ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۷ ۔

یہ فرمان انجیل کی نسبت ہے یہاں (آثار، اور مصدق) کا لفظ قابل غور ہے ۔ اب ایک اور آیت سنا کر آپ سے داد چاہتا ہوں اور خدا سے اجر۔

---

۱ پس موقوف کر دیتا ہے اللہ جو ڈالتا ہے شیطان ۔۱۲

۲ ضرور ہم نے بھیجی توریت اس میں ہدایت اور نور ہے۔ اس پر حکم بردار نبی ۔ اور درویش اور عالم یہود کو حکم کرتے ہیں۔ اس لئے کہ خدا کی کتاب کے محافظ بنائے گئے۔ اور اس کی خبرداری پر تھے۔ مجھ سے ڈرو نہ لوگوں سے۔ اور آیات کو دنیا کمانے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ جو لوگ خدا کے اُتارے حکموں پر عمل نہیں کرتے وہی کافر ہیں ۔۱۲

۳ اور پیچھاڑی میں بھیجا ہم نے اُنہیں کے قدموں پر عیسےٰ مریم کا بیٹا۔ سچ بتاتا توریت کو جو آگے سے تھی اور اس کو دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت اور روشنی اور سچا کرتی اپنی اگلی توریت کو اور راہ بتاتی اور نصیحت ڈر والوں کو۔ اور چاہیئے کہ حکم کریں انجیل والے اُس پر جو اللہ نے اتارا اس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے اللہ کے اتارے پر سو وہی لوگ ہیں بے حکم ۔۱۲

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ۭ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَاۗءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ۝[1]

سیپارہ ۶۔ سُورۃ مائدہ۔ رکوع ۹

دیکھو قرآن نے کس قدر توریت و انجیل کی مدحت سرائی کی ہے۔ اور غور کرو غور۔ غور۔ اور سنو ہاں سنو۔ پھر سنو۔ کس قدر یہودی اور عیسائی مذہب والوں کو آزادی دی ہے۔ کیسے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ[2] کا اظہار کیا ہے۔ سوچو یہ سُورت مدنی ہے۔ مکی نہیں۔ اور ان آیات کو منسوخ نہیں کیا۔

ہم نے ان آیات کو لکھ کر ثابت کر دیا ہے کہ قرآن نے توریت اور انجیل کو منسوخ نہیں کیا۔ بلکہ ہدایت اور نور کہہ کر یہود اور نصاریٰ کو اُن پر عمل کی تاکید کی ہے۔

بھلا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ آیات منسوخ کرنے کو آئی ہیں۔

امر سوم۔ کچھ شک نہیں کہ حسب اختلاف اوقات اور باختلاف بلاد اور باختلاف اقوام مشترک قانون میں خصوصیات کا لگانا ضروری ہوتا ہے۔

مثلاً کپڑا پہننا تمام بلاد مہذبہ کا ایک ضروری قانون ہے۔ الّا موسم گرما اور بلاد گرم کے لئے کسی طرح کا۔ اور موسم سرما اور بلاد سرد کے لئے کسی دوسری طرح کا ضروری ہے کیچڑ میں کام کرنے والے مزدور کے لئے ایک قسم کا۔ اور بادشاہوں کے لئے جشن جلوس کے دن کے واسطے اور قسم کا۔

مصلحان قوم یا مقننان شرع پر نگاہ کرو جب دنیا میں آدمی تھوڑے۔ جب اُن کی بلاد دور دست میں آمد و رفت کم ہوگی جب لوگوں کی تہذیب ابتدائے سن طفولیت میں تھی اس وقت کے قوانین اور پھر جب کثرت ہوگئی۔ باہمی تعلقات بڑھ گئے۔ تہذیب کو نشو و نما ہونے لگا۔ تو اس وقت کے قوانین۔ یہ مصلحان قوم یا مقننان دین برابر بیان کرسکتے اور اُن سے فائدہ پہنچا

---

[1] اور اگر وہ قائم رکھیں توریت اور انجیل کو اور جو اترا ان کو ان کے رب کی طرف سے تو کھاویں اپنے اُوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے۔ کچھ لوگ ان میں ہیں سیدھے اور بہت اُن کے بُرے کام کر رہے ہیں۔ ۱۲

[2] یہ آیت سیپارہ ۳۔ سُورۂ بقر رکوع ۴ میں ہے۔ ترجمہ۔ زور نہیں دین کی بات میں۔ ۱۲

سکتے تھے۔ بلکہ غریب و مسکین بے دست و پا مقنن و مصلح اور قوی و زور آور رعب و داب والے مصلح و مقنن کے قوانین برابر نہیں ہو سکتے۔ پس یہی وجہ ہے کہ یہ شرائع انبیاء ہیں اور مصلحان حکماء میں کچھ باہم تغیر موجود ہے اور اصول سب کے ایک ہیں خصوصیاتِ عارضہ میں اختلاف ہے۔

ایک ہی قوم میں مختلف اوقات پر مختلف احکام شرعیہ ہوتے رہے ہیں۔ ہم ذیل میں نظائر بیان کریں گے۔ الا عیسائی اسے تکمیل کہتے ہیں۔ نسخ نہیں کہتے۔ میں مسلمانوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں حقیقت میں یہ اختلاف تکمیل ہے۔ قرآن بھی آخر میں فرماتا ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ۔ سیپارہ ۶۔ سورہ مائدہ۔ رکوع ۱۔

پس تم کو کیا ضرور ہے کہ تغیر اور تبدیل اور نسخ کہو بلکہ تم بھی تکمیل کہا کرو۔ عیسائیوں کی خدمت میں بھی عرض ہے کہ حسب لغت عرب یا اصطلاح اگر مسلمان ان تغیرات کو نسخ کہیں تو یہ بمعنی تکمیل ہے۔ تم کیوں بُرا مانتے ہو۔

اصل چہارم۔ تعجب ہے حسب کتب مقدسہ شرعیہ خدا کے افعال و احکام میں بڑا تغیر و تبدیل ہوتا رہا ہے اور عیسائی مقدسوں نے اس تغیر کو ایسے الفاظ سے بیان کیا ہے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے نادانی سے پہلا حکم یا کام کیا۔ الّا وہاں تاویلیں کرنے کو شروع ہو جاتے ہیں اور قرآن میں ایسا ایک لفظ بھی نہیں۔ اور وہاں اعتراض۔ ہائے تعصب تیرا ستیاناس ہو۔ سنو خدا نے انسان کو بنایا اور پچھتایا۔ پیدائش ۲ باب الّا ۶ باب پیدائش میں لکھا ہے۔ آیت ۶۔

۱۔ تب خداوند زمین پر انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا۔ اور نہایت دلگیر ہوا۔ پیدائش ۶ باب ۶۔

۲۔ تب خداوند نے اس بدی سے جو چاہا تھا۔ کہ اپنی لوگوں سے کرے پچھتایا۔ خروج ۳۲ باب ۱۴۔

۳۔ تو بھی سموئیل ساول کی بابت غم کھاتا رہا۔ اور خداوند بھی پچھتایا۔ کہ اس لئے ساول کو بنی اسرائیل کا بادشاہ کیا۔ ۱۔ سموئیل ۱۵ باب ۳۵ (خدا نے ساول کو مسیح کیا پھر وہ مرتد ہوا اس لئے پچھتایا)

بنی اسرائیل پر عذاب نازل ہونے کو تھا۔ کہ انہوں نے عاجزی کی۔ اس پر کتب مقدسہ میں لکھا ہے

۱؎ آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور پورا کیا میں نے تم پر احسان اپنا ۱۲

تب خدا کا جی اسرائیل کی پریشانی سے غمگین ہوا۔ قاضی ۱۰ باب ۱۶۔
اس پر طرّہ جسمی ختنہ ابراہیمؑ کی اولاد میں ابدی رسم تھی۔ پیدائش ۱۷ باب ۱۴۔ اور حضرت مسیحؑ نے بھی ختنہ کرایا۔ ۲ باب ۲۱ لوقا۔ مگر ۱۵ باب اعمال میں منسوخ کیا گیا۔ بلکہ پولوس نامۂ گلتیاں کے ۵ باب اور ۶ میں کیسا تشدد کرتا ہے اور کس زور سے ختنے کی ممانعت کرتا ہے اور اعمال سے معلوم ہوتا ہے اس کے ابطال پر پہلے کمیٹی ہوئی۔ اور پولوس فرماتے ہیں۔ اگر تم ختنہ کراؤ۔ تو تم کو مسیح سے کچھ فائدہ نہیں۔ جس نے ختنہ کرایا۔ اُسے شریعت پر عمل واجب ہے۔ اور جس نے شریعت سے راستبازی چاہی اُسے مسیحؑ سے جدائی ہوئی۔ نامۂ گلتی۔ ۵ باب۔

قربانیاں توریت کے لحاظ سے ابدی رسومات تھیں۔ شریعت عیسوی نے بالکل اٹھا دیں۔ اور کہدیا وہ مسیحؑ کے نمونے تھے۔ کل احکام توریت کی نسبت خط نسخ کھینچ گیا۔ حالانکہ متی ۲۳ باب احکام فقہائے یہود کی تعمیل کی تاکید تھی۔ دیکھو ۱۵ باب ۲۴ اعمال میں لکھا ہے کہ ہم نے سُنا ہے۔ کہ لوگ تمہیں کہتے ہیں کہ ختنہ کراؤ۔ شریعت پر چلو۔ روح القدس اور ہم نے بہتر جانا۔ اِن ضروری باتوں کے سوا تم پر اور بوجھ نہ ڈالیں۔ تم بتوں کے چڑھاوے اور لہو اور گلا گھونٹی چیز اور حرامکاری سے پرہیز کرو (بس حرامکاری کے بدلے اصل لفظ سور ہے) اور وہ سیاق کے مناسب) پھر پولوس نے اس پر حاشیہ چڑھایا۔ اور حواریوں نے جس قدر حد باندھی تھی اس پر آزادی بخشی ۱۴ باب ۱۴۔ رومیاں۔ مجھے یسوع سے معلوم ہوا۔ اور میں نے یقین کر کے جانا کہ کوئی چیز ناپاک نہیں لاکن جو اُسے ناپاک جانتا ہے اس کے لئے ناپاک ہے۔ پھر تعجب آتا ہے حرامکاری بھی کہیں اسی میں آگئی۔ شاید اسی واسطے شریعت عیسوی میں حد نہیں۔ نامۂ عبرانیاں ۷ باب ۱۸ آیت میں لکھا ہے۔ پس اگلا قانون اس لئے کہ کمزور اور بے فائدہ تھا اُٹھ گیا۔ کیونکہ شریعت نے کچھ کامل نہ کیا۔ (صاف نسخ کا اقرار ہے) نامۂ گلتیاں ۳ باب ۱۱ میں ہے کہ کوئی خدا کے نزدیک شریعت سے راستباز نہیں ٹھہرتا۔ کیونکہ زندگی ایمان سے ہے پر شریعت کو ایمان سے کچھ نسبت نہیں بلکہ جس نے اس پر عمل کیا۔ سو اسی ہی سے جئے گا۔ مسیحؑ نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا (ایمان

کے معنی بھی آ گئے سمجھ لو) ۳ باب ۲۳ - نامۂ گلتیاں - لاکن ایمان کے آنے سے پیشتر ہم شریعت کے بند میں تھے - اور اس ایمان تک جو ظاہر ہونیوالا تھا گھیرے میں رہے - پس شریعت مسیح تک پہنچانے کو ہماری استاد ٹھہری تاکہ ہم ایمان سے راستباز گنے جاویں - پر جب ایمان آچکا تو ہم پھر اُستاد کے تحت میں نہیں رہتے - ۲ باب ۲۱ گلتی - راستبازی اگر شریعت سے ملتی تو مسیح عبث مُوا - ۲ باب ۱۵ نامۂ افسیاں - مسیح نے اپنا جسم دیکے دشمنی یعنی شریعت کے حکموں اور رسموں کو کھو دیا -

۷ - باب ۱۲ و ۱۸ نامۂ عبرانیاں - جب کہانت بدلی تو شریعت بھی ضرور بدل گئی - اور آیت ۱۸ میں شریعت بیفائدہ ۴ باب ۱۲ حزقیل میں ہے کہ تو کھانا گوہ سے پکاکر کھائے گا - پھر جب آہ و زاری کی تو فرمایا - اچھا گوبر سے پکاکر کھائیو - ۱۰ باب ۵ متی ان بارہ۱۲ وں کو یسوع نے بھی اور انہیں حکم دے کے کہا کہ غیر قوموں کی طرف مت جاؤ - اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل مت ہو - بلکہ خصوصاً اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جاؤ - آیت ۱۰ میں راستے کے لئے جھولے نہ دو - کرتے نہ جوتیاں نہ لاٹھی لو - کیونکہ مزدور اپنی خوراک کے لائق ہے - متی ۱۵ باب ۲۴ - اس نے جواب دے کے کہا - کہ میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا - لاکن ۱۶ باب ۱۵ مرقس میں ہے کہ تمام جہان میں جاؤ اور تمام مخلوق کو انجیل سُناؤ - اور لوقا ۲۲ باب ۳۶ میں اس بات کی اجازت دیدی - متی ۲۳ باب ۱ میں ہے - جو کچھ فریسی اور فقیہی جو موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں تم کو کہیں اور حکم کریں وہ یاد کرو - اور وہی کام کرو - اور بالکل ظاہر ہے کہ وہ توریت پر عمل کرنا بتلاتے - الّا جیسے گذرا حواریوں اور پولوس نے منسوخ کر دیا - بلکہ شریعت پر چلنے والا جہنمی ہُوا گلتی ۵ باب ۴ - نہایت عجیب بات یاد رکھنے کے قابل ہے - یوحنا ۱۶ باب ۲۵ - یہ باتیں میں نے تمثیلوں میں کہی ہیں پر وہ وقت آتا ہے میں تمہیں تمثیلوں میں پھر نہ کہوں گا - بلکہ باپ کی صاف خبر پھر تمہیں دوں گا - یوحنا ۱۶ باب ۱۲ - میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم تمثیل برداشت نہیں کر سکتے - دیکھو تبدل وقت سے تبدل احکام کیسے ثابت ہوتا ہے - مسیح کہتے ہیں اب تو تمثیل میں بات کرتا ہوں مگر اور وقت پر صاف کہوں گا - اور فرماتے ہیں کہی ایک باتیں تم سے کہنا

چاہتا ہوں مگر ابھی تم کو برداشت نہیں معلوم ہوا مدت کے بعد جب لوگ قابل برداشت ہو جائیں گے مسیح اور قسم کی باتیں لوگوں سے کہیں گے۔ ابراہیم نے اپنی سوتیلی بہن سے نکاح کیا جس کی اولاد سے تمام انبیاء بنی اسرائیل پیدا ہوئے۔ پیدائش ۲۰ باب ۱۲ موسیٰ نے ایسے نکاح کو بالکل حرام کیا۔ دیکھو ۱۸ باب ۹ و ۲۰ باب ۱۷ احبار و استثناء ۲۷ باب ۲۲ آدم کے وقت حلال چرند پرند کا خون اور چربی حلال تھی۔ پیدائش ۱ باب ۳۰ و ۹ باب ۴۔ نوح کے وقت خون حرام ہوا۔ استثناء ۱۴ باب ۹ و اشعیا ۱۱ باب ۴ و ۸ طلاق دینا اور طلاق نامہ لکھ دینا موسیٰ کے وقت جائز تھا۔ استثناء ۲۴ باب ۱ مسیح نے یا تو مطلق طلاق کو منع کیا۔ مرقس ۱۰ باب ۱۱۔ یا بجز الزام زنا منع فرمایا ۵ باب ۳۱۔ متی۔ اور وہ یہ بتائی کہ تمہاری سخت مزاجی سے طلاق جائز ہوا تھا یعقوبؑ نے حقیقی دو بہنوں سے ایک کے جیتے نکاح کیا۔ ۲۹ باب ۲۸ پیدائش۔ موسیٰ نے اس جمع کو حرام فرمایا بنی اسرائیل سے عہد جدید باندھنے کا وعدہ تھا۔ ۳۱ باب ۳۱ یرمیاہ۔ وہ جدید شریعت بقول پولوس وہی آزاد شریعت ہے جس میں توریت کے کل احکام اٹھا دئے گئے۔ ۸ باب نامۂ عبرانیاں جو سور کا گوشت اور مکروہ چیزیں اور چوہا کھاتے ہیں۔ وہ سب کے سب فنا ہو جائیں گے۔ خدا فرماتا ہے ۶۶ باب ۱۷ اشعیا۔ اور طیطس ۱ باب ۱۵ میں سب کچھ پاک کر دیا۔

تمام شد

قطعہ تاریخ طبع از نتائج طبع عالی عالم نامی و فاضل گرامی جناب مولانا مولوی محمد عبد العلی صاحب آسی ادام اللہ ربُّ الاناسی

درِ فیضانِ احمد وا ہے آئے جس کا جی چاہے
یہ بحرِ فیض ہے غوطے لگائے جس کا جی چاہے

چلیپا چل بسی تثلیث کی توحید سے کوسوں
احد کی وحدت اس احمدؐ میں پائے جسکا جی چاہے

اسی میں ہے احدؐ[1] اور حمد اور تفضیل اور وُحدان
کہاں یہ وصف عیسیٰ میں دکھائے جس کا جی چاہے

بنامِ ایزدی ہے نامی نام اس احمدؐ کا محمدؐ بھی
کوئی محمود اور ایسا بتائے جس کا جی چاہے

ہے حامد نام اور بھی ہے حمید اس مبدءِ کُل کا
ہو ماخذ ایک مشتق اتنے لائے جس کا جی چاہے

کہاں آیا جُز اس کے مدح میں ممدوحِ کُل عالم
جو آیا ہو تو نام اس کا بتائے جس کا جی چاہے

اُسی کا فضلِ کُلی ہے ہر اک جزئی میں عالم کے
قضیہ ہے یہ کلیہ۔ مٹائے جس کا جی چاہے

دلیل لمّی[2] و انّی سے اس کا فضل کُل الکُل
مدلل ہے بگاڑے یا بنائے جس کا جی چاہے

جو چاہے جائے جنت میں تو آئے دینِ احمدؐ میں
نہ آئے آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے

گیا باطل وہ حق آیا کہ حق[3] نے حق کہا اُس کو
اب اس احقاق حق کا حق چھپائے جس کا جی چاہے

سراسر ظلم ہے اندھیر ہے اور ناسپاسی ہے
اس احقاقِ حقیقت کو بھلائے جس کا جی چاہے

اسی احقاق حق کے واسطے یہ چھپ گیا نسخہ
بتحقیق اس میں حق دیکھے دکھائے جسکا جی چاہے

---

[1] یعنی احمد میں اگر میم ساکت کر دو تو احد ہو جائے اور الف ساکت کر دو تو حمد بن جائے اور پھر بھی بصنعت مقلوب بعض مدح بھی ہو جائے۔ اور الف و میم کو بحال رکھو تو دو صیغے ہیں۔ صیغہ افعل التفضیل مذکر و صیغہ وُحدان حکایت نفس متکلم فافہم۔ بندہ اثیم عبد الحکیم کاتب کتاب ہذا۔

[2] جو قیاس کہ مقدمات یقینیہ سے مرکب ہو اور حد اوسط اسکی سبب اور علت حکم کی نفس الامر اور ذہن میں واقع ہو یا جس میں علت سے معلول کی طرف دلیل لاتے ہیں۔ اس کو دلیل لمّی اور بالعکس اس کے دلیل انّی کہتے ہیں۔ ۱۲ منہ

[3] جیسا کہ فرمایا حق تعالےٰ نے اس آیۂ کریمہ میں (بقیہ دیکھیں ص۴۴۴ پر)

جو منصف ہے سر تسلیم خم کر دے وہ اس حق پر
سرِ انصاف سے گردن جھکائے جس کا جی چاہے

یہ نسخہ ناسخ تثلیث ہے اور مثبت توحید
کوئی اس فن کے نسخوں سے ملائے جس کا جی چاہے

جو تاجر فخر دیں نامی ہے رہتا قادیاں اُن سے
بار رسالِ ثمن اس کو منگائے جس کا جی چاہے

مصنف نے ہیں توڑے یک قلم تثلیث کے عقدے
جو دعوے ہو قلم کو پھر اٹھائے جس کا جی چاہے

یہی میداں قلم کو ہے عَلَم کرنے کا دشمن پر
قدم اپنا جمائے یا ہٹائے جس کا جی چاہے

وہ آئے سامنے اُن کے جو کوئی مردِ میداں ہو
وِالّا اپنے گھر میں غل مچائے جس کا جی چاہے

کِیا قائل ہر اک کو اُن کے ہے اقوالِ بَیّں سے
کوئی برعکس اس کے کر دکھائے جس کا جی چاہے

مناظر ہیں بڑے اس فن کے وہ اسے پادری صاحب
لڑائے جس سے اُن کو یا بھڑائے جس کا جی چاہے

مَعَاذَ اللہ خُدائے لَمْ یَلِدْ کے ہیں وَلد عیسےٰ
تو دادا کون ہے اُن کا بتائے جس کا جی چاہے

نہیں وہ بند ہیں تقریر اور تحریر دونوں میں
اگر باور نہ ہو تو آزمائے جس کا جی چاہے

اگر اُن کی نہ مانے کوئی جنٹلمین عیسائی!
نہ مانیں گے ہم اس کو اور منائے جس کا جی چاہے

یہی ہے معرکہ آرائی کا میداں یہی چوگاں
سخن رانی کے گھوڑے کو بڑھائے جس کا جی چاہے

کوئی فصل الخطاب ایسی کتاب ابتک نہیں نکلی
نکلنا اس کا ظاہر ہے چھپائے جس کا جی چاہے

ہوئی تاریخ اس کی لاجواب اور باجواب آسی
کتاب ردّ کوئی ایسی بتائے جس کا جی چاہے

۱۳۰۵ھ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۲ – قُلْ جَاءَ الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زھوقًا۔ یعنے اے محمدؐ کہہ دو کافروں سے کہ آیا اور ظاہر ہو گیا حق اور مٹ گیا اور جاتا رہا باطل بے شک باطل ہے جانے والا۔ اور مِٹنے والا۔ پس مراد حق سے ذات آنحضرت مصلح عالم خیر مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا قرآن و ایمان یا توحید و اسلام یا آیات و معجزات اور مراد باطل سے کفر و شرک ہے یا شیطان یا ادیان سابقہ کما فصل بہذہ المعانی فی الکرمانی والقسطلانی وفتح الباری شروح البخاری فی کتاب التفسیر تحت قولہ تعالےٰ۔ قل جاء الحق الخ ۱۲ منہ

قطعۂ تاریخ از کاتب

رد نصاریٰ کا ہوا جبکہ ہوا ارادا اسلام
سالِ طبع اس کا لکھ اے عبد حکیم کاتب

کفر گرجا میں چھپا جب یہ چھپی عمدہ کتاب
واہ کیا ردِ نصاریٰ ہیں لکھی عمدہ کتاب
۱۳۰۵ھ

تمت

سنہ اشاعت اول
۱۳۰۵ سنہ ہجری

تمام شد

سنہ اشاعت دوئم
۱۳۴۲ سنہ ھ ۱۹۲۴ سنہ ء
۱۴ شعبان مطابق ۲۰ مارچ